اردو لغت نویسی
کا
تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر عابدہ بتول

اردو لغت نویسی

کا

تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر عابدہ بتول

مکتبۂ اخوّت

اخوت سنٹر نزد مریم ٹاور (مچھلی منڈی) اردو بازار، لاہور فون: 0423-7235951

موبائل 0333-4298184 ;0321-4514417

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب: اردو لغت نویسی کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

مصنفہ: ڈاکٹر عابدہ بتول

ناشر: مکتبہ اخوت، اردو بازار، لاہور
0333-4298184

مطبع: [illegible]

قیمت: 400/-

طبع اول: 2019

کمپوزنگ: زبیر بھٹی 0323/0333-4291881

مکتبہ اخوت

اخوت سنٹر نزد مریم ٹاور (مچھلی منڈی) اردو بازار، لاہور فون: 0423-7235951, 0321-4514417

موبائل 0333-4298184

ڈاکٹر تبسم کاشمیری

ڈاکٹر سرمد حسین

اور

محمد احسن خاں کے نام

جن کی مشفقانہ اور ماہرانہ رہبری کے بغیر لغت نویسی کے
دقیق مباحث کے سنگلاخ راستوں کو عبور کرنا ممکن نہ تھا۔

شوق برہنہ پا چلتا تھا اور رستے پتھریلے تھے
گھستے گھستے گھس گئے آخر کنکر جو نوکیلے تھے

فہرست مندرجات

۱۔اردو لغت نویسی کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ از ڈاکٹر عابدہ بتول — ڈاکٹر ریاض قدیر

۲۔پیش لفظ — شرافت علی

۳۔تعارف — ڈاکٹر عابدہ بتول

ابواب	صفحہ
باب اول: لغت نویسی کا لسانیاتی پس منظر	۳
۱۔زبان کیا ہے؟	۳
۲۔لغت (Dictionary)	۱۹
۳۔فرہنگ (Glossary)	۲۱
۴۔لغت اور فرہنگ میں فرق	۲۳
۵۔لغت نگاری کے اصول	۲۵
۶۔ لغت نگاری کی روایت	۲۹
باب دوم: لغت کے ابتدائی آثار	۳۵
باب سوم: مستشرقین کی مرتبہ لغات	۵۹
۱۔تعارف	۵۹
۲۔سترہویں اور اٹھارہویں صدی کی لغات	۶۰
۳۔فورٹ ولیم کالج سے وابستہ مستشرقین	۷۳
۴۔انیسویں صدی کے دیگر مستشرقین کی مطبوعہ لغات	۷۷
۵۔بیسویں صدی میں مستشرقین کی مطبوعہ اردو لغات	۸۴
باب چہارم: اردو لغت کا ارتقا ۱۹۴۷ء تک	۹۰
۱۔ابتدائی لغات کا تجزیہ	۹۰

۲۔ اردو کا پہلا باقاعدہ لغت ۹۷

باب پنجم: ۱۹۴۷ء کے بعد لغت نویسی ۱۱۷

۱۔ اکیسویں صدی کی لغات ۱۲۳

باب ششم: اردو لغت انٹرنیٹ پر ۱۵۳

۱۔ لسانی ساخت ۱۵۶

۲۔ تکنیکی ساخت : کوائف لفظ کا طریقہ اندراج ۱۶۴

۱۔ اجزائے فارم کی تفصیل ۱۷۱

۲۔ محاورات ۱۷۸

۳۔ تلفظ کے اصول ۱۷۹

۴۔ اجزاء کلام کی ذیلی اقسام ۱۸۲

۵۔ ماخذات ۱۸۳

۳۔ مواجی ساخت ۱۸۶

تحقیقی نقطہ نظر سے افادیت ۱۸۹

خوبیاں ۱۹۱

خامیاں ۱۹۳

کتابیات: ۱۹۷

اردو لغت نویسی کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ از ڈاکٹر عابدہ بتول

زبان کے فروغ میں لغت نویسی نے ہمیشہ ایک اہم اور اساسی کردار ادا کیا ہے۔ معیاری لغت صرف الفاظ کی جمع آوری تک محدود نہیں ہوتا بلکہ لفظ کے تلفظ و ادائیگی، املاء اور اس کے استعمال کی عملی صورتوں کو بھی سامنے لاتا ہے۔ اول اول لغت نویسوں نے لغت نویسی کے کچھ اصول وضع کیے اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان اصولوں میں اضافے ہوتے چلے گئے اور اس طرح لغت نویسی باقاعدہ ایک فن کی صورت اختیار کر گئی۔

اردو لغت نویسی کے موضوع پر چند متفرق تحریروں سے قطع نظر بہت کم مربوط تحقیقی و تنقیدی کام کیا گیا ہے۔ وارث سرہندی اور رؤف پاریکھ کی کتب کے علاوہ اس موضوع پر باقاعدہ کتب کم یاب ہیں۔ ڈاکٹر عابدہ بتول نے "اردو لغت نویسی کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ" کے عنوان سے ایم فل اردو کے لیے بھرپور علمی مقالہ تحریر کیا جسے اب کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ موضوع کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے یہ مقالہ نہایت جامع ہے۔ پانچ ابواب میں فن لغت نویسی کے مباحث، اردو میں لغت نویسی کی روایت اور مسائل کو سمیٹ لیا گیا ہے۔ باب اول میں لغت نویسی کے لسانیاتی پس منظر کو واضح کرتے ہوئے زبان کی معاشرتی اہمیت زبان کے وجود میں آنے کے محرکات نیز مختلف زبانوں کے آغاز و ارتقاء کے عوامل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس باب میں فن لغت نویسی کے تکنیکی مباحث بھی چھیڑے گئے ہیں اور فن لغت نویسی کی عمومی مبادیات کا تعین کیا گیا ہے۔

باب دوم میں دنیا کی تین بڑی زبانوں (عربی، فارسی، انگریزی) میں لغت نویسی کے آغاز و ارتقاء کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اردو میں لغت نویسی کے ابتدائی آثار کا سراغ لگایا گیا ہے۔ اس ضمن میں اردو لغت کی ایک قدیم شکل (باری) سے متعلق دلچسپ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

اردو لغت نویسی کے ابتدائی دور میں مستشرقین نے اردو لغت نگاری میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مقالے کے باب سوم میں گریرسن، پلیٹس، فیلن، بلوم ہارٹ، حب مین اور فلاٹ کے لغاتوں کا

تحقیق و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں اردو کے باقاعدہ اور مستند لغات فرہنگ آصفیہ، امیر اللغات، نوراللغات اور جامع اللغات کے مختلف ایڈیشنوں کا بالتفصیل تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔

مقالے کے آخری باب میں ۱۹۴۷ء کے بعد مرتب کیے جانے والے اردو لغتوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مقالہ نگار نے سٹینڈرڈ اردو ڈکشنری، فرہنگ اثر، مہذب اللغات، نسیم اللغات، قاموس مترادفات اور اردو لغت تاریخی اصول پر، کا تقابل کرتے ہوئے موخر الذکر لغت (اردو لغت، تاریخی اصول پر) کو بجا طور پر اپنی جامعیت اور ضخامت و وضاحت کی بنا پر وقیع قرار دیا ہے۔

مقالہ نگار کو وزارت تعلیم کے "Centre for Research in Urdu Language Processing" میں عملی طور پر کام کرنے کے مواقع بھی میسر رہے ہیں۔ لہٰذا اپنے مقالے کے آخری باب میں انہوں نے "انٹرنیٹ" پر اردو لغت کے بارے میں بھی اہم اور تکنیکی معلومات فراہم کی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب لغت نویسی کے قواعد و ضوابط، مسائل اور اردو زبان میں لغت نویسی کی روایت کا مکمل احاطہ کرتی ہے اور زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے نہایت معلومات افزا ہے۔

ڈاکٹر ریاض قدیر

پیش لفظ

اردو تدوین کے حوالے سے ڈاکٹر عابدہ بتول صاحبہ کی مرتبہ کتاب کو علمی، ادبی حلقوں میں بے حد سراہا گیا۔ اردو لغت نویسی کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ موصوفہ کی ادبی لگن کا دوسرا نقش جمیل ہے۔ انھوں نے مسلسل محنت سے اپنے تحقیقی ذوق اور تخلیقی صلاحیتوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ مدبر و مؤثر نقاد بھی ہیں۔ جامعات میں سند کے حصول کے لیے تحریر کردہ مقالات میں بالعموم محنت سے کام نہیں لیا جاتا۔ عابدہ بتول صاحبہ کی زیر نظر تصنیف جو ان کا ایم۔ فل کا مقالہ بھی ہے اس عمومی نقص سے استثنٰی کی حامل ہے۔ انھوں نے بڑی محنت اور محبت سے اپنے محققانہ اوصاف سے تفویض کردہ موضوع کے جملہ پہلوؤں کی جانچ پرکھ اس انداز سے کی ہے جس سے قرطاس و قلم کا اعتبار بڑھے۔ اس ضمن میں انھیں اردو ادب کی جید ادبی شخصیت، استاذ الاساتذہ محترم ڈاکٹر تبسم کاشمیری صاحب کی راہنمائی حاصل رہی ہے۔ لسانیات اور لغت سے متعلقہ عنوانات کو خشک اور مشکل سمجھتے ہوئے تحقیق کے لیے منتخب کرنے سے گریز کیا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر عابدہ بتول صاحبہ کی ہمت کو داد دیجیے کہ انھوں نے موضوع کی مشکلات سے آگاہی کے باوجود لغت کے موضوع پر مقالہ تحریر کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ تدوین اور تحقیق سے طبعی مناسبت کی وجہ سے ڈاکٹر عابدہ بتول صاحبہ کی مندرجہ تفاصیل اور نتائج کو معتبر قرار دیا جاسکتا ہے اور ان کے موضوع کی وسعت و جامعیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے۔ اردو کی لغت کے حوالے سے ابھی تک ایک چوتھائی حصے پر کام ہوا جس کا انھوں نے مکمل احاطہ کر کے موضوع کی انفرادیت کو ضمانت فراہم کردی ہے۔ ڈاکٹر عابدہ بتول صاحبہ نے موضوع سے متعلق ذیلی عنوانات کی مناسبت سے متعلقہ اہم معلومات اور ٹھوس آرا کا اندراج کیا ہے اور اس ضمن میں غیر ضروری نوعیت کے بیانات کو درج کرنے سے گریز کیا ہے۔ اس خوبی کی وجہ سے قاری کی توجہ مرکزی موضوع پر مرکوز رہتی ہے ڈاکٹر عابدہ بتول صاحبہ نے موضوع سے متعلق تمام دستیاب تصانیف سے استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے محض ضروری اقتباسات ہی کو حوالہ قرطاس نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ اپنی آرا کا اظہار بھی کیا ہے۔ ان آرا سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن اس ضمن میں مقالہ کی حدود کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ کسی بھی ادبی موضوع کے حوالے سے تحقیقی یا تنقیدی اضافوں کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے تاہم اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ زیر نظر تصنیف لغت کے حوالے سے مستقبل کے متعلمین کے لیے ہمیشہ قابلِ توجہ رہے گی اور قارئین اس ممتاز کاوش کے مندرجات سے سیر حاصل استفادہ کرسکیں گے۔

شرافت علی، اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج قصور

تعارف

قدرت نے انسان کو بیان یعنی مافی الضمیر کے اظہار (Expressions) کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اسی قوت بیان کی بنیاد پر انسان اپنے احساسات وخیالات اور جذبات کا اظہار مختلف طریقوں سے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کبھی اشاروں سے، کبھی تصویر سے، کبھی تقریر سے اور کبھی تحریر سے کرتا رہا ہے۔ انسان چونکہ مدنی الطبع مخلوق ہے اس لئے ہر فرد کو دوسرے فرد سے، ہر جماعت کو دوسری جماعت سے، ہر معاشرہ کو دوسرے معاشرہ سے، ہر قوم کو دوسری قوم سے حتیٰ کہ اپنی سماجی اور عمرانی ضرورتوں کی ارتقاء پذیری کیلئے اسے بامعنی وسیلۂ اظہار کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہی وہ انسانی سماج کی ضرورتیں ہیں جو زبان کی نشوونما اور اس کی تشکیل وتدوین کا باعث بنتی ہیں۔ سماج کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ مختلف زبانیں نہ صرف ایک دوسرے کے الفاظ کو اپنے اندر جذب کرتی ہیں بلکہ نت نئی صورت پذیری کی طرف بھی گامزن رہتی ہیں۔ لسانیاتی ارتباط، سماجی ارتقاء کے ساتھ ساتھ نئے سے نئے رخ اختیار کرتا ہے اور اس طرح اصوات والفاظ مختلف کتب اور دائرۃ المعارف کی شکل اختیار کرتا ہوا کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور ویب سائٹ کے دور تک محیط ہے۔ ابھی نہ جانے انسان مزید کن کن مراحل سے گزرے گا۔ علامہ اقبال نے اسی صورت حال کا نقشہ اپنے ایک شعر میں کچھ یوں کھینچا ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

انہی الفاظ کے ذخیرہ کیلئے کتب لغت کا آغاز ہوا اور رد وقبول کا سفر جاری رہا۔ موجودہ لغت نگاری کے پیچھے لغت کی ایک مستحکم روایت پنہاں ہے۔ عہد بہ عہد پروان چڑھتی یہ روایت موجودہ دور میں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہوئی۔

لغت نگاری کا سلسلہ یوں تو ابتداء ہی سے ملتا ہے مگر ہندوستان میں یہ سلسلہ علاؤ الدین خلجی (۶۹۵ھ۔ ۷۱۵ھ) کے عہد سے شروع ہوتا ہے اور فرہنگ نامہ، دستور الافاضل، ادات الفضلا اور

بحر الفضائل سے ہوتا ہوا خالق باری اور واحد باری تک آتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مرحلے میں اردو، فارسی لغت نویسی کا باقاعدہ آغاز عہد عالم گیری سے ہوتا ہے اور عبدالواسع ہانسوی کی "غرائب اللغات" کو اس سلسلے کا پہلا لغت قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد برصغیر میں انگریزوں کی آمد سے اردو زبان کے قواعد اور لغات مرتب ہونا شروع ہوئے اور عربی و فارسی اور انگریزی لغت کے ساتھ مل کر دولسانی، سہ لسانی اور کثیر لسانی لغات تالیف ہوئے۔ انیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے باقاعدہ لغت نویسی کی روایت قائم ہوئی۔ سرمایہ زبان اردو، ارمغان دہلی، فرہنگ آصفیہ، نور اللغات، مہذب اللغات کی تدوین ہوئی اور ہر مولف لغت نے تحقیق کے بجائے تنقید پر زیادہ زور دیا۔

اس کے بعد سب سے اہم لغت مولوی عبدالحق کا اردو لغت کبیر سامنے آتا ہے جس میں انہوں نے بہت حد تک لغت نویسی کے اصول کو نبھایا ہے۔ اسے اردو لغت نویسی میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ پہلی دفعہ اس میں سائنسی انداز نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سابقہ لغات کی خامیوں کی نشاندہی کی ہے اور خالصتاً لغت نویسی کے تقاضوں کو نبھایا ہے۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) انجمن ترقی اردو، کراچی کا منصوبہ سابقہ تمام لغات کی نسبت بہت جامع ہے مگر اس میں بھی بہت سی خامیاں ہیں جو ابتداء میں زیادہ نظر آتی تھیں مگر جوں جوں یہ منصوبہ آگے بڑھتا گیا اس میں بہتری آتی گئی جیسے جیسے جدید اصولوں پر مبنی لغت نویسی کا شعور پیدا ہوتا گیا۔ جدید دور کی ضرورت کے پیش نظر جہاں اردو لغت (تاریخی اصول پر) کا منصوبہ کامیابی کے ساتھ تکمیل کو پہنچا وہاں "آن لائن اردو لغت" کا سامنے آنا نہایت ہی خوش آئند ہے۔ یہ منصوبہ بھی گورنمنٹ الیکٹرانک ڈائریکٹوریٹ نے تیار کروایا ہے۔ گو کہ ابھی اس کا کچھ حصہ مکمل ہوا ہے مگر بہت حد تک یہ آکسفورڈ ڈکشنری سے معلومات کی تفصیل کے حوالے سے مطابقت رکھتا ہے اور ابتداء سے تاحال جو کمی لغات میں محسوس کی جاتی رہی تھی اسے پورا کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ تحقیق میں چونکہ کوئی بات حتمی نہیں ہوتی لہٰذا اس میں بھی ابھی بہت اضافہ ہونا باقی ہے۔ منصوبہ کی تکمیل تک تمام خامیوں کو دور کر کے اس میں ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے سابقہ اردو لغات کا دامن تاحال خالی تھا۔ یہ لغت بہت حد تک بین الاقوامی معیار کے مطابق ہے۔ کم جگہ میں زیادہ سے زیادہ معلومات کی فراہمی سے سابقہ کتب لغت قاصر تھے مگر کمپیوٹر میں طوالت کا مسئلہ نہیں ہوتا اس لئے "آن لائن اردو لغت" تمام

معیارات کو پورا کرتا نظر آتا ہے۔ یہ یقیناً اردو دنیا کیلئے لغات میں اہم اضافہ ثابت ہوگا۔

زیرِ نظر کتاب میں ابواب بندی کرتے ہوئے اس بات کی بطور خاص نشاندہی کی گئی ہے کہ لغت نویسی کا فن کن کن مراحل سے ہوتا ہوا موجودہ دور تک پہنچا۔ ہر تحقیق، نئی تحقیق کے در، وا کرتی ہے۔ ایک متعین اور محدود مدت میں بہت سی آرا شامل ہونے سے یقیناً رہ گئی ہوں گی۔

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں زبان، اصول، روایت اور لغت و فرہنگ کے فرق پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں اردو لغت کے ابتدائی آثار حافظ محمود شیرانی کی تحقیق اور دیگر فارسی لغات کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ تیسرا باب مستشرقین کی مرتبہ لغات پر بحث کرتا ہے۔ ان کی برصغیر آمد سے لے کر تادم واپسیں تک کے کام کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ چوتھے باب میں "اردو...... اردو لغت" ابتداء سے ۱۹۴۷ء تک کی تمام لغات کو مختلف ادوار کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں ۱۹۴۷ء کے بعد تا حال جتنے بھی لغات مرتب ہوئے ان میں چھوٹے چھوٹے لغات کا سرسری اور بڑے لغات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چھٹا باب اردو لغت انٹرنیٹ کے حوالے سے ہے اس میں گورنمنٹ الیکٹرانک ڈائریکٹوریٹ کی جانب سے تیار کروائے جانے والے منصوبے "آن لائن اردو لغت" پر بحث کی گئی ہے۔ آخری حصے میں کتابیات کو موضوعات کے اعتبار سے درج کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر عابدہ بتول
ایسوسی ایٹ پروفیسر اُردو
ایف سی کالج، لاہور

باب اوّل:

لغت نویسی کا لسانیاتی پس منظر

لغت وہ کتاب حوالہ ہے جس میں کسی زبان کے الفاظ حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق درج کئے گئے ہوں اور ہر لفظ کا صحیح تلفظ اور معانی اسی زبان میں یا کسی دوسری زبان میں درج ہو۔ ایسی کتاب کو اردو میں لغت، فارسی میں فرہنگ، عربی میں قاموس، سنسکرت اور ہندی میں شبدکوش اور انگریزی میں ڈکشنری کہتے ہیں۔ لغت کا تعلق چونکہ زبان سے ہے لہٰذا لغت سے قبل زبان کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

ا۔ زبان کیا ہے؟

کائنات میں انسان چونکہ ایسی اعلیٰ مخلوق ہے جسے ارادہ واختیار کی قوتیں ودیعت کرنے کے ساتھ ساتھ موثر ترین ابلاغ کی قوت بھی عطا کی گئی ہے۔ یہ مدنی الطبع مخلوق ہے اس لئے اس کو اپنے محسوسات، خیالات اور تجربات کو دوسروں تک پہنچانے اور اسے اپنے بعد آنے والی نسلوں کیلئے بطور اثاثہ چھوڑ جانے کی قدرت بھی عطا کی گئی ہے۔ جب سے انسان نے اپنے شعور کی آنکھ کھولی ہے تب سے اسے زبان کی ساخت اور اس کے متنوع تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے قدرت کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کو عمل میں لاتے ہوئے کئی قسم کی سرگرمیاں دکھانا پڑتی ہیں۔

آدمی ہے خاک کے منہ میں زباں — آدمی آہنگ بار و نغمہ خواں
سب ہیں گونگی آدمی آواز ہے[۱] — دہر کو جن قوتوں پہ ناز ہے

قدرت نے انسان کو بیان کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ "خلق الانسان علمہ البیان" ترجمہ: "انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان کی تعلیم بخشی۔"[۲]

بیان نطق تک محدود نہیں ہوتا بلکہ نطق بھی بیان یعنی Expression کی ایک شکل ہے۔ انسان اپنے مافی الضمیر کے اظہار کیلئے جو بھی ذرائع اختیار کرتا ہے وہ بیان ہی کی کوئی نہ کوئی شکل ہوتی ہے۔ انسان اپنے مافی الضمیر کا اظہار اشاروں سے، تقریر سے، تصویر سے، تحریر سے، غرض جو بھی طریقہ

استعمال کرتا ہے اسے بیان کہا جاتا ہے۔ زبان بھی بیان ہی کی ایک شکل ہے جسے انسان نے مختلف طریقوں سے اور مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے گوناگوں سانچوں میں ڈھالا ہے۔

''زبان کا ارتقاء'' میں خلیل صدیقی زبان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''زبان ایک سماجی ورثہ ہے اور سماج ہی کے تخلیقی اعمال سے یہ ورثہ نہ صرف محفوظ رہتا ہے بلکہ اس میں قطع و برید بھی ہوتی رہتی ہے اور اضافہ بھی۔ یہ سب کچھ افراد ہی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ زبان کا ہر تغیر، خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو، اس کا ہر لفظ کسی نہ کسی فرد ہی کی بدولت رونما ہوتا ہے۔ لفظی اضافے سرمایۂ زبان کو بڑھانے کی نیت سے نہیں کئے جاتے، نہ ہی (کذا) اضافہ کرنے والے کو لازماً یہ شعور ہوتا ہے کہ وہ اس طرح زبان میں کوئی اضافہ کر رہا ہے۔ وہ تو اپنی ہنگامی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے زبان کے معلوم سرمائے کو ناکافی محسوس کرتا ہے یا اس معلوم سرمائے سے اس کی غرض پوری نہیں ہوتی تو مروجہ الفاظ کی ساخت کی نہج یا متوازی مدلول یا مشابہ فی الضمیر کیلئے مستعمل الفاظ کی تمثیل پر قیاس کر کے کوئی لفظ گھڑ لیتا ہے...... الفاظ کے خالق افراد ہی ہوتے ہیں لیکن انہیں زندگی سماج کے قبول عام کے طفیل ہی ملتی ہے۔ زبان کا رشتہ انسانی سوچ بچار سے خاصا گہرا ہوتا ہے۔ ذہنی افق کی وسعت کے ساتھ ساتھ زبان بھی پھلتی پھولتی ہے۔ معیشت کی تبدیلی بھی زبان کے فروغ کا سبب بنتی ہے۔'' ؎

ہماری روزمرہ زندگی میں زبان اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہر خطہ زمین سے تعلق رکھنے والے اپنی مقامی اور ملکی زبان کا استعمال کرتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر بین الاقوامی زبان بھی سیکھتے اور بولتے ہیں۔ ہر زبان میں دوسری زبانوں کے الفاظ شامل ہوتے رہتے ہیں اور اس میں تبدیلیاں بھی رونما ہوتی رہتی ہیں۔ تبدیلیوں کا عمل اگر رک جائے تو ہر زبان دوسری زبان سے استفادہ نہیں کر سکتی۔ اس کیلئے دوسری زبانوں سے اثرات قبول کرنا پڑتے ہیں۔

"زبان اور اردو زبان" میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"دنیا کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ زبان بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ دوسری زبانوں کے اثرات یا الفاظ سے یکسر خالی ہے۔"[۳]

اردو زبان بھی اس قانون فطرت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس میں بھی مختلف زبانوں کے الفاظ بکثرت موجود ہیں۔ اس لئے یہ مخلوط زبان ہے اور اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق عام طور پر دنیا میں سب سے کثیر تعداد میں بولی جانے والی زبانوں چینی اور انگریزی کے بعد تیسرے نمبر پر اردو زبان ہے۔ اس کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں وہ تمام حروف موجود ہیں جنہیں باقی زبانیں آسانی سے ادا نہیں کر سکتیں۔ یوں تو انگریزی کے بہت سے الفاظ اردو میں شامل ہو کر اس زبان کا حصہ بن چکے ہیں لیکن پھر بھی اس بڑی زبان میں کچھ ایسے الفاظ ادا کرنے کی صلاحیت موجود نہیں جو اردو زبان میں آسانی سے ادا کئے جا سکتے ہیں مثلاً غ، ذ، ق، بھ، تھ، جھ وغیرہ۔ اسی طرح فارسی ایک شیریں زبان ہے اور اردو سے پہلے موجود تھی۔ اس کے بھی لاتعداد الفاظ اردو میں آئے اور اسی کے ہو کر رہ گئے۔ لیکن فارسی والے ٹ، ڈ، ڑ، بھ، تھ، کھ وغیرہ کی آوازیں ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ عربی زبان بولنے والے بھی پ، ٹ، ڈ، ڑ، چ، کھ، گھ، چھ کی آوازیں ادا نہیں کر سکتے۔ ہندی والے بھی کچھ آوازوں سے محروم ہیں جن میں ع، غ، ف، ق، کھ، ذ، ظ، ز، ض وغیرہ شامل ہیں۔ اردو میں اگر یہ الفاظ موجود ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اردو نے یہ الفاظ برصغیر کی مقامی زبانوں سے لئے ہیں۔ اسی لئے اس کے حروف تہجی کی تعداد زیادہ ہے اور ہر زبان کا ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اردو زبان کیسے وجود میں آئی اس کا ارتقاء کس طرح ہوا مختلف محققین کی آراء کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔

حافظ محمود شیرانی کا نظریہ ہے کہ اردو پنجاب سے دہلی اور دوسرے علاقوں میں جاتی ہے اور یہ زبان مسلمانوں کے ساتھ پنجاب میں آتی ہے۔ آگے چل کر شیرانی صاحب کہتے ہیں:

"انہی ایام میں ملتانی لوگ جوق در جوق جا کر دہلی آباد ہو گئے۔ تاریخ میں سب سے پہلے ان ملتانیوں کا ذکر غیاث الدین بلبن کے عہد میں ملتا ہے۔

علاؤالدین خلجی کے عہد میں وہ سلطنت کے معاملات میں بھی دخیل تھے۔"۵

مولانا محمد حسین آزاد "آب حیات" میں لکھتے ہیں:

"ہماری اردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے لیکن وہ ایسی زبان نہیں کہ دنیا کے پردے پر ہندوستان کے ساتھ آئی ہو۔ اس کی عمر آٹھ سو برس سے زیادہ نہیں اور برج کا سبزہ زار اس کا وطن ہے اسے فقط شاہجہان کا اقبال کہنا چاہئے کہ یہ زبان خاص و عام میں اس عہد میں منسوب ہوگئی۔"۶

حافظ محمود شیرانی کی تالیف پنجاب میں اردو کی اشاعت کے ساتھ ہی مولانا محمد حسین آزاد کے اس نظریے کی تردید ہوگئی جس میں وہ زبان کی ابتداء برج بھاشا کو قرار دیتے ہیں۔ انشاء "دریائے لطافت" میں لکھتے ہیں:

"ہر وہ لفظ جو اردو میں مشہور ہوگیا ہے، عربی ہو یا فارسی، ترکی، ہریانی، سریانی، پنجابی ہو یا یورپی از روئے اصل ہو یا مسخ وہ لفظ اردو کا لفظ ہے۔"۷

ڈاکٹر معین عبدالحمید سندھی نے "لسانیات پاکستان" میں لکھا ہے:

"حافظ محمود شیرانی نے پاکستان کی قومی زبان اردو کی وحدت اور پیدائش کیلئے جس علاقے کا ذکر کیا ہے وہ دراصل سندھ اور پنجاب کا مشترکہ علاقہ ہے۔ عرب سیاحوں کے بیان کے مطابق ملتان اور سندھ کے لوگ فارسی اور سندھی بولتے تھے اور یہی وہ زبان ہے جس سے سندھی اور فارسی کے امتزاج سے مغربی یا سرائیکی اور شمالی ہندوستان کے گردونواح میں ہریانی، دہلی میں کھڑی بولی اور آگرہ میں برج بھاشا کو نئی صورت عطا کی اور پھر اس زبان کا مشترکہ سرمایہ اردو قرار دیا۔"۸

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی "ادب و لسانیات" میں لکھتے ہیں:

"اردو زبان کو جوان ہونے اور پروان چڑھنے کیلئے صوفیوں کی خانقاہیں، مبلغین کی مجلسیں اور اللہ والوں کی محفلیں تلاش کرنا پڑیں۔ ان کے بھی دربار

تھے مگر شاہی دربار نہ تھے یہ عوام کیلئے کھلتے تھے یہاں یہ صرف شرافت کی زبان، ثقافت کی زبان اور تہذیب کی زبان کا سکہ چلتا تھا بلکہ عوام کے دلوں میں اترنے کیلئے عوام کی بولی کا رواج تھا، چنانچہ اردو کی ابتدائی نشوونما میں سب سے زیادہ صوفیائے کرام ہی نے کام کیا۔" ۹

ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ ادب اردو" جلد اوّل میں ایک اور جگہ اردو زبان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ سب کی منہ چڑھی زبان، جسے آج ہم اردو کے نام سے پکارتے ہیں جدید ہند آریائی، خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور عربی، ایرانی، ہندی تینوں تہذیبوں کا سنگم اور ان کی منفرد علامت ہے۔ اس زبان میں ان تہذیبوں کی ہمہ گیر صفات یکجا ہو کر ایک جان ہو گئی ہیں۔ اس زبان کو برعظیم کی معاشرتی، تہذیبی و سیاسی ضروریات کے تحت اسے اپنایا اور انہی کے ساتھ برعظیم کے گوشے گوشے میں اس طرح پھیل گئی کہ کوہ ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک سمجھی اور بولی جانے لگی۔" ۱۰

درج بالا ان تمام محققین کی آراء اپنی جگہ درست لیکن اردو زبان مخلوط زبان ہے اور یہ مقامی سطح سے نکل کر قومی سطح پر آ چکی ہے۔ اس میں بین الاقوامیت کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ ردو قبول کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور رہے گا کیونکہ اردو میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ مختلف زبانوں کے الفاظ اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ اردو زبان کا بنیادی ڈھانچہ اگرچہ مقامی خمیر سے تیار ہوا ہے لیکن یہ اپنی ساخت کے اعتبار سے بین الاقوامی مزاج کی مخلوط زبان ہے۔ اردو ہندی، عربی، فارسی زبانوں اور مقامی بولیوں کے الفاظ اس کثرت سے داخل ہیں کہ ان کا شمار کرنا محال ہے۔ اس کے علاوہ اس میں انگریزی، اطالوی، پرتگالی، ترکی، جرمن، چینی، سنسکرت، نیوین، فرانسیسی، یونانی اور دیگر زبانوں کے الفاظ اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ یہ الفاظ روزمرہ کی تحریر و تقریر میں بغیر کسی شک کے بولے جاتے ہیں۔ ان زبانوں کے الفاظ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ اردو کیلئے ہی بنے ہیں اور اردو میں غیر زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمونے کی کس قدر صلاحیت رکھتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا

ہے کہ آج بھی ترقی کی رفتار کے ساتھ زبان میں وسعت ہوتی چلی جارہی ہے۔ جیسے جیسے دنیا ترقی کرے گی، نئی نئی ایجادات ہوں گی اور ان کے نام اردو میں شامل ہوتے رہیں گے۔

کسی زبان کے ذخیرہ الفاظ زیادہ ہوں تو ان کو محفوظ کرنے اور دوسروں کو زبان سکھانے کیلئے اس ذخیرے کو جمع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ایک جگہ تمام الفاظ اکٹھے کر لئے جائیں اور ان کے مفاہیم بھی درج ہوں تو اس زبان کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ مختلف زبانوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس کام کو انجام دینا شروع کیا تو اپنی اپنی زبان کے مطابق لغت، فرہنگ، ڈکشنری، قاموس، المعجم کا نام دے کر ان مرتب شدہ الفاظ کو کتابی شکل میں محفوظ کر لیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اگر زبان میں ردو قبول ہوتا ہے تو ان میں موجود الفاظ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جو لفظ کم استعمال ہوتے ہیں یا بالکل استعمال نہیں ہوتے انہیں متروک الفاظ کی فہرست میں ڈالا جاتا ہے اور نئے الفاظ شامل کر کے ان کے معنی و مفاہیم درج کیے جاتے ہیں تاکہ زبان کو محفوظ کر لیا جائے اور پڑھنے اور زبان کو سمجھنے والوں کیلئے آسانی پیدا ہو۔ کیونکہ ہر زبان ایک خاص خطہ زمین سے تعلق رکھتی ہے اور ماحول، تہذیب و تمدن کے حوالے سے اس میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کو سمجھنے اور اس کی ساخت پر بحث کرنے والوں کو اس زبان میں گرامر اور لغات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

''نسیم امروہوی'' اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''لغت اور فرہنگ ایک آئینہ خانہ کی طرح ہوتی ہے جس میں زبان اپنے گیسو سنوارتی ہے اور تخلیق اپنے ظاہر و باطن کے آراستہ و پیراستہ وجود کو دیکھتی ہے۔ لفظ درحقیقت انسان کی تاریخ کا دیباچہ ہیں۔ تاریخ انسانی جس فضا میں سانس لیتی ہے وہاں لفظ ہی جہل و تیرگی کی گھٹن اور حبس کو دور کر کے علم و آگہی کی تر و تازگی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ انسانوں کے گونگے تخیلات اور احساسات کو لفظ ہی زبان عطا کرتے ہیں۔ لفظ انسان کی سب سے مقدس شناخت اور لغت کا شجرہ نسب ہے۔'' [۱۱]

۲۔لغت (Dictionary)

اردو زبان میں لغت اور انگریزی زبان میں Dictionary (ڈکشنری) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔"قومی انگریزی اردو لغت" میں ڈکشنری کی ذیل میں لکھا ہے:

"لغت، قاموس، فرہنگ، ایک ایسی کتاب جس میں کسی زبان کے الفاظ کو حرف تہجی کی ترتیب سے درج کیا گیا ہو اور اس میں ان کے معانی کی تشریح، تلفظ، اشتقاق اور دیگر معلومات درج ہوں، لغات، کتاب، الفاظ کوئی ایسی کتاب جس میں مکمل موضوع یا شعبہ موضوع کے بارے میں معلومات حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب شدہ اندراجات یا عنوان کے تحت ہوں۔" ۱۲

ڈکشنری آف اردو، کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش میں لغت کے معانی جون۔ٹی۔پلیٹس نے یہ بیان کیے ہیں:

"A word, vocable; speech, language, tongue dialect, idiom, dictionary, vocabulary, glossary, To coin big words ۱۳

دی نیو لیکسکن ویبسٹرز ڈکشنری آف انگلش لینگویج میں ڈکشنری کے معانی درج ذیل ہیں۔

"A book containing the words or a choice of the words of a language arranged in alphabetical order with their definitions and often indicating their prononcitation, part of speech, common usage and pronunciation ete. ۱۴

"اردو انسائیکلوپیڈیا" (فیروز سنز) میں لغت (Dictionary) کی تعریف کچھ اس طرح درج ہے:

"لغت (Dictionary) قاموس میں ترتیب تہجی کے مطابق مرتب کردہ مجموعہ الفاظ جس میں ایک ہی زبان کے الفاظ کا ذخیرہ ہو اور ان میں سے ہر ایک لفظ کے مقابل اس کا تلفظ اور معنی اسی یا دوسری زبان میں درج ہوں۔ اس قسم کے لغات ادبی لغات کہلاتے ہیں۔" ۱۵

"اردو جامع انسائیکلوپیڈیا" (غلام علی سنز) میں لغت کے حوالے سے درج ہے:

"لغت کسی زبان کے الفاظ کی مطبوعہ فہرست جو کسی خاص مقصد کیلئے مرتب کی گئی ہو۔" ۱۶

لغت (Dictionary) کا مفہوم انگلش ٹو انگلش اینڈ اردو ڈکشنری (فیروز سنز) میں درج ہے:

"Book dealing with the words of a language." ۱۷

آکسفورڈ انگلش اردو ڈکشنری میں لغت کا مفہوم یوں درج ہے:

۱۔ "لغت، کتاب اللغات جس میں الفاظ (عموماً ترتیب تہجی کے ساتھ) اور ان کے معنی یا کسی دوسری زبان میں ان کے مترادفات درج ہوتے ہیں فرہنگ، قاموس۔"

۲۔ کسی موضوع پر کوئی حوالے کی کتاب جس میں ترتیب تہجی سے اندراجات کئے جائیں۔ (Dictionary of architecture)، قاموس، تعمیرات)"۔ ۱۸

رینڈم ہاؤس ویبسٹر کالج ڈکشنری میں (Dictionary) کی وضاحت درج ذیل ہے:

"A book containing (a selection of the words of a language, arranged alphabetically, with information about their meanings, prononciations,

etymologies, inflected froms etc. expressed in either the same or another language." ۱۹

۳۔فرہنگ (Glossary)

Gloss لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی 'زبان' یا 'بولی' کے ہیں۔فرہنگ کے لفظی معنی سمجھ اور دانائی کے ہیں مگر اصطلاحاً فرہنگ الفاظ کے ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص موضوع پر لکھے گئے الفاظ کو معنوں میں سمجھنے میں استعمال ہوتا ہے۔

فرہنگ الفاظ کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جس میں کسی کتاب میں خاص معنوں میں سمجھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ لغت میں ہر لفظ کے تمام لغوی اور حقیقی معنی تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں۔

فرہنگ، خاص نقطہ سے ترتیب دی جانے والی لغت کو فرہنگ کہتے ہیں۔

فرہنگ عامرہ کے مطابق فرہنگ میں خاص علم، دوسری زبانوں کے الفاظ کی تخصیص کی جاتی ہے۔

ڈکشنری آف اردو، کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش میں فرہنگ کا مطلب یوں درج ہیں:

"Good breading! greatness, excellence understanding wisdom, science of learning! gravity; a dictionary, lexicon, a vocabulary glossary. ۲۰

دی نیو ڈیلیکسن ویبسٹرز ڈکشنری آف دی انگلش لینگویج میں Glossary یعنی فرہنگ کا مفہوم ہے:

"A list of difficult, old, technical or Foreign words with explainations, usually at the end of text." ۲۱

"قومی انگریزی اردو لغت" میں فرہنگ (Glossary) کے درج ذیل مفاہیم درج ہیں:

"فرہنگ، کتاب لغت، کسی موضوع یا کسی کتاب کے وقیع الفاظ اصطلاحات وغیرہ کی فہرست اور ان کے معانی، حاشیہ، شرح۔" ۲۲

ایوری مینز انسائیکلوپیڈیا میں فرہنگ (Glossary) کے معنی کچھ یوں درج ہیں:

"Gloss orignally an explaination of an early verbal difficulties in a literary verb such as work taken directly from a Foreign tongue. prononciation obsolete and technical terms, dialect words or those used by author with some exceptional meanings." ۲۳

ڈکشنری اردو اینڈ انگلش میں فرہنگ کا مفہوم A vocabulary, A glossary ہے۔ ۲۴

پریکٹیکل ڈکشنری (انگلش ٹو انگلش اینڈ اردو) میں فرہنگ کے متبادل Glossary لفظ کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

"Gloss: Note on a difficult words in a book, حاشیہ، تشریح

Glossary: List of glosses usually appendend to the book, فرہنگ، حاشیہ، تشریحات ۲۵

کتسا ئزا انگلش ٹو انگلش اینڈ اردو ڈکشنری میں لفظ Glossary کا درج ذیل مطلب دیا گیا ہے۔

فرہنگ، فہرست، List and Explaination

ضمیمہ، حاشیہ، تشریح۔ ۲۶

آکسفورڈ ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری میں فرہنگ (Glossary) کا مفہوم ہے:

A list of technical or special words, those

accuring in a particular, text Explaining their meanings, A glossry of financial terms." ۲۷

۴۔ لغت اور فرہنگ میں فرق

یوں تو لغت اور فرہنگ ہم معنی ہیں کیونکہ فرہنگ فارسی میں لغت کو ہی کہتے ہیں کچھ لغات ان کا مفہوم الگ الگ بتاتے ہیں۔ درج بالا مفاہیم کی روشنی میں فرہنگ اور لغت کا فرق واضح ہوتا ہے کہ لغت کسی بھی زبان کے مکمل الفاظ کی فہرست ہے جبکہ فرہنگ مخصوص متن کے مخصوص الفاظ کی وضاحت ہے۔ گویا فرہنگ متن مخصوص کی فہرست ہے جو خاص مقصد کیلئے ترتیب دی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اگر تو متن کے اختتام پر فرہنگ دی جا رہی ہے پھر متن کا صفحہ نمبر کافی ہے لیکن اگر فرہنگ الگ سے ترتیب دی جا رہی ہے تو پھر مکمل شعر یا مصرع درج کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور اساسی متن کا صفحہ نمبر بھی درج کیا جاتا ہے۔

لغت میں الفاظ، متروک الفاظ، محاورات وغیرہ کی توضیح وتشریح کی جاتی ہے جب کہ فرہنگ کا دائرہ کار محدود ہے۔ فرہنگ ساز مصنف کے متروکات یا کسی کتاب کے متن تک محدود رہتا ہے ایک معیاری لغت میں ہر لفظ کے آغاز واصل کے بارے میں بتانا ضروری ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ کیا کیا تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ صوتی ومعنوی اعتبار سے سند کے طور پر اساتذہ کے کلام کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

فرہنگ نویس لفظ کے زمانی تغیر وتبدل سے بحث کئے بغیر مخصوص متن میں لفظ کے سیاق وسباق کے اعتبار سے لغوی ومرادی معنی فراہم کرتا ہے۔ لغت میں تمام معانی ومترادفات دیئے جاتے ہیں جبکہ فرہنگ میں موزوں ترین معانی درج کئے جاتے ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتداء میں فرہنگ کے نقوش ساتویں صدی قبل مسیح کے وسطی میسوپوٹیمیا (Mesopotemia) میں ملتے ہیں۔ پہلی صدی عیسوی کے اختتام پر اسکندریہ کا لغت کے بعد کئی لغات منظر عام پر آئے۔ پانچویں صدی عیسوی سے لے کر حال لغت وفرہنگ سازی کی

ایک طویل تاریخ موجود ہے۔ قدیم یونانی علماء کے ہاں گراں قدر سرمایہ موجود ہے۔ فرانسیسی واِنگریزی لغت پر بھی خاصا کام ہوا۔ انگریزی میں فرہنگ سازی کا مقصد الفاظ کی انگریزی تفسیر وتشریح تھا۔ (Glossoraphia) نے (Thomas Blount) ۱۶۵۶ء کے آغاز میں تھامس بلاونٹ میں کیا۔ اسی طرح اٹھارہویں صدی عیسوی کی (Chaucer) کی شاعری پر ٹائروٹ کی فرہنگ ۱۷۷۵ء اور شیکسپیئر کی فرہنگ جو Nases نے مرتب کی جو ۱۸۸۸ء میں شائع ہوئی۔

اردو زبان میں محمد بن قاسم کی آمد (۷۱۲ء) سے عربی زبان کا اختلاط مقامی زبانوں سے ہوا اور دیگر فاتحین جب جب ہندوستان میں وارد ہوئے تو ان کی وساطت سے ایک ایسی زبان کا ہیولا وجود میں آیا جس میں سنسکرت، ہندی، فارسی، برج، پنجابی، عربی، گجراتی کے الفاظ شامل تھے اور یہ زبان بتدریج مقبول ہوتی چلی گئی۔

"نوادر الالفاظ" مولفہ سراج الدین علی خان آرزو کے مقدمہ میں ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

"اردو میں فرہنگ نویسی کا باقاعدہ آغاز عہد عالمگیری میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اردو کا قدیم ترین لغت "غرائب اللغات" اسی زمانے میں لکھا گیا۔" [۱۸]

اردو کی ابتدائی لغت کی کتابوں میں "خالق باری" اور اس نوع کی دیگر کتابوں کو شامل کیا جاتا ہے مگر ڈاکٹر سید عبداللہ "غرائب اللغات" کو اردو کا قدیم ترین لغت مانتے ہیں۔

لغت اپنے سیاق وسباق کے ساتھ عمومیت کا حامل ہوتا ہے۔ فرہنگ اس کے برعکس اپنے موضوع کی حدود میں خصوصیت کا طرز اختیار کر لیتی ہے۔ فرہنگ چونکہ کسی شعبہ علم کی اطلاعات سے تعلق رکھتی ہے اس لئے وہ اپنے موضوع کی چاردیواری سے نکل کر پریشانی یا خطرہ مول لینے سے توبچ جاتی ہے لیکن اپنے شعبے کے حلقے میں رہ کر اس کی ذمہ داریاں کئی گناہ بڑھ جاتی ہیں۔ لغت نویس جب کسی لفظ کے معنی متعین کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی نظر وفہم زبان کے واسطے سے لفظ کے جملہ تشریحی گوشوں اور زاویوں کا احاطہ کرنے کی کوشش سہو یا غلطی کا شکار ہو سکتی ہے کیونکہ لغت نویس کے سامنے بیشتر الفاظ مجرد شکل میں سیاق وسباق سے بہت دور ہوتے ہیں۔ فرہنگ نگاری، لغت نگاری کے مقابلے میں مختلف ہے مگر ان کی معنوی حدود اکثر اوقات ملتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری اپنے مضمون ''اردو فرہنگ نویسی کا تحقیقی جائزہ'' میں لکھتے ہیں:

> ''ایک عام کتاب لغت اور فرہنگ کے دائرہ کار میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ عام لغت میں زبان کے تمام الفاظ بغیر کسی تخصیص کے شامل کر لئے جاتے ہیں۔ ان میں قدیم وجدید، مستعمل ومتروک وغیرہ بھی آ جاتے ہیں جب کہ فرہنگ میں مشمولہ الفاظ میں اتنی عمومیت اور وسعت نہیں ہوتی۔ اس میں کسی مخصوص زاویے سے الفاظ کو منتخب کیا جاتا ہے۔''۲۹

شعری فرہنگ کا انداز عام لغت اور فرہنگ سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ شعری فرہنگ میں ایسے الفاظ بھی آتے ہیں جو کسی لغت میں نہیں ملتے۔ اس کی وجہ یہ ہے شاعر خود ہی نئی تراکیب بنا لیتے ہیں لہٰذا ان کے مفاہیم کو نظم یا شعر کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ شعری فرہنگ نگاری میں یہ بات ضروری ہے کہ شعری متن میں موجود الفاظ کے اصل مفہوم تک پہنچا جائے۔ مثال کے طور پر مجید امجد نے اپنی شعری تخلیقات میں نئے نئے الفاظ اور تراکیب جس طرح استعمال کی ہیں ان کا لفظی ذخیرہ کسی دوسرے شاعر سے مستعار نہیں۔ ان کے ہاں ہندی الفاظ کی کثرت انہیں دوسرے شعرا سے ممتاز مقام پر فائز کرتی ہے۔ انہوں نے جہاں فرسودہ الفاظ کے استعمال سے اجتناب کیا وہاں ان کے کلام میں جدت پسندی بھی ہے۔ اسی لئے فرہنگ کلیات مجید امجد میں بیشتر تراکیب ایسی ہیں جو مجید امجد کی ذہنی اختراع ہیں اور جس سے اردو لغت میں اضافہ ہے۔ اسی طرح دوسرے بہت سے شعرا مثلاً غالب، راشد اور جوش کے ہاں بھی اس طرح کا ذخیرہ الفاظ ملتا ہے۔

۵۔ لغت نگاری کے اصول

زبان میں رد وقبول کا عمل کبھی نہیں رکتا۔ محققین وناقدین اپنی تحقیق وتنقید سے اسے مزید بہتر بنانے کی تجاویز پیش کرتے رہتے ہیں۔ زبان اپنے ارتقاء کے مختلف مراحل میں مختلف عوامل کے زیر اثر ہر طرح کی تبدیلی سے گزرتی ہے۔ اس لئے اس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ لغت کسی زبان کا بنیادی ماخذ ہونے کی وجہ سے اس نوع کی تبدیلیوں کا مظہر ہے اور مختلف صورتوں میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ذمہ داریاں نازک، پیچیدہ اور متنوع ہو جاتی ہیں۔ نثر یا شاعری پر کام کرنے والے

اپنی ضرورت کے تحت الفاظ اور محاورات کا استعمال کرتے ہیں مگر لغت نگار کو ایک لغت مرتب کرنے کیلئے نہ صرف محقق اور نقاد ہونا چاہئے بلکہ ماہر لسانیات بھی ہونا چاہئے تاکہ وہ ہر طرح سے لغت کا جائزہ لے سکے۔

ڈاکٹر حنیف کیفی اپنے مضمون ''اردو کی دو لسانی لغات، ایک جائزہ'' میں وضاحت کرتے ہیں کہ ایک لغت نگار کو لغت مرتب کرنے کیلئے کن کن باتوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے:

''ایک کامیاب لغت نویس کیلئے زبان کا یہ وسیع علم نہ صرف ضروری بلکہ لازمی ہے۔ اس کا کام محض Compiler کا نہیں ہے بلکہ وہ بیک وقت ایک ماہر لسانیات، ایک ناقد اور ایک محقق کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اس کا کام صرف لفظوں کے مترادفات (Equivalents) فراہم کر دینا نہیں بلکہ ان مترادفات کے باریک اختلافات ظاہر کرنا، ان اختلافات کی روشنی میں الفاظ کا محل استعمال بتانا، الفاظ کے لغوی (Literal) اور مجازی (Figurative) معنی کی تشریح کرنا، لفظوں کی اصل کا پتا لگانا، ان کے صحیح تلفظ کا تعین اور معیاری و عوامی تلفظ کی نشاندہی کرنا، الفاظ کے مختلف مرکبات و مشتقات (Compounds and derivatives) اور ان کے معانی کا بیان کرنا، الفاظ کی قواعد صورتوں (Grammatical Forms) اور ان کے پیش نظر ان الفاظ اور ان کے معنوی تغیرات (Senmantic Variations) کو ظاہر کرنا، الفاظ اور ان کے معانی کے سلسلے میں غلط اور صحیح کا فیصلہ کرنا، متروک (Obsolete) اور مروج (Current) الفاظ کی وضاحت کرنا جیسی ضروریات بھی اس کے فرائض میں داخل ہیں۔'' ۳۰

لغت نگار کا وسیع النظر ہونا بہت ضروری ہے تاکہ وہ تہذیب اور تاریخ کے اعتبار سے ہونے والی تبدیلیوں کو مدنظر رکھ سکے اور املاء کی تبدیلیوں کو بھی سامنے رکھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے دوسری

زبانوں کا اور ان کی تہذیبی روایات کا علم بھی براہ راست ہونا ضروری ہے۔ نسیم امروہوی فرہنگ اقبال کے حوالے سے چند تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لغت پر کام کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ مختلف الاصل الفاظ پر اس کی نظر بہت تحقیقی ہو۔ متروک یا قلیل الاستعمال لفظوں سے وہ خوب آگاہ ہو۔ الفاظ میں جو لفظی اور اعرابی تغیرات و تصرفات ہوتے رہتے ہیں ان سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔ کہاوتیں، محاورات، لسانی تراکیب، مصادر و افعال اور مصطلحات کو پرکھنے میں اسے ید طولیٰ حاصل ہونا چاہئے۔''[۲۱]

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر معیاری لغت مرتب کیا جا سکتا ہے۔ یک لسانی لغت کے ساتھ دو لسانی اور سہ لسانی لغات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ان کے مرتب کرنے والوں پر ایک لسانی لغت مرتب کرنے والوں سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتے ہیں کیونکہ ان کیلئے بیک وقت ایک سے زیادہ زبانوں پر عبور ہونا ضروری ہے تاکہ وہ تمام الفاظ اور اس کی صرفی و نحوی تبدیلیوں کو بھی مدنظر رکھ کر اپنے کام کو آگے بڑھا سکیں۔ تاکہ اس نوع کے لغت ترتیب دیتے وقت اس کے بنیادی تقاضے پورے کئے جا سکیں۔

ڈاکٹر حنیف کیفی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''دو لسانی لغت (Bilingual Dictionary) کے مرتب کی ذمہ داریوں کا دائرہ اور زیادہ وسیع ہو جاتا ہے اس کیلئے براہ راست کم سے کم دو زبانوں کا علم ضروری ہے۔ اس کی اولین اور بنیادی ضرورت ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک زبان کے الفاظ کا ترجمہ و تشریح دوسری زبان کے الفاظ میں کرے۔ اس کیلئے یہ لازم آتا ہے کہ نہ صرف بیک وقت دو زبانوں کے مزاج اور ان میں استعمال ہونے والے الفاظ کی روح تک اس کی نظر کی رسائی ہو بلکہ ان کے تاریخی ارتقاء سے بھی اسے واقفیت حاصل ہو۔ ایک زبان کے الفاظ کو دوسری زبان کے الفاظ میں منتقل کرنے کے عمل کو کامیاب اور بامعنی

بنانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ نقل مکانی کے تمام مسائل و مراحل ۔۔۔ واقفیت
کے ساتھ تغیر زمانی کے تمام مدارج و منازل سے آ ۔۔۔ بھی حاصل ۔۔۔ ورنہ
ایک زبان کا مزاج جس کی تشکیل صدیوں کی ر ۔۔۔ یات نے کی ۔ ۔۔۔ سری
زبان میں منتقل نہ ہو سکے گا۔" ۳۲؎

لغات کے ساتھ ساتھ فرہنگ مرتب کرنے والوں کی ۔۔۔ مہ داریاں ہوتی ہیں جن کو مد نظر رکھنا فرہنگ نویس کیلئے لازم ہے۔ فرہنگ مرتب کرنے وا ۔۔۔ نثر ۔۔۔ عری کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھ کر معنی متعین کرتے ہیں۔ نثر سے زیادہ شاعری کی فرہنگ مرتب کرنا مشکل ہے کیونکہ شاعر نئی تراکیبیں اور اصطلاحیں وضع کرتا ہے جو مختلف لغات میں ملنا مشکل ہوتا ہے اس کیلئے لغت نگار کو شعری اصطلاحات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان نے "روح اقبال" کے دیباچے میں لکھا ہے کہ......

"شعر جیسی لطیف چیز جس کی پرورش آغوشِ وجدان میں ہوتی ہے منطقی تنقید و تجربے کی گرانباری کی متحمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ نقد و نظر کرنے والا اپنی فکر کو شعر کی طرح تخلیق نہ بنالے وہ اپنے فرض سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔" ۳۳؎

نسیم امروہوی شعری فرہنگ کے اصول کے حوالے سے فرہنگ اقبال فارسی میں لکھتے ہیں:

"الفاظ کی عام لغت لکھنا نسبتاً آسان کام ہے اس کیلئے دور سابقہ میں لکھی جانے والی لغات مثال میں رکھی جا سکتی ہیں لیکن کسی ایک شاعر اور وہ بھی اقبال جیسے عظیم شاعر کی لفظیات و تراکیب پر مشتمل فرہنگ ترتیب دینا چٹان کا سینہ چیرنے کے مترادف ہے..... تراکیب کی موج در موج روانیاں ہیں جو شاعر کے اپنے بحرِ فکر سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے پیچ و خم اور نشیب و فراز کو سمجھے بغیر اور ان میں اترے بغیر مفہوم کی حقیقت بے نقاب نہیں ہو سکتی۔" ۳۴؎

لغت نگار کیلئے صرف الفاظ اور تہذیب و تاریخ کی تبدیلی کا ہی علم ہونا چاہئے بلکہ لغت مرتب کرتے ہوئے تمام معلومات جو از حد ضروری ہیں کو بھی شامل کرنا چاہئے جس سے کسی بھی لفظ کو سمجھنے

میں آسانی ہو۔ مثلاً معنی متعین کرتے وقت قریب ترین اور مروج معنی کو سب سے پہلے اور باقی کو بعد میں درج کیا جاتا ہے۔

تلفظات کا اندراج بھی قواعد وضوابط کے مطابق ہو، تاکہ پڑھنے والا آسانی سے سمجھ سکے۔ ایک لغت نگار پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر لفظ کی مکمل معلومات تحقیق وتنقید کے بعد درج کرے تاکہ ابہام اور غلطی کا اندیشہ کم سے کم ہو۔ گرامر اور صرف ونحو کی تبدیلیوں کے اصول سے واقف ہو۔ تلفظ کے بارے میں بہت محتاط ہو کیونکہ جب بھی کوئی مسئلہ، شبہ یا اختلاف پیدا ہوتا ہے تو لغت کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے۔ گو کہ تلفظ کے حوالے سے ابھی تک کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوا، اگر ہوا ہے تو مکمل طور پر تمام الفاظ کے تلفظ کا احاطہ نہیں کرتا۔ اگر جدید انداز سے لغت مرتب کرنے والے لوگ قدیم لغت نگاری کے اصولوں میں ضروری تبدیلیاں لائیں تو یہ مسئلہ بہت حد تک حل ہو سکتا ہے۔ قدیم لغت نگاروں کے پاس وہ وسائل موجود نہیں تھے جو آج کے دور میں میسر ہیں۔ ان کی لغات پر نظر ثانی کی جہاں اشد ضرورت ہے وہاں اس بات سے انکار نہیں کہ انہوں نے ہمیں ایک سمت دی اور ہم ان کی بنائی ہوئی راہ پر چل کر اسے مزید بہتر بنا سکتے ہیں۔

۶۔ لغت نگاری کی روایت

لغت ہر زمانے اور تقریباً ہر لکھی جانے والی زبان میں کسی نہ کسی صورت میں رائج رہا ہے۔ اس کے محرکات کبھی مذہبی اور کبھی تجارتی رہے ہیں۔ اردو زبان کا زیادہ تر تعلق عربی، فارسی اور انگریزی زبان سے رہا ہے لہٰذا ان زبانوں کی روایت کو بنیاد بنائے بغیر اردو لغت نگاری کے تاریخی ارتقاء کو سمجھنا ممکن نہیں۔

عربوں کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ پہلے پہل بڑے بڑے علماء مثلاً اصمعی، ابو عبیدہ وغیرہ صحرا نشین بدوؤں سے مل کر مختلف موضوعات پر ذخیرہ الفاظ اکٹھا کرتے تھے۔ یہ ذخیرہ ابتدائی طور پر زبانی روایت کی صورت میں چلتا رہا۔ پھر اس کی بنیاد چھوٹے چھوٹے موضوعات کے اعتبار سے رسالے وجود میں آئے مگر باقاعدہ لغت نگاری کے فن سے آگہی نہ تھی۔ مشہور ماہر نحو ولغت خلیل بن احمد (م ۱۷۵ء) کے عہد تک اہل عرب لغت نگاری سے آگاہ نہ تھے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ لغات

سے بے نیاز تھے۔ وہ جن کلمات کے مفہوم سے نا آشنا ہوتے تھے ان کے معنی ومفہوم وہ اہل علم سے دریافت کر لیتے تھے۔ گویا اس دور کے اہل علم وہی کام دیتے تھے جو آج ہم کتب لغت (Dictionaries) سے لیتے ہیں۔

عہد نبوت وخلافت راشدہ میں تفسیر قرآن اور غریب الحدیث کی شرح وتوضیح کیلئے کتب لغت کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں۔ مگر یہ بات بھی مسلم ہے کہ یہ ضرورت اس وقت کے علماء سے پوری کی جاتی تھی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"شعر عربوں کا دیوان ہے۔ جب قرآن کے کسی لفظ کا مفہوم معلوم نہ ہوتا تو اشعار کی طرف رجوع کیا جاتا۔ قرآن کی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو شعروں سے اس کا مفہوم تلاش کیا جاتا۔ اس لئے کہ اشعار عربی ہیں۔" ۳۵

حضرت ابن عباسؓ نے جو کام کیا آج کل کے کتب لغت سے وہی کام لیا جاتا ہے۔ بلاشبہ وہ چلتی پھرتی لغت تھے۔ وہ عربی نوادر اور مفردات سے بخوبی آگاہ تھے اور مہارت لغت ہی کی بناء پر عربی کلمات کی لغوی تشریح کیا کرتے تھے۔ زبان دانی اور مختلف لہجوں میں مہارت کو اس دور میں ایک عظیم اور قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا تھا۔

جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور عجمی اقوام حلقہ بگوش اسلام ہوئیں تو عربی اور عجمی زبانوں کے امتزاج سے عربی زبان بگڑ گئی۔ حتیٰ کہ شہری حلقے بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہری زبان استفادہ واستناد کے قابل نہ رہی۔ اب عربی زبان کے محافظ علماء اس بات کیلئے مجبور ہوئے کہ دیہات میں جا کر خالص اور فصیح عربی سیکھیں جو ہنوز ہر قسم کے اختلاط سے پاک تھی۔ خالص عربی سیکھنے کی ضرورت کے پیش نظر علماء کی ایک بڑی تعداد دیہات کی طرف گئی جن میں علمائے لغت بھی تھے۔ ان علمائے لغت نے پہلے تدوین لغت اور آگے چل کر لغت نویسی کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح عربی زبان میں غیر فصیح اور غلط الفاظ کی شمولیت سے زبان محفوظ کر کے اصل مصادر وماخذ جمع کرنے کی سعی کی گئی۔

عربی زبان کے تحفظ کے سلسلے میں علمائے لغت کی کوششیں جاری رہیں تاہم بعض علماء نے مختصر رسالے اور بعض نے کتابیں مرتب کیں۔ بعض علماء اسے ثواب کا کام تصور کرتے تھے۔ عربی زبان میں تنقید و تحقیق کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ علمائے لغت نے کم از کم راہ راست کی نشاندہی کر دی ہے اور انہوں نے عربی زبان کے تحفظ کے سلسلے میں جس عرق ریزی اور جانکاہی کا ثبوت دیا ہے، دنیا کی کوئی زبان اس کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ یہ محنت و کاوش مختلف گوشوں میں کی گئی ہے مثلاً مفردات کی روایت، قواعد و اصول کی ترتیب و تہذیب، شواہد، مترادف الفاظ میں دقیق لغوی فرق، معرب و دخیل الفاظ کی تحقیق وغیرہ۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ لغت نویسی میں پہل کس نے کی، عربوں نے یا عجمی اقوام نے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربوں سے ایک ہزار سال پہلے آشوریوں کو جب اپنی زبان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ دامن گیر ہوا تو انہوں نے اپنی زبان کے قواعد و مفردات کا اہتمام کیا اور لوگوں کو کتاب لغت سے روشناس کرایا، تاہم ان کی لغت نویسی کی ترتیب عربوں سے مختلف تھی۔ عصر حاضر میں جو جدید علمی انکشاف ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آشوری قدیم عرب ہی تھے۔ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ لغت نویسی کے آغاز کا سہرا قدیم عربوں ہی کے سر ہے۔[۶]

چین میں بھی لغت نویسی کا آغاز عربوں سے پہلے ہوا۔ اہل یونان بھی عربوں سے بہت پہلے لغات سے آشنا تھے۔ یونانیوں کی قدیم ترین لغت وہ ہے جس کو یولیس پولکس (Yulius Pollux) نے مرتب کیا۔ لغت نگاری کے تدریجی مراحل کے حوالے سے لغت نگاری میں عربوں کی اولیت مسلم ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ عربوں نے شروع ہی میں کامل لغت مرتب کر دی تھی۔ پہلے انہوں نے مردوں اور عورتوں کے ناموں پر مشتمل کتب الطبقات مرتب کیں۔ ہر گروہ کو ایک طبقہ قرار دیا اور ان کے سیر و سوانح رقم کیے۔ آگے چل کر عربی لغت نگاری کا دائرہ وسیع ہوا اور ہر فن کے بارے میں ایک لغت مرتب کی گئی بلکہ ایک ہی فن سے متعلق متعدد ڈکشنریاں لکھی گئیں۔ باقاعدہ لغت کی تدوین کے ضمن میں اولین کتاب مشہور و معروف عالم خلیل بن احمد کی "کتاب العین" ہے۔ یہ کتاب

مخارج کے اعتبار سے مرتب کی گئی۔ اس کا پہلا حرف "ع" کا تھا اس لئے اس کا نام "کتاب العین" رکھا گیا۔ خلیل کی "کتاب العین" عربی لغت کی اصل و اساس ہے۔ خلیل نے اسے حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا، مگر اس میں مخارج حروف کی ترتیب کو ملحوظ رکھا۔ یعنی پہلے حلقی حروف اس کے بعد وہ حروف جو زبان سے نکلتے ہیں، پھر دانتوں سے نکلنے والے حروف۔ پھر لبوں سے نکلنے والے۔ کتاب کا آغاز حرف العین سے کیا اور اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔ کہتے ہیں کہ خلیل نے اس ترتیب میں اہل ہند کی پوری پیروی کی کیونکہ سنسکرت کی لغات کو مخارج حروف کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے۔

خلیل کے بعد ابو علی القالی نے علم لغت مرتب کی۔ اس کی تصنیف کا آغاز ۳۳۹ھ میں ہوا۔ القالی نے اپنی کتاب کو حروف الہجاء کی ترتیب سے مرتب کیا۔ اس میں سابقہ تمام کتب لغت کو یکجا کر دیا۔ ہر غریب (نادر) لفظ کے بارے میں بتایا کہ کس عالم سے منقول ہے اور اسناد میں اختصار سے کام لیا۔ یہ کتاب پانچ ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔

ابو علی نے اگر چہ اپنی کتاب کو خلیل کی پیروی میں مخارج حروف کی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ لیکن خلیل نے اپنی کتاب کا آغاز حرف العین سے کیا ہے۔ جب کہ ابو علی کی کتاب ہمزہ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر الہا اور العین ہے۔ ابو علی کی اس تصنیف کو لغت نویسی میں مخترع و مجتہد نہیں کہا جاتا بلکہ اسے خلیل اور مشرقی لغت نویسوں کا مقلد کہہ سکتے ہیں۔

جلال الدین السیوطی نے مختلف کتب لغت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

> "اکثر کتب کے جامعین نے رطب ویابس کو یکجا کر دیا ہے اور صحت کا التزام نہیں رکھا۔ اولین لغت نویس جس نے صحت کا التزام کیا الجوہری ہے۔ اس لئے اس نے اپنی کتاب کا نام "الصحاح" رکھا۔ "الصحاح" کو کتب لغت میں وہی درجہ حاصل ہے جو صحیح بخاری کو کتب حدیث میں۔" [۲۷]

ہمارے قدیم لغت نگاروں نے عربی لغت نویسی کے جو قواعد وضع کئے تھے وہ ہنوز برقرار ہیں اور عصر حاضر تک اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا جا سکا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے لغت نگار اپنے پیش روؤں میں سے کسی نہ کسی کی ہموار کردہ راہ پر گامزن رہے ہیں۔ قدیم لغت نگاروں میں بعض

خصوصیات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں تاہم ان میں سے ہر ایک کچھ نہ کچھ جداگانہ خصوصیات بھی رکھتا ہے۔ ان تمام قواعد کی روشنی میں دو مکتب فکر کے لوگ سامنے آئے ایک وہ اہل لغت جنہوں نے اپنی لغات الفاظ سے قطع نظر معانی و موضوعات کے اعتبار سے مرتب کیں اور دوسرے وہ جنہوں نے اپنی کتاب کو ان حروف کی ترتیب سے مرتب کیا جن سے کلمات کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر ان حروف کی ترتیب میں بھی ان کے یہاں فرق و اختلاف پایا جاتا ہے۔ بایں طور اہل لغت کے صرف دو دبستان فکر قرار پاتے ہیں۔

۱۔ مدرستہ المعانی

۲۔ مدرستہ الالفاظ

اس کے بعد لغت نگاری کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور بکثرت لغت نویس اس راہ پر گامزن ہو گئے۔ ان میں متقدمین بھی تھے، متاخرین بھی اور معاصرین بھی۔ ۳۸

ڈاکٹر عبدالشکور احسن، لغت نگاری کے عنوان سے ادبیات میں عربی اور فارسی کے حوالے سے تفصیل بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ عربی زبان کے ساتھ دوسری زبان جس کا اردو کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے وہ فارسی زبان ہے۔ مغلیہ عہد برصغیر پاک و ہند میں فارسی ادب کا درخشاں دور ہے۔ اس دور میں قدیم روایات میں نکھار پیدا ہوا اور نئی روایات کا آغاز ہوا۔ ایک طرف شعر و شاعری واضح تخلیقی رجحانات کی جھلک نمایاں ہوئی جس نے سبک ہندی کی شکل اختیار کی تو دوسری طرف علمی تصانیف میں تحقیق کا میلان ابھرا، جن میں لغت کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ لغت نویسی میں موضوع کی نوعیت کے پیش نظر مولف کے کام کی حدود متعین ہوتی ہیں، لیکن ان حدود کا پابند رہ کر بھی لغت نویس جامعیت پسندی، ذہنی اپج اور تحقیقی شعور سے لغت نگاری کا معیار بلند کر سکتا ہے۔ چنانچہ تخلیقی ادب و فن کے ساتھ ساتھ لغت نگاری میں تحقیقی روش کو تقویت ملی۔ اس فن کی تدریجی ترقی اس دور کے عام ترقی پذیر رجحانات کی ایک روشن مثال ہے۔ جس طرح مقامی روایات نے اس دور کے ادب میں نئے رنگ بھرے اسی طرح فرہنگ نویسی بھی مقامی تقاضوں سے متاثر ہوئی۔ شعراء ادبا کی طرح بعض فرہنگ نویسوں نے بھی اس دور کی ادبی تخلیقات میں انفرادیت پیدا کی۔ جس نسبت سے مغل شہنشاہوں کی بے مثال

سرپرستی اور فیاضی نے برصغیر پاک و ہند کے فارسی ادب کو غیر معمولی وسعت بخشی اور شعر و شاعری نے دربار مغلیہ میں عدیم النظیر آب و تاب حاصل کی، اسی نسبت سے یہاں دل دادگان فارسی کی سہولت اور رہنمائی کیلئے فرہنگ نویسی کو غیر معمولی فروغ ہوا۔ برصغیر کے فارسی خوان طبقے پر مشکل الفاظ و اصلاحات کے معانی باریک و لطیف پہلو واضح کرنے کیلئے جامع فرہنگوں کی ضرورت تھی۔ ماہرین زبان نے کام کی اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر اس کی طرف مناسب توجہ دی اور اس میدان میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ اہل ایران نے بھی ان کے آثار کو اپنے لئے قابل تقلید سمجھا ہے۔

اس دور میں فرہنگ نویسی کی روایت شعر و ادب کی مانند دور دور تک پھیلی۔ علم و ادب کی سرپرستی دارالحکومت تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ صوبائی صدر مقام اور جنوبی ہندوستان کے مختلف سیاسی مراکز بھی دہلی کی طرح ارباب علم و فن کی سرپرستی میں مصروف تھے۔ برصغیر کی فارسی زبان ہونے کی وجہ سے فارسی مادی اعتبار سے بھی ترقی کا وسیلہ تھی۔

زبان کے نئے میلانات نے ارباب علم و دانش کو چوکنا کیا اور اصالت زبان کے تحفظ کی خاطر وہ لغت نگاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ لغت میں یہ دلچسپی صرف فضلاء کے طبقے تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ بعض مغل بادشاہوں مثلاً اکبر اور جہانگیر نے اس طرف خاص طور سے توجہ مبذول کی اور لغت کی تحقیق میں بنیادی طور پر فارسی زبان و ادب کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ فارسی زبان کی نشوونما میں تحقیق کی تمام کوششوں اور بامحاورہ زبان کے تحفظ کے تمام اقدامات کے باوجود نئے ماحول میں فارسی مقامی اثرات سے محفوظ نہ رہ سکی تھی۔ اس کے تلفظ و معانی میں ایک نمایاں تبدیلی واقع ہوئی جس نے فارسی کے دامن کو وسیع کیا۔ اس دور کی فرہنگوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ فتح الکتاب از ابو الخیر بن سعد الانصاری، اکبری دور کی ایک نادر فرہنگ جو ۱۵۸۳ء کو تالیف ہوئی۔

۲۔ فرہنگ شیر خانی از شیر خان سور یہ عام شعری فرہنگوں کی طرح ایسے الفاظ و عبارات کا مجموعہ جن کی ضرورت شعراء یا شعر دوست کو پیش آتی ہے۔ سن ۱۵۴۸ء/ ۹۵۵ھ میں تالیف ہوئی۔

۳۔ ابوالفضل کی مجموعہ اللغات، ۱۵۸۶ء میں تالیف ہوئی۔ اس کا نامکمل خطی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

۴۔ عبدالکریم کی انیس الشعراء، ۱۵۹۰ء میں تالیف ہوئی۔ اس کا مقصد بھی شعرا کیلئے بعض اہم کلمات اور ان کے معنی فراہم کرنا تھا۔

۵۔ مدارالافاضل از الہ داد فیضی سرہندی ۱۵۹۳/۱۰۰۱ھ میں اکبر کے عہد حکومت میں تالیف ہوئی۔ یہ لغت عربی، فارسی اور ترکی زبان پر مشتمل ہے۔

۶۔ فرہنگ جہانگیری۔ یہ فارسی کی مشہور فرہنگ ہے اس سے پہلے دور کی تمام فرہنگوں سے زیادہ جامع اور ضخیم ہے۔ اسے عضدالدولہ میر جمال الدین حسین انجو شیرازی نے مرتب کیا۔ وہ یہ کام اکبر کی زندگی میں مکمل نہ کر سکا۔ آخر جہانگیر کے عہد میں ۱۶۰۸ء میں مکمل کیا۔ اس میں نہ صرف شعری مفہوم ہے بلکہ تحقیق میدان قدیم فارسی الفاظ کی جمع آوری کا محرک بھی ہے جو اس سے پہلے کسی فرہنگ میں نہیں ملتے۔ اس تحقیق سے نہ صرف اس کی خصوصیت میں اضافہ ہوا بلکہ فرہنگ نویسی کا معیار بھی بلند ہوا اور اس میدان میں نئی روایت لغت بھی قائم ہوئی۔

۷۔ درورنی از علی یوسفی شیروانی، ۱۶۰۹ء میں تالیف ہوئی۔ اس میں قدیم فرہنگوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۸۔ چہار عنصر دانش، امان اللہ حسینی نے جہانگیر عہد حکومت میں ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء میں تالیف کیا۔

۹۔ برہان قاطع، محمد حسین تبریزی کا مشہور لسانی کارنامہ ہے جو ۱۷۲۵ء میں حیدرآباد دکن میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ برہان قاطع کو برصغیر پاک و ہند اور ایران میں بے مثال مقبولیت حاصل ہوئی۔ برہان قاطع کی تالیف کے تقریباً ایک سو سال بعد سراج الدین علی خان آرزو نے "سراج اللغات" میں اس پر بعض

اعتراضات کئے اور اس کی اغلاط پر تبصرہ کیا۔ اس کے بعد مرزا غالب نے تنقید کی۔ ایک عرصہ تک اس کڑی تنقید کی وجہ سے برہان قاطع اور مرزا غالب کے عقیدت مندوں میں ادبی اختلاف رہا۔ برصغیر کے مسلمان فارسی زبان کی باریکیوں اور نزاکتوں سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ فارسی فرہنگ نویسی میں ایسی بے پایاں علمی دلچسپی اور رچے ہوئے ذوق کا مظاہرہ پہلے کبھی نظر نہیں آیا۔

۱۰۔ فرہنگ رشیدی، فارسی کی مایہ ناز فرہنگ برصغیر کے بلند مرتبہ دانشور عبد الرشید ۱۶۵۳ء میں تالیف ہوئی۔ یہ فارسی لغت نگاری کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۱۔ بحر اللغات، شیخ حسین چشتی مقرب خان کی درخواست پر ۱۶۵۹ء کو مرتب کی گئی تھی۔

۱۲۔ اشہر اللغات، ۱۶۷۰ء میں تالیف ہوئی۔

۱۳۔ لغات عالمگیر، فاضل محمد دہلوی نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں تالیف کیا۔ اس میں عربی الفاظ کی طرف نسبتاً زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ ۹ے

مجموعی طور پر یہ دور فارسی فرہنگ نویسی کے عروج کا دور ہے۔ اس زمانے میں تحقیق اور تنقید نے مل کر اس فن کو ایک نیا مفہوم بخشا اور اس کے دائرہ عمل کو وسیع کیا۔ اس دور کی فارسی کی فرہنگیں برصغیر پاک و ہند ہی میں لکھی گئیں۔

اردو میں لغت نویسی کی جانب اولین کوشش فضل الدین محمد بن قوام نے کی جنہوں نے آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) میں بحر الفضائل فی منافع الافاضل تالیف کی۔ یہ فارسی لغت ہے لیکن آخر میں ایک باب شامل کر دیا گیا جس میں ہندی شاعری میں مستعمل ہندی الفاظ کو درج کیا گیا ہے۔

اسی طرح ضیاء الدین خسرو کی خالق باری بھی ہے جسے عام طور پر حضرت امیر خسرو سے منسوب کیا

جاتا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک اور کوشش انشاء کی دریائے لطافت ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کے الفاظ میں:

"انشا پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو زبان، اس کی لغت اور محاورے اور اس کی صرف ونحو پر غور کیا۔ ان کی دریائے لطافت بے مثال کتاب ہے جو ان کی لسانی قابلیت، وسعت نظر اور ذوق صحیح پر شاہد ہے۔ اگرچہ اس کتاب کو لغت کے ذیل میں شریک نہیں کیا جا سکتا لیکن اس میں زبان کی لغت کا بہت کچھ سامان ہے اور اردو کی کوئی لغت اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔"[۲۰]

ایک ایسی کتاب جسے اردو کا پہلی باقاعدہ لغت قرار دیا جاتا ہے وہ عبدالواسع ہانسوی کی غرائب اللغات ہے۔ یہ بنیادی طور پر فارسی داں طبقہ کو نئی زبان سمجھنے اور اس کی تفہیم میں درپیش مشکلات کو دور کرنے کیلئے تھی۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق:

"اردو میں لغت نگاری کی تاریخ کے سلسلے میں غرائب اللغات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں، خصوصاً تقدم زمان کی وجہ سے اس کو جو اہمیت حاصل ہو گئی ہے اس کو کسی طرح گھٹایا نہیں جا سکتا۔ درحقیقت ہانسوی کی اس کتاب میں وہ سب خصوصیتیں موجود ہیں جو کسی اچھے فن میں ہوا کرتی ہیں۔"[۲۱]

فن لغت نویسی کی تاریخ میں واحد الدین بلگرامی بھی خصوصیت اہمیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے ۱۸۳۷ء میں نفائس اللغات تالیف کی۔ اس سے اگرچہ لغت نویسی میں کسی نئے باب کا اضافہ نہیں ہوتا، تاہم یہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں اردو کی فارسی تشریح کے ساتھ عربی مترادفات بھی دیئے ہیں۔

برصغیر میں عربی اور فارسی لغت نگاری کے اشتراک سے اردو لغت نگاری کا آغاز ہوا اور قواعد کی کتابیں لکھی جانے لگیں مگر اردو کا باقاعدہ کوئی لغت مرتب نہ ہو سکا۔ "دریائے لطافت" کو صرف ونحو کی قدیم اور مشہور کتاب سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد گرامر کی کتابیں تالیف ہوئی۔ اٹھارہویں صدی کے اختتام پر برصغیر میں مغلیہ سلطنت کمزور ہوئی تو تاریخ کا دھارا بھی بدلا جس نے معاشی

مسائل کو جنم دیا اور زندگی میں نئے بحران اور خیالات پیدا ہوئے۔ اسی دوران ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے اور اس نئے ماحول میں ہندوستانی مزاج کی زندگی سے مطابقت پیدا کرنے اور اپنے قدم جمانے لگے۔ مقامی حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے انگریزوں نے تجارت سے زیادہ نظام حکومت پر توجہ دی اور زندگی کے مختلف شعبوں میں دخل اندازی شروع کی۔ ہندوستان کی زبان سے عدم واقفیت ان کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھی جس کے پیش نظر انہوں نے تعلیمی پالیسی میں گہری دلچسپی لینا شروع کی۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں اپنا کام شروع کیا اور وقت گزرنے پر ان کا دائرہ اختیار وسیع ہوتا گیا۔ وہ نہ صرف تعلیم بلکہ مذہب میں بھی مداخلت کرتے رہے۔ کاروباری روابط اور مذہبی تبلیغ کیلئے زبان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ قواعد اور لغت کی کتابوں کی تالیف کا مقصد اس زبان کو سیکھنا تھا جو پورے ملک میں عام طور پر سمجھی جاتی تھی۔ ۱۷۴۴ء میں پادری بنجمن شلزے نے قواعد کی کتاب "ہندوستانی گرامر" کے نام سے لکھی اور ۱۷۴۸ء میں انجیل کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کے بعد اردو حروف اور رسم الخط پر چھوٹے چھوٹے مضامین لکھے جاتے رہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی میں گل کرائسٹ نے بھی ۱۷۸۳ء میں یہاں کی زبان میں غیر معمولی دلچسپی لی اور نہ صرف زبان کو سیکھا بلکہ بول چال، قواعد، لغت وغیرہ جیسی کتابوں کو انگریزی اور اردو میں تالیف بھی کیا چند اہم کتابیں یہ ہیں:

۱۔ ہندوستانی ڈکشنری، ۱۷۹۰ء

۲۔ ہندوستانی گرائمر، ۱۷۹۶ء

۳۔ اورینٹل لنگوئسٹ، ۱۷۹۸ء

۴۔ قصص مشرقی، ۱۸۰۳ء

۵۔ رہنمائے زبان اردو، ۱۸۰۳ء

۶۔ قواعد اردو اور انگریزی بول چال، ۱۸۲۰ء

انیسویں صدی میں ٹیلر، روبیک، شیکسپیئر، فاربس اور فیلن نے بھی ایسے لغت تیار کئے جو قابل تحسین ہیں۔ ان کے لغت بنیاد کا کام دیتے ہیں۔ اردو ادب کی تنقیدی تاریخ میں سید احتشام حسین

لکھتے ہیں:

"انیسویں صدی میں اور بہت سے انگریزوں نے زبان پر کام کیا اور ایسے لغت تیار کیے جو آج بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس خصوص میں ٹیلر، روبک، شیکسپیئر، فاربس اور فیلن کے نام قابل ذکر و لائق احترام ہیں۔ جو بھی ہندوستانی زبان کی لغت پر کام کرے گا اسے ان مصنفین کے کارناموں سے بڑی مدد ملے گی۔ ان میں فیلن نے چار لغت تیار کیے۔ اس کام میں ان کے مددگار لالہ فقیر چند، لالہ چرنجی لال، ٹھاکر داس، لالہ جگو ناتھ اور مسٹر واٹنگ تھے۔ فیلن نے دلی کے مولوی کریم الدین کے ساتھ مل کر شعراء کا ایک تذکرہ بھی لکھا جس کا زیادہ تر حصہ فرانسیسی فاضل گارستان دتاسی کی تصنیف پر مبنی تھا اس طرح بہت سے یورپین علماء اور مصنفین نے اردو کو ہندوستان کی قومی زبان اور اس کے ادب کو دلچسپ سمجھ کر اس میں تصنیفات کیں۔"[۳۴]

انیسویں صدی آنے سے پہلے ہی ہندوستان کے بڑے حصے پر انگریزی اقتدار کا سایہ منڈلانے لگا تھا۔ مغل شہنشاہ شاہ عالم نے بنگال اور بہار کی مال گزاری وصول کرنے کا اختیار ایسٹ انڈیا کمپنی کو سونپ دیا تھا اور ان کیلئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ یہاں کی زبانیں سیکھیں جس سے انہیں حکومت کرنے میں سہولت ہو۔ جو انگریز کمپنی کے ملازم تھے ان کیلئے ہندوستان کی زبان سیکھنے کا کوئی مناسب انتظام نہ تھا۔ لارڈ ولزلے نے کمپنی کے ڈائریکٹروں سے اجازت لے کر ۴ مئی ۱۸۰۰ء کو کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کا افتتاح کیا۔ اس کالج کا مقصد یہ تھا کہ نئے انگریز ملازمین کو ہندوستانی زبانوں کی تعلیم دی جائے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سارے ملک میں ہندوستانی رائج ہے تو انہوں نے اردو کی طرف توجہ کی۔ انگریزوں نے جو کام اردو کیلئے کیا اس کی اہمیت اپنی جگہ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ انگریزوں کا مقصد اردو ادب کا فروغ نہ تھا بلکہ اپنے مقصد کے حصول میں آسانی کیلئے زبان سیکھنا تھا۔ مقصد کچھ بھی ہو مگر کام قابل تحسین ہے جو فورٹ ولیم کالج کے قیام کی صورت میں عمل میں آیا۔

برصغیر پاک و ہند میں سیاسی، فکری اور ادبی تاریخ انیسویں صدی میں ایک سنگ میل کی حیثیت

رکھتی ہے اس صدی میں جہاں تک زبان اور زبان دانی کا تعلق ہے، اردو قواعد، اردو لغت اور تاریخ زبان اردو پر خاص توجہ دی گئی۔ ان موضوعات پر بہت سا کام برطانوی حکومت نے اپنی انتظامی مجبوریوں کے باعث شروع کرایا لیکن جب انگریز ماہرین لسانیات کی کتابیں شائع ہوئیں اور ان کو ملک کے علمی حلقوں میں سراہا گیا تو برصغیر کے اہل قلم نے بھی انہی خطوط پر سوچنا شروع کیا اور چند سالوں میں متعدد یادگار کتابیں مرتب کیں۔

قواعد اور تاریخ زبان کے علاوہ اس زمانے میں اردو لغت نویسی پر چند حضرات نے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں جن میں سید محمد دہلوی نے ۱۸۵۱ء میں دہلی سے "مفتاح اللغات" سورج مل نے ۱۸۷۳ء میں پٹنہ سے "ہندوستانی لغات" سید عبدالفتاح نے "اشرف اللغات" اور تاریخ کی "نفس اللغۃ" مرزا مچھو بیگ عاشق لکھنوی کی "بہار ہند" ضامن علی جلال لکھنوی کی "تنقیح اللغات" امیر احمد مینائی کی "امیر اللغات" اور مولوی سید احمد دہلوی کی "فرہنگ آصفیہ" شامل ہے۔ اس کے بعد اردو لغت نویسی کے حوالے سے وقتاً فوقتاً کام ہوتا رہا۔ پچھلی تمام لغات کو بطور نمونہ سامنے رکھا جاتا ہے اور نئے طرز کے لغات بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

زبان جوں جوں ترقی کے مراحل سے گزرتی ہے تو لغات میں بھی نئے الفاظ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے نئے سرے سے انہیں مرتب کیا جاتا ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ان اضافوں کو شامل لغت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تحقیق میں کوئی بھی بات حرف آخر نہیں ہوتی اس لئے مزید تحقیق اور اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو لغت میں بھی یہ اضافے جاری وساری ہیں اور رہیں گے۔

حواشی

۱۔ جوش ملیح آبادی، آدمی نامہ، مشمولہ الہام وافکار، مکتبہ جوش اکیڈمی، کراچی، باراول، ۱۹۶۶ء ص ۱۵۶

۲۔ قرآن مجید، سورۃ الرحمٰن، آیت نمبر ۳،۴

۳۔ زبان کا ارتقاء، خلیل صدیقی، زمرد پبلیکیشنز، کوئٹہ، اشاعت دوم، ۲۰۰۰ء

۴۔ زبان اور اردو زبان، فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، حلقہ نیاز و نگار، کراچی، ۱۹۹۵ء

۵۔ پنجاب میں اردو، محمود شیرانی، حافظ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ۱۹۹۸ء

۶۔ آب حیات، محمد حسین آزاد، مولانا، شیخ مبارک علی تاجران کتب لاہور ۱۹۵۳ء

۷۔ دریائے لطافت، انشاء، مترجم کیفی دہلوی، ص ۳۵۳

۸۔ لسانیات پاکستان، عبدالحمید، سندھی، میمن، طبع اول، ۱۹۹۲ء

۹۔ ادب ولسانیات، صدیقی، ابواللیث، اردو اکیڈمی، سندھ، ۱۹۷۰ء، ص ۲۴۷

۱۰۔ تاریخ ادب اردو، جمیل جالبی، ڈاکٹر، جلد اوّل، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء

۱۱۔ فرہنگ اقبال (فارسی)، نسیم امروہوی، اظہار سنز لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۲۔ قومی انگریزی اردو لغت، جمیل جالبی، ڈاکٹر، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء

13- A Dictionary of Urdu Classical Hindi and English, John. T.Platts, Oxford University Press, 1885.A.D.

14- The New Lexicon Websters Dictionary of the English language, Lexicon Publishers, INC. New York, 1989. A.D

۱۵۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، مطبوعہ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، باراوّل ۱۹۶۲ء

۱۶۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم، ۱۹۸۷ء

17- English & English and Urdu Dictionary Ferozsons (Pvt)Ltd. Lahore.

18- The Oxford English Urdu Dictionary, Shanul Haq Haqqee, 2005.

19- Random House Webster`s Collage dictionary with CD-ROM, Random house Reference New York Toronto, London, Sydney, Auckland, 2005.

20- A Dictionary of Urdu Classical Hindi and English, John. T.Platts, Oxford University press, 1885. A.D.

21- The New Lexicon Websters Dictionary of the English language, Lexicon Publishers, INC. New Yord, 1989. A.D.

۲۲۔ قومی انگریزی اردو لغت، جمیل جالبی، ڈاکٹر، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء

23- Every Man`s Encycopedia, Volume 6. London and Toronto J.M. Dent & Sons Ltd, March 1931, A.D.

24- Dictionary Urdu and English by Duncan Forbes 11-D Alis Kamran Publisher LHR 1986, Page No. 537

25- Practical Dictionary (English to English & Urdu) The Kitabistan Publication LHR. Page No. 298

26- Concise English to English and Urdu, Ferozsons (Pvt.) Ltd, LHR, 1989,1991, A.D. Page No.118

27- Oxford advanced Learner`s Dictionary A.S. Horn by Oxford University Press. 1983. A.D. Page.504

۲۸۔ نوادر الالفاظ، مولفہ سراج الدین علی خان آرزو، مرتب، ڈاکٹر سید عبداللہ، ۱۹۵۱ء

۲۹۔ ضیاء الدین، محمد، ڈاکٹر، اردو فرہنگ نویسی کا تحقیقی جائزہ، مشمولہ مجلہ غالب، جنوری ۱۹۸۸ء، جلد نمبر ۹، شمارہ نمبر ۱

۳۰۔ اردو کی دولسانی لغات، ایک جائزہ، حنیف کیفی، ڈاکٹر، مشمولہ لغت نویسی کے مسائل، مرتبہ گوپی چند نارنگ، ماہنامہ کتاب نما، جامعہ نگر نئی دہلی، ۱۹۸۵ء

۳۱۔ فرہنگ اقبال فارسی، م، ولف و مرتب نسیم امروہوی، حضرت، مع مقدمہ، ہلال نقوی، ڈاکٹر، اظہار سنز، لاہور، ۱۹۸۹ء

۳۲۔ اردو کی دولسانی لغات، ایک جائزہ، حنیف کیفی، ڈاکٹر، مشمولہ لغت نویسی کے مسائل، مرتبہ گوپی چند نارنگ، ماہنامہ کتاب نما، جامعہ نگر نئی دہلی، ۱۹۸۵ء

۳۳۔ روح اقبال، یوسف حسین، خان، ڈاکٹر،

۳۴۔ فرہنگ اقبال فارسی، نسیم امروہوی، حضرت، اظہار سنز، لاہور، ۱۹۸۵ء

۳۵۔ تفسیر ابن جریر، Goldziher: مذاہب التفسیر الاسلامی (عربی ترجمہ)، ص ۸۹ تا ۹۰، مشمولہ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۰ء

۳۶۔ الجوہری، الصحاح، مقدمہ، ص ۳۰، بحوالہ حضارۃ بابل و آشور، ص ۱۳۱ تا ۴۷، مشمولہ، اردو معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب لاہور، طبع اوّل، ۱۹۸۰ء

۳۷۔ المزہر ا: ۹۷، مشمولہ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۸۰ء

۳۸۔ علم اللغہ، غلام احمد، حریری، مشمولہ، اردو دائرہ المعارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۸۰ء

۳۹۔ لغت نگاری، عبدالشکور، احسن، ڈاکٹر، مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان،

۴۰۔ مقدمہ، جدید اردو لغت، اردو سہ ماہی، کراچی، جنوری، اپریل ۱۹۵۹ء ص ۱۹

۴۱۔ مقدمہ، نوادر الالفاظ، علی خان، سراج الدین، آرزو، مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ، انجمن ترقی اردو، پاکستان، طبع دوم، ۱۹۹۲ء

۴۲۔ اردو ادب کی تنقیدی تاریخ، احتشام حسین، سید، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، پانچواں ایڈیشن، ۲۰۰۳ء

☆☆☆

باب دوم:

لغت کے ابتدائی آثار

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ لغت نویسی کا آغاز زبان کے ارتقاء کے ساتھ عمل میں آیا۔ ہر زبان میں تہذیبی، مذہبی، تجارتی ضروریات کے تحت تبدیلیاں ہوتی رہیں اور ان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا رہا۔ کیونکہ جو زبان ارتقاء پذیر ہوگی اس کے ذخیرہ الفاظ کا اضافہ لغت کی ضرورت بنے گا۔ اسی طرح اردو زبان کے الفاظ ابتدائی طور پر عربی، فارسی اور انگریزی کے ساتھ مل کر لغت کا حصہ بنے۔

ہندوستان میں بھی سیاسی، سماجی، تہذیبی، تجارتی ضرورت کے پیش نظر پہلے مسلمان اور پھر انگریز جب برصغیر میں وارد ہوئے تو ان کی آمد اردو لغت نویسی کی ابتداء اور ارتقاء کا سبب بنی۔ ایک طرف عربی اور فارسی کے روایتی لغت نے اردو لغت نویسی کی بنیاد ڈالی تو دوسری طرف مستشرقین کی ہندوستان آمد نے اسے جدید تقاضوں سے ہم کنار کیا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ''مقدمہ نوادر الالفاظ'' میں لکھتے ہیں:

> ''اردو لغت نویسی کے اولین نقوش کی تلاش کی ابتداء عربی میں قبل ظہور اسلام کی شاعری اور ظہور اسلام کے بعد کے ابتدائی عہد کے عربی ادب میں خاصی تعداد میں پائے جانے والے ہندوی الفاظ یا ان کی معرب شکلوں سے کی جا سکتی ہے۔ اس طرح قرآن میں مسک، زنجبیل اور کافور جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ صرف ایرانی بلکہ عرب سیاحوں مثلاً سلمان تاجر (۲۳۷ھ) اور ابوزید حسن ایرانی (۲۶۴ھ) کے سفرناموں اور دیگر عربی تحریروں میں نارجیل، دیپ، جرز، (گجر) طاقن (دکن)، صندل (چندن) جیسے الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔''

ہندوستان میں فرہنگ نویسی کا سلسلہ علاؤ الدین خلجی (۶۹۵، ۷۱۵ھ) کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے مشہور شاعر مولانا فخر الدین قواس غزنوی اس فن کی بنیاد ڈالتے ہیں اور ان کا

"فرہنگ نامہ" اس ملک کا پہلا ثمرنورس شمار ہوتا ہے۔ یہ تالیف اگرچہ حجم میں نہایت مختصر ہے اور ایک رسالے سے زیادہ بڑی نہیں لیکن اس کے معتبر اور مستند ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ عہد اکبری سے قبل تک اکثر و بیشتر فرہنگوں کا ماخذ رہی ہے۔ خصوصاً "شاہ نامہ" کے لغات کیلئے فرہنگ نامے کے بعد دوسرا نمبر "دستورالافاضل" مولفہ "رفیع حاجب خیرات" کا آتا ہے جو ۷۷۳ھ میں بہ عہد فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ء-۷۹۰ھ) تالیف ہوئی۔ اس کے بعد قاضی بدرالدین دہلوی المعروف بدھاروال کی فرہنگ "اداۃ الفضلا" تصنیف ۸۲۲ھ قابل ذکر ہے۔ چوتھا نمبر "بحر الفضائل" کا ہے۔ "بحر الفضائل" بنیادی طور پر عربی فارسی کی لغت ہے لیکن آج اس کی اہمیت "باب چہارم" کی وجہ سے ہے جس میں ان ہندوی الفاظ کو جمع کیا گیا ہے جو فارسی شاعری میں استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ "باب چہارم" کا عنوان "درالفاظ ہندوی کہ در نظم بکار آید" قائم کیا گیا ہے۔ لغت کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ مصنف نے اسے مرتب کرتے وقت ہندوی علوم وفنون، اصطلاحات اور مختلف چیزوں کے مروج ناموں کو ذہن میں رکھا ہے۔ ایک فصل میں ہندوستان کے پھولوں کے نام دیئے گئے ہیں۔ ان میں اکثر اردو زبان میں مستعمل ہیں۔ حافظ محمود شیرانی کے بقول "بلخی" نے ڈھائی سو سے زیادہ ہندی الفاظ فارسی و عربی الفاظ کی تشریح کی غرض سے اپنی تالیف میں داخل کیے ہیں۔ ان میں نصف سے زائد ایسے ہیں جو آج بھی اردو میں بغیر کسی تغیر وتبدل کے بعینہ رائج ہیں۔ جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اردو زبان ہمارے مزعوم نظریے کے برخلاف مغلیہ عہد سے بہت قدیم ہے۔ مولوی عبد الحق کے بقول مولانا فضل الدین محمد قوام کی تصنیف "بحر الفضائل فی منافع الافاضل" ہے جو آٹھویں صدی ہجری میں لکھی گئی۔ اس کے آخر میں ایک باب ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے ہندی کے وہ الفاظ لکھے ہیں جو ہندی شاعری میں استعمال ہوتے ہیں لیکن انہیں اردو زبان کی لغت سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح "خالق باری" جو امیر خسرو سے منسوب ہے، لیکن درحقیقت عہد جہانگیری کی کتاب ہے۔ اس نوع کی اس سے قبل اور بعد میں متعدد کتابیں لکھی گئیں لیکن ان کا مقصد مبتدیوں کو فارسی سکھانا تھا۔ ان کو لغت کی کتابیں کہنا صحیح نہیں۔ قاضی خان ملا بدر محمد دہلوی کی "اداۃ الفضلا" اور قوام الدین ابراہیم فاروقی کا شرف نامہ جو نویں صدی کی کتابیں، ان میں صرف اتنا کیا ہے کہ بعض

چنانچہ وارث شاہ بھی اپنی تالیف "ہیر رانجھا" میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔

اک نظم دے وِرس ہر کرن پڑھدے نام حق تے خالق باریاں نی
گلستان، بوستان نال، بہار دانش طوطی نامہ تے رازق باریاں نیں[۲۱]

اگر "خالق باری" امیر خسرو کی تصنیف ہوتی تو صورت حال بالکل مختلف ہوتی۔ اس عہد سے لے کر سینکڑوں کتابیں اب تک اس کی تقلید میں لکھی جاتیں۔ شارح اس کی شرحیں لکھتے، اہل لغات اس سے استفادہ کرتے اور یہ کتاب مختلف فیہ لغات کیلئے ایک سندی ماخذ بن جاتی۔ بہت کم لوگ واقف ہیں۔ جس محنت اور مشکلات کے ماحول میں آٹھویں، نویں اور دسویں قرن ہجری کے ہندی فرہنگ نگاروں نے اپنی کتب لغات ترتیب دی ہیں۔ وہ ادنیٰ ادنیٰ شرحوں سے لغات جمع کرتے ہیں۔ کتابوں کے حواشی سے الفاظ لیتے ہیں، استادوں سے پوچھ رہے ہیں۔ خطوط واقعات سے استناد کر رہے ہیں، وغیرہ۔ اگر امیر خسرو اتنا بڑا مجموعہ لغات اپنی یادگار چھوڑ جاتے جو، کہا جاتا ہے کئی ہزار اشعار اور کئی جلدوں پر مشتمل تھا، تو کیا یہ فرہنگ نگار جو ایک درجن سے زیادہ ہیں، اس سے استفادہ نہ کرتے؟ یہ خیال کرنا کہ محض اتفاقیہ یہ کتاب اس کے ہاتھ نہیں، لگی بے حقیقت معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کتاب کو داخل نصاب مانا جاتا ہے۔ اس لئے شروع ہی سے ان کی واقفیت اس سے ضروری تھی۔ یے اردو کے ابتدائی اور منظوم لغات کے بارے میں تاحال ان امور پر اتفاق رائے نہیں ہو پایا کہ "خالق باری" یا "حفظ اللسان" امیر خسرو کی تصنیف ہے یا عہد جہانگیر کے ایک شخص ضیاء الدین خسرو کی اور یہ کہ پہلی لغت "خالق باری" قرار دی جائے یا "لغات گجری" حافظ محمود شیرانی "خالق باری" کو امیر خسرو کی تخلیق کی بجائے عہد جہانگیری سے منسوب کرتے ہیں۔ مولوی عبدالحق بھی اسی رائے پر اتفاق کرتے نظر آتے ہیں۔ اگرچہ شمالی ہند میں اردو لغت نویسی کی ابتداء ان نصاب ناموں کی صورت میں دسویں صدی ہجری کے نصف اول (قصیدہ در لغات ہندی ۹۵۰ھ) سے ہوئی اور فارسی لغات میں کہیں کہیں فارسی الفاظ کے اردو مترادف بھی دیئے جاتے تھے۔ جیسا کہ آٹھویں صدی ہجری (۷۹۰ھ) کی فارسی لغت "بحر الفضائل فی منافع الافاضل" کے بارے میں سابقہ اوراق میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ "ادات الفضلا" مولفہ قاضی خان ملا بدر محمد دہلوی، "شرف نامہ" قوام الدین ابراہیم فاروقی اور "موید الفضلا"

بھی ملتی ہے۔ جس میں ہندی الفاظ شامل ہیں لیکن انہیں باقاعدہ اردو لغت نویسی کے سلسلے سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ان سے صرف اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں ہندی الفاظ مختلف لغات میں استعمال ہوتے رہے ہیں۔

اردو لغت نویسی کا دوسرا مرحلہ عہد عالمگیری میں اردو۔ فارسی لغت نویسی سے شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں مورخین، محققین، ناقدین ایک ہی بات پر متفق ہیں کہ ملا عبدالواسع ہانسوی کی "غرائب اللغات" سے پہلے اردو۔ فارسی لغت نویسی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کہیں کہیں فارسی الفاظ کے اردو مترادف موجود ہیں۔ مگر باقاعدہ طور پر عبدالواسع ہانسوی کی "غرائب اللغات" ہی سے شروع ہوتا ہے۔ مولوی عبدالحق "لغت کبیر اردو" میں لکھتے ہیں۔

> "پہلی کتاب جسے ہم اردو کی ابتدائی لغت کہہ سکتے ہیں، وہ ملا عبدالواسع ہانسوی کی کتاب غرائب اللغات ہے۔ اس کا مقصد فاضل مصنف نے خود بیان کیا ہے کہ اس بات کا عذر کیا ہے کہ فرصت کم تھی اور کتب لغات میسر نہ تھیں، شرحوں اور فرہنگوں پر غور کرنے کا موقع نہ ملا...... یہ بات قابل غور ہے اور فاضل مولف کے صحیح ذوق پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے صرف وہی الفاظ نہیں لکھے جو لغت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ بلکہ ان الفاظ کو بھی داخل کیا ہے جو زبانوں پر جاری تھے، بول چال میں آتے تھے۔ چنانچہ کتاب کے مطالعہ سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ جو لفظ جس طرح بولا جاتا ہے اسے اسی طرح لکھا ہے گو وہ اصل کی رو سے غلط ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً وہ "آتا دہ" لکھتے ہیں۔ "آتابہ" نہیں لکھتے، کیونکہ ان کے زمانے میں یہ لفظ یوں نہیں بولا جاتا تھا اور اب بھی بعض مقامات میں بول چال میں یوں نہیں بولا جاتا۔"[۸]

ڈاکٹر سید عبداللہ "نوادر الالفاظ" کے مقدمہ میں "غرائب اللغات" کو غایت اور مقصد کے اعتبار سے اردو کا لغت قرار نہیں دیتے مگر اسلوب اور قاعدے کے لحاظ سے اردو کا پہلا فرہنگ قرار دیتے

ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی لسانی اہمیت کی پیش نظر زبان اردو کا کوئی محقق اور طالب علم اسے نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ اس کتاب میں جو خصوصیتیں موجود ہیں وہ کسی بھی شخص کی تصنیف کے ابتداء میں ہوا کرتی ہیں، جو بعد میں آنے والوں کو راستہ دکھاتی ہیں مگر تحقیق وصحت کے اعتبار سے غرائب کو بلند پایہ تصنیف قرار نہیں دیتے تاہم ''غرائب اللغات'' کی خصوصیت یوں بیان کرتے ہیں:

''غرائب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اردو الفاظ ہریانی تلفظ اور لہجے کے تابع ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خان آرزو، نوادر الالفاظ میں غرائب کی تنقید کرتے وقت ہانسوی کے گنواری لہجے اور تلفظ پر شدید اعتراض کرتے ہیں۔ ایسے الفاظ جو خاص ہریانہ سے مخصوص ہیں، غرائب میں خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ مثلاً آگل یا اگل بجائے بینڈا (چوبے کہ در پیش در اگلند تا زو باز نشود)۔''[۹]

ان تمام خوبیوں اور خامیوں کے باوجود ڈاکٹر سید عبداللہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں شمالی ہندوستان میں زبان کی جو حالت تھی اس حوالے سے ''غرائب اللغات'' کو تاریخ زبان اردو کے محققین کیلئے اہم قرار دیتے ہیں اور لسانی مطالعہ کے سلسلے میں بھی بہت مفید گردانتے ہوئے کہتے ہیں کہ نوادر الالفاظ ایک اعلیٰ درجے کی محققانہ اور ناقدانہ تالیف ہے جو نہ صرف زبان اور لغت کے اعتبار سے بلند درجہ رکھتی ہے بلکہ اس میں لسانیات، قواعد زبان اور عام ادبی تنقید کے علاوہ تاریخی اور مجلسی معلومات کا بہت ذخیرہ ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم یہ کہنے میں غیر حق بجانب نہیں ہوں گے کہ غرائب اس کے مقابلے میں ایک مبتدیانہ کوشش معلوم ہوتی ہے۔

عبدالواسع ہانسوی کی ''غرائب اللغات'' کو (۱۱۶۵ھ) میں سراج الدین علی خان آرزو نے تصحیح ترمیم کے ساتھ ''نوادر الالفاظ'' کے نام سے مرتب کیا اور غرائب اللغات کے تمام اندراجات کو اس میں شامل کیا۔ سراج الدین علی خان آرزو نے تنقیدی نقطہ نظر سے کام لیتے ہوئے جابجا عبدالواسع ہانسوی کی تشریحوں یا اردو مترادفات کے طور پر دیئے گئے عربی اور فارسی الفاظ کی صحت یا غلطی پر روشنی ڈالی۔ مقدمہ ''نوادر الالفاظ'' میں سید عبداللہ لکھتے ہیں:

"آرزو نے غرائب کے سب الفاظ کو "نوادر" میں لے لیا ہے۔(ہر چند کہ ان
الفاظ کے تلفظ اور املا وغیرہ کے سلسلہ میں اعتراضات بھی کئے ہیں۔"[۱۰]

مولوی عبدالحق "نوادر الالفاظ" کو ہندوستان کی دوسری مشہور فارسی لغت قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اردو لغت کی دوسری کتاب ہندوستان کے مشہور فارسی ادیب سراج الدین علی خان آرزو کی ہے۔اس کا نام "نوادر الالفاظ" ہے۔خان آرزو کی نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی مشہور ہے۔ان کی نظر تنقید سے بڑے بڑے اہل کمال بھی نہیں بچے۔درحقیقت یہ کتاب "غرائب اللغات" کی تصحیح اور تمہ ہے۔

خان آرزو نے غرائب اللغات کی تصحیح ہی نہیں کی بلکہ بہت کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب "غرائب اللغات" سے حجم میں بھی زیادہ ہے۔غرائب اللغات میں لفظ کے معنی اختصار کے ساتھ دیئے ہیں مگر خان آرزو نے معنی کے ساتھ الفاظ کی تحقیق بھی کی ہے اور جگہ جگہ فارسی اور ہندی کے اشتراک وتوافق کی طرف اشارہ کیا ہے۔غرائب کے الفاظ کی تصحیح میں کاوش کی ہے اور داد تحقیق دی ہے۔اگرچہ نوادر الالفاظ باعتبار صحت وتحقیق "غرائب اللغات" سے کہیں بڑھی ہوئی ہے لیکن تقدیم کی فضیلت ملا عبدالواسع ہی کو حاصل ہے۔خان آرزو علاوہ فارسی اردو کے شاعر تھے۔

برصغیر میں لکھی جانے والی فارسی زبان کی ابتدائی فرہنگیں تو برصغیر کے ایسے مقامی الفاظ سے لبریز ہیں جنھیں اس زمانے میں لغات ہندوی کہا جاتا تھا اور آج ہم انھیں لغات اردو کا نام دیتے ہیں۔ ابتداء میں مقصد یہ تھا کہ برصغیر کی تہذیب وثقافت اور لسانی روایت سے دلچسپی رکھنے والے فارسی زبان کے اہل علم وفن اور صاحبان سیاست کو مقامی زبان سے آشنا کیا جاسکے۔جوں جوں برصغیر کی تہذیب اور ایران وتوران اور مرکزی ایشیا کے فارسی زبان کے ممالک کے درمیان رابطہ وضبط بڑھنے لگا،اردو فرہنگ نویسی کی ضرورت روز بروز زیادہ ہونے لگی تا آنکہ مغلیہ سلطنت کے دور زوال سے کچھ پہلے جب برصغیر میں اردو زبان کے خدوخال واضح ہو گئے اور اردو لغات کے ماہرین نے اس دور کی مروجہ علمی اور درسی زبان فارسی کے ذریعے اردو زبان کے محاورات اور الفاظ کی تشریح سے اس کام کا آغاز کیا۔ جسے فارسی روایت کے مطابق پہلے نصابوں کی اور پھر مستقل فرہنگوں کی شکل دی گئی۔ گویا یہ کام شائقین زبان وادب کے علاوہ برصغیر کے ایسے طلباء کیلئے بھی تھا جو فارسی زبان کی مدد سے یا اپنی

زبان کو فارسی کے حوالے سے سیکھنا چاہتے تھے۔ یہ سلسلہ برصغیر میں مغلیہ میں شروع ہوا۔ شاہجہان بادشاہ کے آخری زمانے میں ہریانہ میں فروغ اردو کی ایک منظم تحریک رونما ہوئی جس کے زیر اثر اردو کا پہلا لغت ”غرائب اللغات“ لکھا گیا۔ اس کے مصنف میر عبد الواسع ہانسوی تھے جو ہریانہ کے رہنے والے تھے۔ خان آرزو کی نوادر الالفاظ اسی متن پر تنقید اور تبصرہ ہے۔ البتہ اسی دور میں میر محمدی عترت نے ”غرائب اللغات“ کے مقصد کو آگے بڑھانے کیلئے ایک فرہنگ ”کمال عترت“ کے نام سے مرتب کی جس میں اردو کے نادر الفاظ و محاورات کی فارسی فرہنگوں ”برہان قاطع“، ”تحفۃ السعادت“، ”مجمع الفرس کشف اللغات“ اور ”منتخب اللغات“ وغیرہ کی مدد سے توضیح وتشریح کی گئی۔ غرائب اللغات اس تصنیف کا بنیادی ماخذ تھی۔ گویا ”کمال عترت“ کو قدامت کے اعتبار سے اردو کی دوسری قدیم ترین فرہنگ ہونے کا درجہ حاصل ہے۔[۱۱]

غرائب اللغات کے بعد ”کمال عترت“ ہی اردو کی دوسری قدیم فرہنگ ہے جو اب تک سامنے آئی ہے چونکہ یہ اردو فرہنگ نویسی کا ابتدائی دور ہے اس لئے وہ تمام کمزوریاں جو پہلے پہل کاموں میں پائی جاتی ہیں، اس کتاب میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً حروف تہجی کا الگ باب قائم کیا گیا ہے مگر ہر باب کے اندر الفاظ کی ترتیب درست نہیں کوئی ایک مطلوبہ لفظ تلاش کیلئے پورا باب چھاننا پڑتا ہے۔

سترھویں صدی عیسوی میں مسیحی مشنریوں نے اپنی تبلیغی ضرورت کے تحت، اردو لغت کی تدوین کی طرف توجہ دی۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق ایک پرتگالی ”جیرونیمو خاویر“ کی سہ لسانی لغت، اردو کی پہلی لغت قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس میں لغت نویسی کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ یہ لغت ہندوستانی، فارسی اور پرتگالی کے مترادفات پر مشتمل ہے۔ بعض پادریوں نے ہندوستانی (اردو) الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کی۔ اطالوی، ہندوستانی، ہندوستانی اطالوی لغات کی تدوین بھی کی۔ یہ ابتدائی لغات اتنی اہم نہیں کہ ان کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تاہم اردو لغت کی تدوین کی تاریخ میں انہیں یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ڈاکٹر سید عبداللہ ”غرائب اللغات“ کو اردو کا قدیم ترین لغت قرار دیتے ہیں۔[۱۲]

”غرائب اللغات“ اور ”نوادر الالفاظ“ ۱۷۵۰ء نیز ”شمس البیان فی مصطلحات ہندوستان“

۹۲ سال کی تدوین کے بعد ۱۸۳۳ء میں دلیل ساطع کی تدوین تک باقاعدہ لغت نویسی کا سلسلہ تقریباً منقطع رہا۔ ۱۸۳۳ء میں مولوی محمد مہدی واصف نے "دلیل ساطع" کے نام سے ایک فارسی۔ اردو لغت مدون کی جس میں انگریزی لغت سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس میں متروک الفاظ کی تعداد زیادہ ہے۔ مولوی عبدالحق، مقدمہ لغت کبیر اردو میں "دلیل ساطع" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "دلیل ساطع" مولفہ مولوی محمد مہدی واصف ہندی، سنسکرت کے الفاظ کی لغت ہے۔ الفاظ کے معنی فارسی میں مختصر طور پر لکھے ہیں۔ ہر لفظ کی ابتداء میں "ہ" یا "س" لکھا ہے جس سے مراد ہندی یا سنسکرت ہے۔ ان میں اکثر لفظ اب اردو میں متروک ہو چکے ہیں یا پہلے بھی استعمال میں نہیں آئے تھے۔ تلفظ کا اظہار پرانے طریقے پر عبارت کے ذریعے کیا گیا ہے جیسا کہ مولف نے اپنے دیباچے میں لکھا ہے ایک انگریزی لغت سے یہ الفاظ لے کر جمع کرائے ہیں۔ اس لغت میں کوئی خاص بات نہیں۔"[۳۱]

"دلیل ساطع" کی تدوین کے چند سال بعد ۱۸۳۷ء میں مولوی اوحد الدین بلگرامی کی لغت "نفائس اللغات" سامنے آتی ہے جو ۱۸۳۹ء میں شائع ہوئی۔ اس لغت کی تدوین کا مقصد بھی کم وبیش "غرائب اللغات" کی طرح تھا۔ اس میں اردو الفاظ کی تشریح فارسی زبان میں کی گئی ہے اور ان کے عربی اور فارسی مترادفات بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ سابقہ لغات کی نسبت زیادہ ضخیم ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی لغت ہے جس میں اندراجی (اردو) الفاظ کے تلفظ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس سے پہلے کی لغات میں اردو کی بجائے فارسی اور عربی اندراج درج کئے جاتے تھے۔ اس میں وہ تمام عربی فارسی الفاظ شامل ہیں جو اردو میں مستعمل تھے مگر اس میں الفاظ کم اور محاورے زیادہ ہیں۔

"نفائس اللغات" میں مولوی اوحد الدین بلگرامی نے فارسی و عربی لغت دانوں نے جو کام مکمل نہیں کیا تھا، اسے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں ہر لفظ کی تشریح فارسی میں کی گئی ہے اور عربی مترادف بھی دیا گیا ہے۔ اردو لفظ کیلئے کوئی سند نہیں دی البتہ اکثر مقامات پر فارسی اور عربی کے اشعار بطور سند پیش کئے گئے ہیں۔ مولوی عبدالحق کی رائے میں یہ لغت اگرچہ اچھی خاصی ضخیم ہے لیکن اس میں الفاظ بہت کم اور

محاورے بہت خالی ہیں۔ مثلاً الف ممدودہ یا بائے موحدہ کے باب، میں صرف تین الفاظ (آبخورہ، آبریز اور آبدیز) ہیں اور الف ممدودہ بارائے مہملہ کے باب میں صرف دو لفظ (آڑ اور آڑو) دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح آنکھ کے تحت صرف پانچ محاورے درج کیے گئے ہیں۔ یائے تحتانی باواو کے تحت صرف ایک لفظ "مونسہ" ہے اور یا کے باب میں صرف "یہاں" ہے تاہم جو کچھ بھی لکھا ہے مستند ہے۔[42]

میر علی اریط اشک شاگرد ناسخ نے "نفس اللغہ" کے نام سے ایک لغت تالیف کی جس میں فارسی زبان میں اردو الفاظ کے معنی بڑی وضاحت سے دیئے گئے ہیں۔ یہ لغت ۱۸۴۳ء میں تالیف ہوئی۔ اسے لغت کی بجائے فرہنگ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ بعض الفاظ کی تشریح بہت تفصیل سے دی گئی ہے اور کئی الفاظ کے سامنے صرف فارسی است لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اردو الفاظ کی سند پیش نہیں کی گئی۔ اس میں فن لغت نویسی کے اصولوں کو نظر انداز کیا گیا ہے اور حرف "ت" تک پہلی جلد ہی طبع ہو سکی۔

لغت نگار پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جب وہ لغت مرتب کرنے لگے تو نہ صرف اس زبان سے اور اس کے اصول و ضوابط سے واقف ہو بلکہ دوسری زبانوں سے بھی جس کے ساتھ اس زبان کا لغت مل کر تیار کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے یہ طے کرنا ضروری ہوتا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے؟ لغات کسی بھی زبان کو سیکھنے اور سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ مولف لغت اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا نہ کرے تو وہ اس زبان کے محقق اور طالب علم کو گمراہ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے مولف لغت کو ان تمام اصول و ضوابط سے واقف ہونا ضروری ہے۔ جس کا تقاضا ایک معیاری لغت کرتا ہے۔

۱۸۴۵ء میں محبوب علی رام پوری نے ایک لغت "منتخب النفائس" کے نام سے مرتب کیا۔ اس لغت کا ذکر مولوی عبدالحق نے اپنی "لغت کبیر اردو" کے مقدمے میں نہیں کیا۔ یہ سہ لسانی لغت کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں اردو۔ فارسی لغت ہونے کے باوجود عربی مترادف بھی دیئے گئے ہیں۔

اس لغت کا دیباچہ کافی دلچسپی کا حامل ہے۔ اس میں مولف نے "نفس النفائس" کو "نفائس اللغات" کا چربہ بتا کر سرقہ قرار دیا ہے اور "نفس النفائس" کے مولف کو سارق بتایا ہے۔ اس لغت کا ایک دوسرا دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ اگرچہ بنیادی طور پر یہ اردو الفاظ کا لغت ہے اور فارسی و عربی الفاظ، اردو الفاظ

کے مترادف کے طور پر ہی شامل کئے گئے ہیں۔ مگر اس میں تحقیق و تعلیم کا سارا زور عربی الفاظ پر ہی توڑا گیا ہے۔ چنانچہ بنیادی الفاظ یعنی اردو یا فارسی الفاظ کا تلفظ بتانے کی بجائے عربی الفاظ کے تلفظ کی نشاندہی اعراب کے ذریعے کی گئی ہے اور یہی نہیں بلکہ تمام حاشیائی تشریحات بھی عربی الفاظ سے ہی متعلق ہیں۔ اصل متن اعراب کے ذریعے بتائے گئے عربی الفاظ کے تلفظ کو ہی حاشیہ میں بھی توضیحی طریقے سے پیش کر دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ لغت اگر اردو کی بجائے عربی الفاظ کی تحقیق کا لغت قرار دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اس لغت کے ہر صفحے پر ۲۹ اردو الفاظ درج ہیں اور صفحات کی تعداد ۲۱۷ ہے۔ اس طرح اس لغت کو تقریباً پانچ ہزار الفاظ کا لغت کہا جاسکتا ہے۔ اس میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ مستند ہے۔ ۱۵

۱۸۳۵ء میں میر حسن والد میر حسین عرف میر کامل نے ''نفائس اللغات'' کی تلخیص ''انفس النفائس'' کے نام سے سہ کالمی انداز میں شائع کی۔ پہلے کالم میں اردو لفظ، دوسرے کالم میں فارسی اور تیسرے کالم میں اس کا عربی مترادف دیا گیا ہے۔ اس لغت کی بابت اگرچہ مولف ''منتخب النفائس'' نے ''نفائس اللغات'' کے سرقے کا الزام لگایا تھا۔ مگر خود اس لغت کے مولف نے اپنے توصفات کے (فارسی) دیباچے میں خود کو اس وقت کے دو مشہور ماہرین لغت مولوی اوحد الدین بلگرامی (مولف نفائس اللغات) اور مولوی قدرت اللہ گوپا منوی کا دست نگر بتایا ہے۔ ۱۶

فارسی کے ساتھ ہندوستانی اور دوسری زبان کی لغات اور فرہنگ مرتب ہوتے رہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی اور اضافہ ہوتا رہا۔ مگر اردو زبان کو سیکھنے کیلئے باقاعدہ کوئی لغت موجود نہ تھی۔ اردو زبان پر سب سے پہلے اہل یورپ نے اپنی ضرورت کے تحت کتابیں لکھیں اور پھر قواعد اور لغات مرتب کئے۔ ان کا مقصد زبان سیکھنا تھا نہ کہ اردو کا فروغ۔ یہ ضرورت دولسانی لغات سے ہی پوری ہو سکتی تھی۔ جس میں انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کی معلومات حاصل کی جا سکیں۔ اس نوعیت کے لغات اس سے پہلے تیار نہیں کئے گئے تھے۔ اگر کہیں کوئی حوالہ ملتا ہے تو وہ اس ضرورت کو پورا نہیں کرتا تھا۔ جس کی بنیاد پر زبان کو سیکھا جا سکے۔ زبان سیکھنے کیلئے مکمل طور پر معلومات کا ہونا از حد ضروری ہے جس سے اصل مفہوم کی وضاحت ہو سکے۔

اردو لغت نویسی کی ابتداء ایسٹ انڈیا کمپنی کے اردو دان افسروں کی مرہون منت ہے۔ جنہوں

نے اس کی ابتدائی قواعد اور لغات کی کتابیں بھی مرتب کیں تاکہ وہ اور دوسرے انگریز ملازمین ہندوستان کی زبان سے واقفیت حاصل کر کے اپنے کام کو بہتر انداز میں سیکھ سکیں اور اپنے ملک کی ترقی میں بہتر طور پر شریک ہو سکیں۔ یورپی مصنفین کا مقصد اردو لغات تیار کرنا تھا تاکہ وہ بول چال کی زبان اردو سیکھ سکیں۔ مگر ان لغات نے زبان و ادب کے نکھار میں نمایاں کردار ادا کیا اور اردو کو ایک سمت ملی جس پر آگے چل کر بہت زیادہ کام ہوا اور انگریزوں کے علاوہ ہندوستان کے مسلمانوں نے بھی اپنی زبان کو نکھارنے کیلئے متعدد کتابیں لکھنا شروع کیں اور سابقہ تمام قواعد اور لغات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے کام کو آگے بڑھایا۔ یورپین مصنفین نے جو خدمات انجام دیں ان کا تفصیلی ذکر آگے ملے گا۔

فارسی کے ساتھ مل کر جتنے بھی لغات مرتب ہوئے ان تمام لغات میں فارسی الفاظ کی شرح بیان کرتے ہوئے ان کے ہندی مترادفات بھی بتائے گئے۔ اس طرح ان لغات میں اس زمانے میں ہندی الفاظ استعمال کرنے کا ایک صحت مند رجحان نظر آتا ہے۔ ہر غیر معمولی لفظ کا ہندی مترادف بیان کرنے کی سعی نظر آتی ہے۔ گو یہ فارسی لغات اس زمانے کی ہندوی روایت سے رغبت کے رجحان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ لغات فارسی زبان میں لکھے گئے تاہم ان لغات سے اردو کو ایک بنیاد فراہم ہوئی۔ ان لغات میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں بہت سے الفاظ کثرت سے اردو زبان میں بولے جاتے ہیں۔

عہد عالم گیری اردو لغات کی تدوین کیلئے بہت سازگار ثابت ہوا۔ اس زمانے میں خط و کتابت میں اردو زبان کا استعمال ہوا۔ عالم گیر کے رقعات اگرچہ فارسی زبان میں لکھے جاتے مگر ان میں اردو الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے۔ اس طرح اردو زبان بولنے اور سمجھنے کا رجحان پیدا ہوا اور اردو لغات کی تدوین کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہندوستان میں فارسی اردو لغات مرتب ہونا شروع ہوئے جو آگے چل کر خالص اردو لغات کی تدوین میں معاون ثابت ہوئے۔

ان تمام معروضات سے واضح ہوتا ہے کہ اردو لغت نویسی کی ابتداء سولہویں صدی کے وسط (۹۵۰ھ، ۱۵۴۳ء) میں "قصیدہ در لغات ہندی" حکیم یوسف ہروی کے منظوم نصاب نامے سے ہوئی اور سترھویں صدی ہجری میں تقریباً ایک صدی بعد اردو کی دو لسانی اور سہ لسانی لغات کی تدوین کا دور

شروع ہوا۔ اس دور میں سب سے پہلے مسیحی مشنریوں کی لغات اور بعد میں ملا عبدالواسع کی لغت "غرائب اللغات" سے آغاز ہوا۔ اس دوران لغات کی تدوین ہوتی رہی اور پھر اٹھارویں صدی عیسوی میں مستشرقین کی مدون کردہ اردو قواعد اور لغات سامنے آئے۔ انگریزی سے اردو اور اردو سے انگریزی لغات مرتب ہوتے رہے۔ ابتدائی شکلوں سے نکل کر باقاعدہ لغت کی صورت میں سامنے آتے رہے۔ انیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے ان منظوم نصاب ناموں، فارسی فرہنگوں اور اردو، انگریزی لغت نویسی نے باقاعدہ لغت نویسی کی روایت قائم کی اور ایسی لغات مرتب ہونا شروع ہوئیں جو اردو سے لغت نویسی کا سبب بنی اور اس زبان کے لغات مرتب ہونا شروع ہوئے۔

اردو میں عربی و فارسی کی غالب حصہ داری نیز انگریزی زبان و ادب کے واضح اثرات کے باعث اردو لسانیات اور بالخصوص لغت نگاری کے تاریخی ارتقاء کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کرتے ہوئے عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی لغات نگاری کی تاریخ اور اصول و مبادی سے صرف نظر کرنا ممکن نہ تھا۔ اگلے صفحات میں صرف مطبوعہ اردو لغات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ نیز مستشرقین کی مرتبہ لغات پر بھی مفصل بحث کی جائے گی۔

حواشی

۱۔ نوادر الالفاظ، مقدمہ، عبداللہ، سید، ڈاکٹر، انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۵۱ء

۲۔ مقالات حافظ محمود شیرانی، جلد اوّل، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور، طبع دوم ۱۹۸۷ء

۳۔ محمد بن قوام بن رستم بن احمد بن محمود بدر خزانہ البلخی المعروف بہ کڑی۔

۴۔ مقالات حافظ محمود شیرانی، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع دوم ۱۹۸۷ء

۵۔ لغت کبیر اردو، مولفہ، عبدالحق، ڈاکٹر، بابائے اردو، انجمن ترقی اردو، بابائے اردو روڈ، کراچی، س، ن

۶۔ مقالات حافظ محمود شیرانی، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، جلد دوم، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور، طبع دوم، ۱۹۸۷ء

۷۔ پنجاب میں اردو، محمود شیرانی، حافظ، حصہ اوّل، طبع دوم، ۱۹۹۸ء، ص ۱۳۵

۸۔ لغت کبیر اردو، مولفہ، عبدالحق، ڈاکٹر، بابائے اردو، ص ۳۵، ۳۶

۹۔ نوادر الالفاظ، سراج الدین، علی خان آرزو مولفہ، عبداللہ، سید، طبع دوم، ۱۹۹۲ء

۱۰۔ نوادر الالفاظ، مقدمہ، مرتبہ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، طبع دوم ۱۹۹۲ء، ص ۱۷

۱۱۔ کمال عترت، تصنیف، میر محمدی عترت، اکبر آبادی، مرتبہ عارف نوشاہی، پیش لفظ افتخار عارف، طبع اوّل ۱۹۹۹ء

۱۲۔ لسانی مباحث، خلیل صدیقی، زر و پبلی کیشنز، کوئٹہ، بار اوّل ۱۹۹۱ء

۱۳۔ لغت کبیر اردو، مقدمہ، عبدالحق، ڈاکٹر، انجمن ترقی اردو، کراچی، ص ۳۷

۱۴۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، ڈاکٹر، انجمن ترقی اردو، کراچی ص ۳۸

۱۵۔ منتخب النفائس، محبوب علی، رام پوری، مشمولہ، اردو لغت کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۹۲ء

۱۶۔ عبدالماجد دریابادی، اردو کے کم یاب لغات، رسالہ، نیا دور، اکتوبر ۱۹۷۴ء، ص ۶۵

باب سوم:

مستشرقین کی مرتبہ لغات

ا۔ تعارف

ابتدائے آفرینش ہی سے سرزمین ہندوستان اہل یورپ کیلئے خوابوں اور ارمانوں کی سرزمین رہی ہے۔ وہ اس کی تلاش و دریافت میں مدتوں سرگرداں رہے ہیں اور ہندوستان تلاش کرتے کرتے امریکہ اور دیگر کئی زمینیں دریافت کر ڈالیں۔ القصہ پہلا مغربی سیاح جو کسی ہندوستانی شہنشاہ کے دربار میں باریاب ہوا، پرتگالی نسل کا ''واسکوڈے گاما'' تھا۔ یہ شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں وارد ہندوستان ہوا اور اہل مغرب کیلئے ہندوستان کے در وا کیے۔اس کے ساتھ ہی اہل مغرب کے لیے ہندوستان آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔اول اول ان کی مقدم غرض محض اور صرف تجارت تھی۔ مگر تاریخ کے عمیق مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی بھی لمحے اپنے مذہبی اور سیاسی مقاصد سے غافل اور بے خبر نہیں رہے۔ لہٰذا تجارت کے ساتھ ساتھ وہ ہندوستان کی مقامی زبانوں کے سیکھنے پر خصوصی توجہ دینے لگے۔ اس غرض سے انہوں نے پہلے پہل لغت نویسی اور قواعد نویسی کے کٹھن کام کا بیڑہ اٹھایا۔ اس طرح یورپ اور ہندوستان کے درمیان تجارتی تعلقات بہت قدیم زمانے سے قائم ہو گئے تھے۔ حامد حسن قادری ''داستان تاریخ اردو'' میں لکھتے ہیں:

> ''۱۴۹۸ء میں اسپین کے ایک شخص نے امریکہ کا ملک دریافت کیا اور اسی سال جب دہلی میں سکندر لودھی کی حکومت تھی، پرتگال کا ایک سیاح ''واسکوڈے گاما'' ایک نئے اور لمبے راستے سے ہندوستان کے مغربی ساحل پر کالی کٹ میں پہنچا۔ یہ شخص تمام افریقہ کا چکر لگاتا ہوا راس امید (کیپ گڈ ہوپ) کی طرف سے ہو کر موجودہ شہر میسور سے تقریباً ایک سو میل دور ساحل پر لنگر انداز ہوا تھا۔ پرتگالیوں نے ہندوستان میں تجارتی حقوق حاصل کر لئے اور چند

سال ۱۵۱۵ء تک مشرقی ساحل کے تمام بندرگاہوں پر قبضہ کرلیا۔ لیکن ۱۵۶۵ء میں ان کی تجارت کا زوال شروع ہوا۔ ۱۵۸۰ء میں اسپین نے پرتگال کو زیر کرکے اپنا ماتحت بنالیا۔ اس کے بعد تھوڑے عرصے میں بجز دو تین مقامات کے سب مقبوضات اہل پرتگال کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اسپین کا زور توڑنے کیلئے انگریزوں نے یورپ میں اسپین سے جنگ چھیڑ دی۔ ۱۵۸۸ء میں جنگ عظیم برپا ہوئی جس میں اہل اسپین کو شکست اٹھانی پڑی۔ ۱۶۰۰ء میں ملکہ الزبتھ سے ہندوستان میں تجارت کرنے کا فرمان حاصل کیا گیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی قائم ہوئی ؎

۲۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی کی لغات

سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں پرتگالی زبان ہندوستان کے ایک بڑے حصے میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ خصوصاً بنگال اور جنوبی ہند میں جہاں ان کی آبادیاں اور کارخانے تھے۔ پرتگالی نہ صرف اہل یورپ اور ہندوستان کے مابین معاملات کاروبار اور بات چیت کا وسیلہ تھی بلکہ یورپ کی مختلف قوموں کے درمیان بھی گفت وشنید کا بنیادی ذریعہ تھی۔ مولوی عبدالحق کے خیال میں اس دور میں پرتگالی زبان ہندوستان کی تمام بندرگاہوں میں لنگوا فرینکا (مشترک زبان) کے طور پر استعمال ہورہی تھی ؎

پرتگالی تجارتی تگ و دو سے متاثر ہوکر یورپ کے بعض ممالک کے تاجروں نے بھی برصغیر میں قسمت آزمائی کا منصوبہ بنایا۔ اس سلسلے میں تجارتی اور سیاسی لحاظ سے جس جس ملک نے زیادہ حصہ لیا ان میں فرانس اور برطانیہ سرفہرست تھے۔ اس سلسلے میں حکومت فرانس کی کاروباری حکمت عملی اور خارجی اقدامات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اردو زبان وادب کے بارے میں فرانسیسیوں کے کارنامے پرتگالیوں کے مقابلے میں زیادہ اہم ہیں۔ یورپ میں مشرقی زبانوں اور علوم کی مقبولیت اٹھارہویں صدی عیسوی کے شروع ہی سے بہت بڑھ گئی تھی۔ اس صدی کے وسط تک مشرقیات سے لگاؤ کا رجحان بہت بڑھ گیا۔ سنسکرت، عربی، فارسی اور ایشیا کی دیگر کلاسیکی زبانوں کے علاوہ علاقائی زبانوں کو بھی مستشرقین نے اپنے مطالعے کی حدود میں شامل کرلیا تھا۔ اس علمی تگ و دو میں فرانسیسی مستشرقین نے

بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تاریخی شہادتوں کے مطابق انیسویں صدی کے اوائل میں فرانس کا عظیم مصنف وکٹر اوگو (وکٹر ہیوگو) مشرقی اثرات کی بنا پر بیاض مشرق (Las Orientales) کا خالق بنا۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں کئی فرانسیسی سیاح اور دانشور ہندوستان آئے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے سال ہا سال ہندوستان کی تاریخ، جغرافیے، تمدن اور معاشرت وغیرہ پر تحقیقات کیں اور گراں قدر کتب لکھیں۔ فرانسیسی سیاحوں اور پادریوں نے اردو زبان و ادب کے مطالعے میں وسعت نظر کا ثبوت دیا۔ اردو زبان کے لسانی ڈھانچے پر غور و خوض، اردو لغت کی تدوین جدید، اردو زبان کے قواعد کی تشکیل اور اردو ادب کی تاریخ کے بارے میں فرانسیسی مصنفین کے کارنامے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گریرسن نے لنگوئسٹک سروے آف انڈیا (Linguistic survey of India) کی جلد نہم میں ہندوستانی لغات و قواعد کا جائزہ لیتے ہوئے جو تفصیلات دی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو کی سب سے پہلی لغت مسٹر کورج نے قلم بند کی ہے، یہ ایک قلمی نسخہ تھا، جس میں فارسی، ہندوستانی، انگریزی اور پرتگالی الفاظ یک جا درج تھے، اس کی تالیف ۱۷۳۰ء میں سورت کے مقام پر ہوئی۔ فارسی الفاظ اپنے اصل رسم لخط اور رومن حروف دونوں میں درج تھے۔ ہندوستانی الفاظ کیلئے رومن اور گجراتی رسم الخط استعمال کیا گیا تھا۔ پہلے گریرسن کو کتاب ہاتھ نہ آسکی تھی۔ ؎

مولوی عبدالحق کے خیال میں گریرسن نے ایک اور ہندوستانی لغت کا سراغ بھی دیا ہے۔ اس کا مولف فرینکس تیورونی سس (Francisus Turonensis) تھا۔ تالیف کا کام (Lexicon Linguae Indostamicae) ہے۔ یہ کتاب ۱۷۰۴ء میں سورت کے مقام پر تصنیف ہوئی۔ اس کا مسودہ روما کی پروپیگنڈا لائبریری میں تھا۔ یہ دو جلدوں میں تھی اور ہر جلد چار پانچ سو صفحے کی تھی۔ ؎۔ سورت کا علاقہ بھارتی صوبہ گجرات میں واقع ہے جغرافیائی اعتبار سے مغربی سمت سے اس کی حدیں بمبئی شہر سے ملتی ہیں اس وجہ سے سورت کی اہمیت بندرگاہ کی حیثیت سے بھی انتہائی اہم ہے۔ یہ صوبہ گجرات کی مرکزی بندرگاہ کے طور پر بھی معروف کاروباری مرکز ہے۔ یہ لائبریری تحقیقی دستاویزات کے حوالے سے بہت اہم ہے تاریخی

دستاویزات کے مطابق اس لائبریری کی کتب کا پہلا مجموعہ گریگورین کالج کی طرف سے ۱۶۴۳ء میں عطیہ کے طور پر دیا گیا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس لائبریری کی اہمیت اس قدر بڑھ گئی کہ ۵ دسمبر ۱۶۶۲ء میں پوپ کلیمنٹ (نہم) کے فرمان کے مطابق اس لائبریری سے چوری کرنے والے پر بھاری سزا عائد کرنے کا قانون پاس کیا گیا۔
(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے www.urbaniana.edu)

کسی زمانے میں اس کا مسودہ روم کی لائبریریوں میں تھا لیکن ۱۸۹۰ء میں جب گریرسن نے تحقیقی حوالہ سے اس تک رسائی کی کوشش کی تو علم ہوا کہ وہ کتاب ناپید ہو چکی تھی۔ خوش قسمتی سے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ پیرس میں موجود ہے۔ جسے "آنکتیل دو پرون" نے روم کی لائبریری سے نقل کیا تھا۔ ڈاکٹر آغا افتخار حسین نے اسے دریافت کیا اور اس کے بارے میں ایک مفصل مضمون "مخطوطات پیرس" کی ابتداء میں قلم بند کیا۔ فہرست مخطوطات میں انہوں نے اس کا نام خزینۂ زبان ہندوستانی (چار زبانوں کی لغت) تجویز کیا اور اس مخطوطے کے آغاز میں "آنکتیل دو پرون" نے ایک نوٹ بھی لکھا تھا جس میں بتایا کہ ۱۷۵۷ء میں اس نے ایک مسیحی مبلغ کے پاس یہ لغت دیکھا تھا۔ پیرس پہنچنے پر اسے پتہ چلا کہ اس کا ایک مخطوطہ روم کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔ چنانچہ اس سے اس نے یہ نقل تیار کی۔ لغت کا مصنف ایک فرانسیسی مشنری فرانسکو ماریا دو تور تھا۔ یہ پانڈی چری کے مشنری کتاب خانے میں کام کرتا تھا۔ اس نے لغت کی اشاعت کیلئے یورپ سے درخواست کی جو منظور نہ ہوئی۔ ۵ جولائی ۱۷۰۴ء کو یہ نسخہ اس نے روم کی لائبریری میں داخل کر دیا اور واپس ہندوستان چلا آیا۔ ۵

اس لغت کے علاوہ اٹھارھویں صدی میں بعض اور اردو لغت کی مختصر کتابیں تالیف ہوئیں۔ پیرس میں اردو مخطوطات میں مخطوطہ ۸۴۲ "شارل دوشوا کے نوٹ" اسی ذیل میں آتا ہے۔ اس میں روزمرہ استعمال میں آنے والے اردو محاورے موجود ہیں۔ لغت کے علاوہ زبان کے قواعد کی طرف بھی اسی دور میں خاص توجہ دی گئی۔ چنانچہ اردو زبان کی پہلی باقاعدہ گرامر اسی دور کی یادگار ہے۔ یہ کتاب جان جوشوا کیٹلر (John Jeshua Ketelaer) نے لکھی۔ یہ ہالینڈ کا باشندہ تھا اور لوتھر کا پیرو کار تھا۔ ہالینڈ کی سفارت کے سلسلے میں ۱۷۰۸ء سے ۱۷۱۲ء تک وہ بہادر شاہ اول اور جہاندار شاہ

کے درباروں میں رہا۔ اس کے بعد ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ناظم تجارت ہو کر سورت چلا گیا۔ مولوی عبدالحق، لغت کبیر اردو میں لکھتے ہیں:

> ''جان جوشوا کیٹلر (John Jeshua Ketelaer) نے جو پروشیا کا باشندہ تھا اور شاہ عالم بہادر شاہ اور جہاں دار شاہ کے عہد میں ہندوستان میں ڈچ سفیر کی حیثیت سے آیا تھا، اس نے ہندوستانی زبان (Lingua Hindustanica) کی صرف ونحو اور لغت کو سنہ ۱۵ے۱ء میں اپنی کتاب (Miscellance Orientalia) میں شامل کر لیا۔''[۲]

''داستان تاریخ اردو'' میں حامد حسن قادری بھی پہلا یورپین مصنف جان جوشوا کیٹلر کو ہی قرار دیتے ہیں۔ جس نے صرف ونحو ہندوستانی کے نام سے اردو زبان کی گرامر لکھی۔

جارج ہیڈلے (George Hadlay) کی صرف ونحو مع فرہنگ انگریزی و اردو ۲ے۷۱ء میں لندن سے شائع ہوئی۔ اردو کو فارسی رسم الخط میں تحریر کیا گیا ہے، ۱۸۰۹ء تک سات بار شائع ہوئی۔

''لغت کبیر اردو'' میں مولوی عبدالحق اس کی وضاحت میں کچھ یوں کہتے ہیں:

> ''جارج ہیڈلے (George Hadley) کی صرف ونحو مع فرہنگ انگریزی و مور (یعنی ہندوستانی) سنہ ۲ے۷۱ء میں لندن سے شائع ہوئی۔ اردو لندن فارسی خط میں ہیں۔ ایسے الفاظ خاص طور پر لکھے ہیں جو متحد الصوت مگر مختلف المعانی ہیں، ترجمہ لفظی ہے۔ دوسری بار لندن سے ۱۷۷۴ء میں چھپی۔ تیسری بار ۱۷۸۴ء میں شائع ہوئی۔ اس مرتبہ اس میں عام جملوں اور مکالموں کا اضافہ کیا گیا۔ چوتھی بار لندن میں ۱۷۹۰ء میں چھپی اور پانچویں بار اس میں بنگال وغیرہ کے رسم و رواج اور عادات کا بھی ذکر کیا گیا اور مرزا محمد فطرت لکھنوی کی تصحیح اور مزید اضافے کے ساتھ سنہ ۱۸۰۱ء میں شائع ہوئی۔ چھٹی بار ۱۸۰۴ء میں اور ساتویں بار مزید اضافے اور تصحیح کے بعد لندن سے ۱۸۰۹ء میں شائع ہوئی۔''[۳]

کیطلر کی کتاب کی اشاعت کے ایک سال بعد ۱۷۴۴ء میں ایک اور ہندوستانی گرامر شائع ہوئی۔ اس کے مولف عیسائی مبلغ بنجمن شلز (Bengmin Schultz) تھے۔ ان کا رسالہ لاطینی زبان میں تھا۔ مولوی عبدالحق کے بقول ۱۷۴۴ء میں شائع ہوئی۔ ۸

محمد عتیق صدیقی نے "گل کرسٹ اور اس کا عہد" میں اس کی اشاعت کا سنہ ۱۷۴۵ء دیا ہے۔ ۹ لیکن صحیح سال تصنیف ۱۷۴۱ء ہے۔ ۱۰ اس کتاب میں ہندوستانی (اردو) الفاظ عربی رسم الخط میں بھی لکھے گئے تھے البتہ ان کا تلفظ بھی ساتھ ساتھ لاطینی میں دیا ہے اور دیوناگری میں وضاحت بھی کی گئی ہے۔ ۱۱

قواعد نویسی کا تیسرا بڑا ماہر جسے کیطلر اور شلز سے بھی زیادہ شہرت حاصل ہوئی "ہیڈلے" تھا۔ اگرچہ وہ مستشرقین کے اس دور کا آخری فرد ہے، لیکن اپنی علمی کارگزاری اور زبان شناسی میں مذکورہ دونوں اصحاب سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس سے برطانوی مستشرقین کے اس سلسلے میں آغاز ہوتا ہے جنہوں نے اردو زبان و ادب میں دوسری اقوام سے کہیں زیادہ علمی سرمایہ چھوڑا ہے۔ "ہیڈلے" کو بجا طور پر برطانوی مستشرقین کا باوا آدم قرار دیا جاتا ہے۔ اس نے سنجیدہ علمی تحقیق کی جو داغ بیل ڈالی وہ آئندہ آنے والوں کیلئے راہنمائی کا باعث ہوئی۔ جب بھی اردو قواعد نویسی کی تاریخ لکھی جائے گی اس میں کیطلر اور شلز کے بعد ہیڈلے کا ذکر ناگزیر ہوگا۔

مستشرقین کی ان خدمات کا نتیجہ یہ تھا کہ اردو زبان میں لغت اور قواعد کا سرمایہ اتنا وافر ہو گیا کہ غیر ملکیوں کیلئے اردو زبان سیکھنا آسان ہو گیا۔ یہی نہیں کہ ان ابتدائی "خدام اردو" نے جن کی توجہ کا اصل مقصد زبان کی تدریس سے زیادہ تبلیغ عیسائیت تھا، اپنے آپ کو لغت اور قواعد تک محدود رکھا ہو، بلکہ انہوں نے بائبل کے بعض حصوں کے اردو تراجم سے اپنے مقاصد کی تکمیل کا سامان کیا۔ بائبل کے یہ ابتدائی تراجم اردو کی لسانی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

جے فرگوسن (Furgusson) نے دو لسانی لغات لکھیں جو انگریزی ہندوستانی اور ہندوستانی انگریزی تھیں۔ مولوی عبدالحق، لغت کبیر اردو میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جے فرگوسن (Furgusson) کی ہندوستانی زبان کی لغات انگریزی

ہندوستان اور ہندوستانی انگریزی ۱۷۷۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں اردو کے اصل الفاظ رومن حروف میں ہیں۔" ۱۲

گل کرسٹ نے اپنے رسالہ "قواعد اردو" میں اس کا نام جے فرگوسن (J. Ferguson) لکھا ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ اس نے سنہ ۱۷۷۳ء میں لندن میں ہندوستانی زبان کا ایک لغت لکھا جو دو جلدوں میں شائع ہوا۔ اس میں ایک مقالہ ہندوستانی زبان کے قواعد پر بھی تھا۔ اسی زمانے کا ایک اور قواعد نویس "ڈف" تھا جسے مولوی عبدالحق نے بے پی ڈف اور رسالہ گل کرسٹ کے مولف نے "پی بے ڈف" لکھا ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں جو حالات لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص سنہ ۱۷۸۵ء میں مدراس آیا تھا۔ بقول مولوی عبدالحق یہ ہیڈ ماسٹر اور رسالہ گل کرسٹ کے مولف کے نزدیک ہیڈ ماسٹر تھا۔ مولوی عبدالحق ان کی اردو قواعد کی کتاب کو مکمل درست قرار نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ اس میں بے شمار غلطیاں ہیں۔

۱۷۲۵ء کے بعد سے اردو زبان وادب کے بارے میں ۱۸۰۰ء تک جو کتابیں تصنیف ہوئیں، وہ گل کرسٹ کی محنت اور جانکاری کا نتیجہ قرار دی جاتی ہیں۔ اس دور میں جنرل ولیم کرک پیٹرک (William Kirk Patrick) نے انگریزی ہندوستانی لغت کی ۱۷۸۵ء میں تالیف شروع کی مگر صرف حصہ اول مکمل کر سکے۔ اگر کرک پیٹرک کا منصوبہ تکمیل پا جاتا تو اس کا لغت شاید اردو کا پہلا باقاعدہ لغت شمار ہوتا، لیکن اس کی طباعت چند صفحوں سے آگے نہ بڑھی اور پھر سرکاری مصروفیتوں نے اسے اس طرف توجہ دینے کا موقع نہ دیا۔ گلکرسٹ کو جب اپنے لغت کی تصنیف کے دوران میں کرک پیٹرک کے کام کی اطلاع حاصل ملی تو اسے اس کا شدید صدمہ ہوا۔ ۱۳

فورٹ ولیم کالج کے حوالے سے گل کرسٹ کا تفصیلی ذکر کرنے سے پہلے مختصراً اس دور میں تالیف ہونے والی کتب لغت کا ذکر کیا جائے۔ جن میں ۱۷۸۶ء میں گل کرسٹ کی انگریزی ہندوستانی ڈکشنری شائع ہوئی۔ اس میں انگریزی الفاظ ومحاورات کے معنی اردو اور رومن حروف میں دیئے گئے ہیں۔ اس کی جلد دوم ۱۷۹۰ء میں شائع ہوئی۔ گل کرسٹ کی تیسری تصنیف ہندوستانی زبان کے قواعد ۱۷۹۶ء میں شائع ہوئی۔ چوتھی مشرقی زبان ۱۷۹۹ء میں طبع ہوئی۔ اس صدی کا اہم

مستشرق جسے گل کرسٹ کے بعد اہم سمجھا جاتا ہے، وہ ہنری ہیرس تھا۔
ہنری ہیرس نے لغت مدراس میں بیٹھ کر ۱۷۹۰ء میں مرتب کی تھی۔ اس میں اس نے اشخاص و مقامات کے اعلام کا اضافہ بھی کیا۔ مولوی عبدالحق ہیرس کے لغت "انگریزی ہندوستانی ڈکشنری" کے بارے میں "لغت کبیر اردو" میں لکھتے ہیں:

"ہنری ہیرس (Harris) کی انگریزی ہندوستانی ڈکشنری سنہ ۱۷۹۰ء میں مدراس سے شائع ہوئی۔ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دکنی الفاظ خاص طور پر شامل کیے گئے ہیں۔ آخر میں ایک مبسوط فہرست بہ ترتیب حروف تہجی اعلام واشخاص وامصار کے متعلق بھی شامل ہے۔" [۱۴]

گل کرسٹ کو جو تصانیف اٹھارویں صدی میں تالیف ہوئی، درج ذیل ہیں۔

۱۔ انگریزی ہندوستانی ڈکشنری، جلد اول، ۱۷۸۶ء
۲۔ انگریزی ہندوستانی ڈکشنری، جلد دوم ۱۷۹۰ء
۳۔ ہندوستانی گرامر، ۱۷۹۶ء
۴۔ مشرقی زبان دان (Oriental Linguist) ۱۷۹۹ء

حامد حسن قادری نے اپنی کتاب داستان تاریخ اردو میں گل کرسٹ کی انگریزی ہندوستانی ڈکشنری کا سنہ تالیف ۱۷۹۳ء لکھا ہے۔ [۱۵] اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے ہندوستانی گرامر از جمن شلزے کو مرتب کرتے ہوئے مقدمہ میں لکھا ہے کہ گل کرسٹ کلکتے سے غازی پور پہنچے تا کہ وہاں رہ کر اپنی مجوزہ کتاب اردو لغت و قواعد مرتب کر سکیں۔ غالباً ۱۷۸۵ء میں انگریزی ہندوستانی لغت A Dictionary of English and Hindostani شائع ہوئی۔ [۱۶] مولوی عبدالحق "لغت کبیر اردو" میں لکھتے ہیں گل کرسٹ کی ہندوستانی ڈکشنری جو دو جلدوں میں ہے، کلکتے میں سنہ ۱۷۸۷ء میں طبع ہونا شروع ہوئی اور سنہ ۱۷۹۰ء میں ختم ہوئی۔ مولوی عبدالحق اس کی دلیل اپنی کتاب کے ص ۲۰ پر حاشیہ میں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ گریرسن نے سنہ ۱۷۹۶ء لکھا ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ میرے پاس اس لغت کا نسخہ موجود ہے اس میں سنہ طبع ۱۷۹۰ء لکھا ہے۔ [۱۷]

مستشرقین نے گل کرسٹ سے پہلے جو کام کیا وہ اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے مگر تاریخ کے عمیق مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ باقاعدہ اردو کے حوالے سے سب سے پہلا لغت جو ہندوستان میں انگریزی اور ہندوستانیوں کیلئے لکھا گیا وہ گل کرسٹ کی انگریزی ہندوستانی ڈکشنری ہے۔ باقی قواعد اور لغات کا سرسری ذکر کرتے ہیں۔ جہاں گل کرسٹ کے اس لغت کو پذیرائی ملی۔ وہاں اسے تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ غلام عباس اپنے مضمون "ڈاکٹر گل کرسٹ کی عجیب لغت نگاری" میں گل کرسٹ کے لغت کے حوالے سے رسالہ "اردو نامہ" شمارہ نمبر ۴، اپریل تا جون ۱۹۶۱ء میں لکھتے ہیں:

"گل کرسٹ کی "انگریزی اردو لغت" آج سے ٹھیک ایک سو ستر سال پہلے کلکتہ میں شائع ہوئی تھی۔ یہ دو جلدوں میں ہے...... اس لغت کو بہت وقیع تصور کیا گیا ہے اور اسے شہرت بھی خوب حاصل ہوئی جو آج تک قائم ہے بلکہ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے، اس کی قدر و قیمت بڑھتی ہی جاتی ہے اور اس پر تقدس کا دبیز تر غلاف چڑھتا جاتا ہے۔ چنانچہ آج اردو زبان کی کوئی بھی تاریخ، تذکرہ، مقالہ اٹھا کر دیکھ لیجیے، اس کے ذکر خیر سے خالی نہ ہوگا۔ بڑے بڑے عالم، محقق، مورخ اس کتاب کی ثناخوانی کرتے چلے آرہے ہیں۔
لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہمارے یہ تمام نقاد کیا چھوٹے کیا بڑے، اس کتاب پر ایمان بالغیب ہی لے آئے ہوں اور کسی نے اسے بہ نظر غور نہ دیکھا ہو ورنہ ممکن نہ تھا کہ کوئی عصبیت کا جوہر اس کتاب کے اوراق میں بکھرا ہوا ہے، اس پر ان کی نظر نہ پڑتی، ان کے جذبات ملی کو ٹھیس نہ لگتی اور وہ کھل کر نہ سہی اشاروں کنایوں میں ہی اس کا ذکر کرتے۔" [۱۹]

اسی مضمون میں آگے چل کر وہ گل کرسٹ کے اس کام کو سراہتے بھی ہیں مگر کچھ مسائل کی طرف بھی قارئین کی توجہ دلاتے ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے اتنی سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور ان کے جذبہ ملی نے جوش مارا ہے۔ جہاں انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو جھنجھوڑا ہے وہاں اس لغت کے چند مسائل بھی ان کے سامنے رکھے ہیں۔ غلام عباس کو فن افسانہ نگاری میں نمایاں مقام حاصل ہے مگر

انہوں نے یہ مضمون لکھ کر لسانیات سے اپنی محبت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس لغت پر لکھے جانے والے تنقیدی مضامین میں سے اپنا الگ مقام رکھتا ہے۔ غلام عباس اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ ڈاکٹر گل کرسٹ اردو کے بہت بڑے محسن تھے۔ ان ہی کی توجہ سے اردو نثر نے جو اس وقت بالکل ابتدائی حالت میں تھی، فروغ پایا۔۔۔۔۔ لیکن اس کے ساتھ ہمیں تصویر کا دوسرا رخ بھی نظر میں رکھنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر گل کرسٹ یا اس وقت کے انگریز حاکموں نے یہ کام کسی خیر سگالی کے جذبے کے تحت نہیں کیا تھا نہ خدمت زبان مقصود تھی۔۔۔۔۔ انہیں اس بات کی بڑی تشویش رہتی تھی کہ کہیں انگریز حاکم، فوجی افسر، عدالتوں کے جج اور دوسرے عہدے دار اردو سے اپنی بے خبری کے باعث دیسی لوگوں کی چالاکیوں اور دغا بازیوں کا شکار نہ ہو جائیں۔ دیسی لوگ ان کی شان میں گستاخی نہ کر بیٹھیں۔ ان کی ہنسی نہ اڑا سکیں۔ چنانچہ ان تالیفات میں انہیں جہاں کہیں بھی موقع ملا انہوں نے نفس مضمون سے قطع نظر کر کے اپنے ہم وطنوں کو دیسیوں کے مکر و فریب سے آگاہ کرنا اپنا فرض منصبی سمجھا ہے۔۔۔۔۔ اس ڈکشنری کے ورق الٹتے ہوئے سب سے پہلے جس لفظ پر میری نظر جمی وہ مسٹریس (Mistress) تھا۔ اس کے معنی اردو میں صاحب، خاتون، بیوانی، بی بی دیے گئے تھے۔ اس کے بعد لفظ "بی بی" کے بارے میں لکھا تھا کہ جتنا غلط استعمال اس لفظ کا ہوتا ہے شاید ہی کسی اور لفظ کا ہوتا ہو۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کی اصل انگریزی عبارت یہ ہے۔

"How absurd it is for us to hear with any degree of patience, a porter or a scullion talking of his beebee, etc. at the same time, to humour the farce our selves, we

have our "Saees ke beebee". our "Mushalchee Ke beebe" etc etc. In short they are all beebees with us, from the King`s wife to the cobler`s."

لب لباب اس عبارت کا ہے کہ نکمے نکمے کے آدمی جب ہمارے سامنے اپنی جورو کا ذکر کرتے ہیں تو اس کیلئے بی بی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور ہماری صبر آزمائی کی انتہا یہ ہے کہ ہم اس لغویت کو برداشت کرتے ہیں، بلکہ خود اس مضحک تماشے کو ہوا دیتے ہیں۔ خود ہی "سائیس کی بی بی"، "مشعلچی کی بی بی" وغیرہ بولتے ہیں..... آگے اس لفظ کے تحت "بی بی صاحب" کا ترجمہ انگریزی میں "لیڈی لارڈ" کرکے فرماتے ہیں کہ یہ کس قدر مہمل اور بھونڈا اسلوب بیان ہے۔" ۱۵

غلام عباس نے اس طرح کی اور کئی مثالیں پیش کیں جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ گل کرسٹ کس قدر کمپنی بہادر کی چاپلوسی کرتے ہیں اور اس کا اظہار اپنی اس ڈکشنری میں جابجا کرتے نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں انہیں نہ تو مسلمانوں سے دلچسپی تھی اور نہ ہندوؤں سے، وہ تو فقط انگریزوں کے گن گاتے ہیں۔

گل کرسٹ کی اس لغت کو ڈاکٹر ستیہ پال آنند نے اور انداز سے تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ انہوں نے الزام لگایا ہے کہ گل کرسٹ نے اس لغت پر خود محنت نہیں کی بلکہ کرک پیٹرک کی لغت جو کہ مکمل ہونے سے رہ گئی اور وہ نامکمل حصہ بہت بعد میں شائع ہوا۔ کی ہو بہو نقل ہے۔ کیونکہ کرک پیٹرک کے ساتھ گل کرسٹ نے ہندوستانی اینڈ انگلش ڈکشنری میں بھی تعاون کیا تھا۔ مگر یہ بات تو درست معلوم ہوتی ہے کہ جنرل کرک پیٹرک نے گل کرسٹ کو اپنا تیار شدہ مسودہ سونپ کر شاید اس بات کی اجازت دی تھی کہ وہ جس قدر مواد چاہے بقدر ضرورت اپنے پاس رکھ لے اور بعد میں ڈکشنری میں اس کا استعمال کرلے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ڈاکٹر گل کرسٹ نے جنرل کرک پیٹرک کے ساتھ انسلاک کے دس

برسوں کے بعد اپنی ڈکشنری پیش کر دی۔ لیکن کرک پیٹرک کے نصف سے زائد تیار شدہ کام سے ۱۸۰۳ء میں علیحدگی اختیار کر لی اور اس کیلئے اپنی صفائی میں جو عذر پیش کیا وہ اپنی کتاب Hindee Story Teller کے دوسرے حصے کے پیش لفظ میں تھا۔ گلکرسٹ خود تو کچھ نہیں بتاتا لیکن اگر ہم اس کی ڈکشنری اور جنرل کرک پیٹرک کی ڈکشنری کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً کرک پیٹرک "ہندوستانی۔ انگریزی ڈکشنری" کے مندرجات میں سے ایک لفظ کا استعمال دیکھیں۔

ہندوستانی لفظ: ہنر

تلفظ: Hoonur

انگریزی ہم البدل: Skill, ingenuity, cleverness

اب گل کرسٹ کی ڈکشنری میں تینوں انگریزی الفاظ یعنی Skill، Ingenuity اور Cleverness نکال کر دیکھیں تو ہندوستانی لفظ "ہنر" کچھ دیگر الفاظ کے ساتھ جنس تیس موجود ملے گا۔۱۲

ڈاکٹر ستیہ پال آنند نے جو یہ الزام گل کرسٹ پر عائد کیا ہے کہ انہوں نے محققانہ بے ایمانی سے کام لیا ہے، اس وقت کمزور پڑتا دکھائی دیتا ہے جب وہ اسی مضمون میں آگے چل کر اس بات کا اعتراف بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ کرک پیٹرک نے انہیں مواد اپنے پاس رکھنے اور ڈکشنری میں استعمال کرنے کی اجازت دی۔ انہیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے تھی کہ کسی لفظ کے مستعمل معنی ہر لغت میں تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں۔ کوئی بھی لغت نگار اگر اپنی لغت سے پہلے کی روایت اور اس دور میں استعمال ہونے والے الفاظ کے مفاہیم کو اسی طرح درج کرے گا اور اگر کوئی نئی اصطلاح وضع ہوئی تو اس کو بھی شامل لغت کرے گا، تو معیاری لغت تالیف کر سکے گا۔

یہ اٹھارویں صدی کی چند کتابیں تھیں جو مستشرقین نے اور گل کرسٹ نے اردو زبان اور دوسری زبان کے متعلق لکھیں۔

اہل یورپ میں سب سے زیادہ اور بڑا احسان ڈاکٹر گل کرسٹ کا مانا جاتا ہے کہ انہوں نے اردو

زبان کے حوالے سے بہت کام کیا۔ کیونکہ انہوں نے ۸۷۔۱۷۸۶ء سے اردو زبان پر کام شروع کیا اور بیس برس تک اردو زبان اور اردو کے متعلق انگریزی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ گل کرسٹ کی تصانیف کی طویل فہرست ترتیب سے حامد حسین قادری نے اپنی کتاب ''داستان تاریخ اردو'' میں اس طرح دی ہے جو انہوں نے انیسویں صدی میں تالیف کیں۔

۱۔ مشرقی زبان داں کا خلاصہ مع اضافہ جدید مطبوعہ کلکتہ ۱۸۰۰ء

۲۔ فارسی فعل کا نظریہ جدید مع مترادفات ہندوستانی، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۰۱ء

۳۔ قصص مشرقی (انگریزی سے اردو میں ترجمہ) مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۰۳ء

۴۔ رہنمائے زبان اردو مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۰۳ء

۵۔ ہندی عربی کا آئینہ (عربی الفاظ کے نقشے جو اردو زبان سے خاص تعلق رکھتے ہیں) مطبوعہ ۱۸۰۴ء

۶۔ قواعد اردو، مطبوعہ ۱۸۰۹ء

۷۔ اردو رسالہ گل کرسٹ مطبوعہ ۱۸۲۰ء یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی قواعد اردو کا خلاصہ ہے۔

۸۔ انگریزی ہندوستانی بول چال، مطبوعہ لندن، ۱۸۲۰ء۔[۳۲]

مولوی عبدالحق نے گل کرسٹ کی تصانیف کو جس طرح ترتیب دیا ہے، اس سے حامد حسن کی بات سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

> ''Oriental Linguist (یعنی مشرقی زبان داں) ڈاکٹر صاحب کی ایک اور کتاب ہے۔ اس کا ذیلی عنوان ہے۔ ''مقبول عام زبان ہندوستان کا آسان اور عام فہم مقدمہ'' شروع میں زبان کے ابتدائی اصول و قواعد سے بحث کی جاتی ہے اور اس کے بعد ایک مبسوط انگریزی ہندوستانی اور ہندوستانی انگریزی فرہنگ ہے۔ آخر میں فوجی قانون کی دفعات کا اضافہ مع اردو ترجمے کے کر دیا ہے۔ یہ کلکتہ میں پہلی بار ۱۷۹۹ء میں اور دوسری بار ۱۸۰۲ء میں چھپی۔''[۳۳]

ان کی ایک دلچسپ کتاب کا نام Anti-Jargonist ہے۔ یہ گویا ان لوگوں کی ہدایت کیلئے ہے جو زبان کے بگاڑنے والے ہیں۔ یہ بالکل اسی نوعیت کی کتاب ہے جیسی کتاب ماسبق Oriental Linguist ہے، بلکہ درحقیقت اسی کا خلاصہ ہے۔ یہ ۱۸۰۰ء میں کلکتے سے شائع ہوئی۔ بقول مولوی عبدالحق:۔

"ڈاکٹر صاحب کی ایک کتاب East Indian Guide ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں اردو علم ہجا۔ صرف ونحو اور زبان کے متعلق مختلف فوائد کا بیان ہے۔ یہ حصہ ۲۰۳ صفحہ کا ہے۔ دوسرے حصے میں انگریزی اردو الفاظ کی فرہنگ ہے جو سوا سو صفحے پر آئی ہے۔ پہلی بار کلکتے میں ۱۸۰۲ء میں، دوسری بار لندن میں ۱۸۰۸ء میں، تیسری بار پھر لندن میں ضروری اصلاح اور اضافے کے بعد ۱۸۲۰ء میں طبع ہوئی۔"

"ایک اور کتاب اتالیق ہندی (The Hindi Moral Precepter & Persian Scholars Shortest road to Hindustani Language) نام کی ہے...... یہ کتاب فارسی دانوں کو اردو سکھانے کیلئے لکھی گئی تھی۔ پہلی بار سنہ ۱۸۰۳ء میں چھپی اور پوری فارسی رسم الخط میں تھی۔ دوسری بار ۱۸۲۱ء میں لندن میں طبع ہوئی، فرہنگ کا اضافہ طبع دوم میں ہوا ہے"۔[۱۲]

حامد حسن قادری نے ان لغات کا صرف نام اور سنہ اشاعت تحریر کیا ہے مگر مولوی عبدالحق نے اس کا نہ صرف تفصیلی ذکر کیا ہے بلکہ سنہ اشاعت بھی حامد حسن قادری سے مختلف ہیں۔ مولوی عبدالحق کی بات حامد حسن قادری کی نسبت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی تاریخ کی کتاب میں دیے حالانکہ تاریخ نگار جب کسی زبان کی تاریخ مرتب کرتا ہے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی چیز کا مکمل جائزہ لئے بغیر بات نہ کرے، مگر حامد حسن قادری کی تاریخی تحقیق مولوی عبدالحق کے مقابلے میں کمزور نظر آتی ہے۔ انہوں نے صرف سرسری ذکر کیا ہے۔ مذکورہ بالا سطور میں بھی حامد حسن قادری

کی نسبت مولوی عبد الحق نے جو سنہ اشاعت دیا ہے، اس کی دلیل یہ پیش کی کہ یہ لغت ان کے پاس موجود ہے، اس لئے انہوں نے گریرسن کی بات سے بھی اختلاف کیا تھا۔

۳۔ فورٹ ولیم کالج سے وابستہ مستشرقین

گل کرسٹ اور فورٹ ولیم کالج دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔ گل کرسٹ نے جتنی کتب لغات یا قواعد کی کتابیں مرتب کیں، ان کا براہ راست فورٹ ولیم کالج سے کوئی تعلق تو نہ تھا مگر گل کرسٹ کی فورٹ ولیم کالج میں ملازمت اور اردو زبان سے وابستگی سے اس کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا تو اس کا بنیادی مقصد غیر ملکیوں کو ہندوستان کی زبان سکھانا تھا۔ انیسویں صدی میں گل کرسٹ کے علاوہ اور بھی یورپین مصنفین تھے جنہوں نے اردو زبان کے حوالے سے کام کیا۔ اردو کے بہی خواہوں میں جس عقیدت اور احترام کا اظہار گلکرسٹ کے بارے میں ہوا ہے، وہ کالج کے دوسرے انگریزی اساتذہ کو حاصل نہیں۔ اردو ادب کی تاریخوں اور دیگر ادبی کتب میں فورٹ ولیم کالج اور گل کرسٹ متبادل الفاظ ہو کر رہ گئے ہیں۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، میں لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر گل کرسٹ کا اردو زبان پر کتنا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اردو کا سب سے پہلا لٹریچر گویا ایجاد کیا۔ ہندوستان کے ذی علم لوگوں کو جمع کیا اور کتابیں لکھوائیں۔ گل کرسٹ صرف چار سال اس کالج میں رہے لیکن ان کا شروع کیا ہوا کام جاری رہا۔'' [۲۵]

ڈاکٹر گل کرسٹ کے حوالے سے وقار راشدی ''بنگال میں اردو'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس عظمت و مقبولیت کیلئے اردو زبان کو اپنے سب سے بڑے محسن اور سرپرست ایک انگریز افسر کا احسان مند ہونا چاہئے جنہوں نے اردو ادب و جدید نثر کی صحیح معنوں میں داغ بیل ڈالی۔ ان کی زیر نگرانی اردو کی عظیم الشان خدمات انجام دی گئیں۔ یہ انگریز افسر ڈاکٹر جان گل کرسٹ تھے۔ وہ خود

انگریزی کے ایک جلیل القدر ادیب ہونے کے علاوہ فارسی و اردو میں کامل دستگاہ رکھتے تھے...... بابائے اردو مولوی عبدالحق فرماتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو نثر کا لکھنا اس وقت سے شروع ہوا اور بلا مبالغہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو احسان ولی نے اردو نظم پر کیا تھا، اس سے زیادہ نہیں تو اسی قدر احسان جان گل کرسٹ نے اردو نثر پر کیا۔" ۲۶

انیسویں صدی میں فورٹ ولیم کالج میں گل کرسٹ کے علاوہ شعبہ ہندوستان میں جو مستشرقین اردو زبان کے حوالے سے کام کرتے رہے، ان میں

(۱) کپتان جوزف ٹیلر (Joseph Taylor)

(۲) ڈاکٹر ولیم ہنٹر

(۳) گلیڈون

(۴) جان شیکسپیر

(۵) ولیم کارمیکائل سمتھ (William Charmachael Smith)

(۶) کیپٹن تھامس روبک

(۷) کیپٹن ولیم پرائس

حامد حسن قادری کے نزدیک کپتان جوزف ٹیلر نے اردو انگریزی لغت لکھی۔ جس میں ڈاکٹر ولیم ہنٹر بھی شریک کار رہے۔ پہلی بار ۱۸۰۸ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ پھر ۱۸۲۰ء میں ولیم کارمیکائل سمتھ نے اس پر نظر ثانی کر کے مختصر ایڈیشن شائع کیا۔ ۲۷ جبکہ مولوی عبدالحق کے نزدیک کپتان جوزف ٹیلر نے ایک ہندوستانی انگریزی ڈکشنری اپنے ذاتی استعمال کیلئے ۱۸۰۵ء میں لکھی تھی جسے ڈاکٹر ولیم ہنٹر نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے اساتذہ کی مدد سے معتدبہ اضافے اور نظر ثانی کے بعد سنہ ۱۸۰۸ء میں کلکتے سے شائع کیا۔ اس زمانے کے لحاظ سے اس کا شمار اچھی لغات میں تھا۔ ۲۸ حامد حسن قادری ایک اور مستشرق گلیڈون کے بارے میں کہتے ہیں۔ گلیڈون نے فارسی ہندوستانی ڈکشنری مرتب کی۔ یہ لغت کلکتہ سے ۱۸۰۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ کپتان ٹامس روبک نے ڈاکٹر گل

کرسٹ کو "ہندوستانی لغت" تیار کرنے میں مدد دی۔ خود لغت جہاز رانی کے متعلق اصطلاحات اردو انگریزی میں جمع کیں اور ایسے الفاظ اور فقرے بھی جمع کر دیے جو میدان جنگ میں اور فوجی بارکوں میں ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ بات چیت کرنے کیلئے کام آتے۔ اسی میں انہوں نے اردو قواعد کے متعلق ایک ضمیمہ شامل کر دیا۔ یہ کتاب کلکتہ میں ۱۸۱۱ء میں چھپی۔ کپتان روبک نے ایک اور کتاب "ترجمان ہندوستانی" کے نام سے لکھی۔ جس میں زبان اردو کے قواعد درج ہیں۔ یہ پہلی بار لندن میں ۱۸۲۴ء میں چھپی پھر ۱۸۴۱ء میں لندن و پیرس دونوں جگہ شائع ہوئی۔ ۴۹

مستشرقین کی لغات کے حوالے سے حامد حسن قادری اور مولوی عبدالحق میں مسلسل اختلاف پایا جاتا ہے۔ کون کہاں تک درست ہے، اس کا اندازہ لگانا اس لئے مشکل ہے کہ بہت سی کتب لغت جو مستشرقین کی تالیف کردہ ہیں، اول تو ناپید ہو چکی ہیں اور اگر ہیں بھی تو پاکستان میں ان تمام لغات کا ملنا مشکل ہے۔ چند مشہور اور بڑے لغات مثلاً شیکسپیئر، فیلن وغیرہ تو آسانی سے دستیاب ہیں بلکہ یہ کئی بار چھپ چکے ہیں مگر دوسرے لغات لندن اور دیگر ممالک کی لائبریریوں میں یا میوزیم میں دستیاب ہیں، جن تک رسائی حاصل کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں تاریخ کی کتابوں یا لسانیات کے حوالے سے تنقیدی کتابوں سے مدد لینا پڑتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ کون درست کہہ رہا ہے اور کون غلط، اس وقت تک ادھورا رہ جاتا ہے جب تک ان تمام کتب کا جائزہ خود نہ لیا جائے۔ مگر مولوی عبدالحق کی بات اس لئے بھی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی زندگی کا بڑا حصہ اردو زبان کی قواعد و لغات کے حوالے سے وقف رہا۔ ان کی تحریر پڑھ کر بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق نے ان تمام کتب لغت کا نہ صرف مطالعہ کیا ہے بلکہ انہیں تنقیدی نقطہ نظر سے بھی دیکھا ہے ان کے مقابلے میں حامد حسن قادری نے زیادہ تر نام اور سنہ اشاعت کا ذکر کر کے بات ختم کر دی ہے۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ انہوں نے کسی مستشرق کی کتاب کا جائزہ مذکورہ بالا پہلو سے بھی لیا ہو۔

جان شیکسپیئر کی اردو لغت کے حوالے سے حامد حسن قادری کے بقول جان شیکسپیئر نے اردو لغت ۱۸۱۳ء میں مرتب کیا اور "منتخبات ہندی" دو جلدوں میں مرتب کی جو لندن میں ۱۸۱۸ء میں شائع ہوئی۔ ۵۰ مولوی عبدالحق کے بقول جان شیکسپیئر کی ہندوستانی انگریزی لغات ٹیلر سر کی لغات پر مبنی ہے۔

اس کا پہلا ایڈیشن کسی قدر تغیر وترمیم کے ساتھ لندن میں سنہ ۱۸۱۷ء میں شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن لندن میں سنہ ۱۸۲۰ء میں شائع ہوا۔ تیسرا کچھ اضافے کے ساتھ ۱۸۳۴ء میں، چوتھا ایڈیشن ۱۸۴۹ء میں لندن سے شائع ہوا۔ جس میں بہت زیادہ اضافہ کیا گیا۔ اسے شیکسپیئر کا یہ لغت اب انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے۔ اس لئے استعمال نہایت آسان بنا دیا گیا ہے مگر اس میں ایک خامی یہ ہے کہ وہ انگریزی سے دیوناگری رسم الخط میں ہے۔ اگر رومن رسم الخط میں بھی ہوتا تو بہت سے محققین، طلبہ اور اساتذہ کیلئے آسانی پیدا ہوتی، اب صرف وہ لوگ جو دیوناگری جانتے ہیں، اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

جان شیکسپیئر کی اردو گرامر لندن میں پہلے ۱۸۱۳ء میں شائع ہوئی۔ دوسرا ایڈیشن ۱۸۱۸ء میں، تیسرا ۱۸۲۶ء اور چوتھا جس میں دکنی زبان کی مختصر سی گرامر بھی شامل ہے، ۱۸۴۳ء میں اور پھر ایک ایڈیشن ۱۸۵۸ء میں شائع ہوا۔ ۳۲

ولیم کارمیکائیل سمتھ (William Charmachael Smith) نے جوزف ٹیلر کی ڈکشنری مرتبہ ڈاکٹر ہنٹر لندن سے سنہ ۱۸۳۰ء میں شائع کی۔ سمتھ نے اس کی ترتیب بدل کر اسے مختصر کردیا۔

کپتان ٹامس روبک نے ایک "لغت جہاز رانی" لکھی جو ۱۸۱۱ء میں کلکتہ سے پہلی بار شائع ہوئی۔ ۱۸۱۳ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن لندن سے شائع ہوا۔ یہ کتاب رومن رسم الخط میں لکھی گئی۔ ان کی دوسری کتاب "ترجمان ہندوستانی" (Hindostani Interpreter) ہے جس میں قواعد اردو کے ابتدائی مسائل درج ہیں۔ یہ ۱۸۲۴ء میں لندن سے شائع ہوئی۔ دوسری بار ۱۸۴۱ء میں لندن اور پیرس میں شائع ہوئی۔ کپتان روبک نے ان کتابوں کے علاوہ فورٹ ولیم کالج کی تاریخ بھی انگریزی زبان میں لکھی۔ ڈاکٹر آغا افتخار حسین کے مطابق روبک نے گل کرسٹ کے ساتھ انگریزی ہندوستانی لغت کی تدوین میں مصروف رہا جو ۱۸۱۰ء میں شائع کی گئی۔ اسی کتاب کا چھٹا ایڈیشن "لشکری لغت" کے نام سے اضافے اور ترمیم کے ساتھ جارج اسمال نے ۱۸۸۲ء میں شائع کیا۔ ۱۸۱۱ء میں روبک کا فورٹ ولیم کالج میں اسسٹنٹ سیکریٹری کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ ۱۸۱۸ء میں انڈین انٹرپریٹر کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ فورٹ ولیم کالج کی تاریخ ۱۸۱۹ء میں The Annals of Fort William College Calcutta سے شائع ہوئی۔ ۳۳

۴۔ انیسویں صدی کے دیگر مستشرقین کی مطبوعہ لغات

انیسویں صدی کے نصف اول میں دہلی مشرقی تہذیب وتمدن، فنون لطیفہ اور علوم دینی و دنیوی کا بڑا مرکز تھا مگر مغربی حکمرانوں کی وجہ سے رہن سہن پر بھی مغربی اثرات پڑنے لگے اور علمی اور تعلیمی ادارے، تہذیبی اور ثقافتی مرکز بن گئے۔ دہلی میں انگریزی اثرات کا سب سے بڑا منبع دہلی کالج تھا جہاں مشرق ومغرب کا سنگم ہوا۔

مستشرقین نے اردو زبان سیکھنے یا سکھانے کیلئے گرامر کی کتابیں، لغات اور امدادی کتب لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا اور رفتہ رفتہ سائنٹیفک طریقے سے ڈکشنریاں اور گرامر کی کتابیں لکھی جانے لگیں۔ ان مولفین میں فورٹ ولیم کالج اور ہیلی بری کالج سے فارغ التحصیل تھے۔ کچھ نے یورپ میں رہ کر اردو زبان کیلئے کام کیا۔ جن لوگوں نے اس کام کو سرانجام دیا، ان میں بعض اہم مصنفین مولوی عبدالحق کی کتاب قواعد اردو کے مطابق درج ذیل ہیں۔

۱۔ ولیم ٹیلینٹ، مقدمہ زبان ہندوستانی ۱۸۲۰ء

۲۔ ایس ڈبلیو بریٹن، ہندوستانی زبان کے قواعد ۱۸۳۰ء

۳۔ مسز ٹیم فورڈ ارناٹ، جدید خود آموز قواعد زبان ہندوستانی ۱۸۳۱ء

۴۔ جے ٹی ٹامس انگریزی اردو سکول ڈکشنری، ۱۸۳۶ء

۵۔ جے ٹی ٹامس، انگریزی اردو ڈکشنری (کلاں) ۱۸۳۶ء

۶۔ کپتان رابرٹ شیڈون ڈوبی (Robert Sheddon Dobbie)
انگریزی ہندوستانی جیبی ڈکشنری، ۴۷۔۱۸۳۶ء

۷۔ ایل برائس، ہندوستانی انگریزی لغت۔ ۱۸۴۷ء

۸۔ ولیم ییٹس، ہندوستانی انگریزی لغت، ۱۸۴۷ء

۹۔ ڈاکٹر ڈنکن فوربس (Duncom Forbes) ہندوستانی انگریزی وانگریزی ہندوستانی لغت، ۱۸۴۸ء

۱۰۔ ہنری گرانٹ، اینگلو ہندوستانی وکیلری، ۱۸۵۰ء

۱۱۔ ہازل گرود (Hazel Grove) انگریزی ہندوستانی ڈکشنری، ۱۸۶۵ء

۱۲۔ کرنل سرہنری یول، ہابسن جابسن، ۱۸۶۶ء

۱۳۔ بلوم ہارٹ (Blumharat) اردو انگریزی لغت، ۱۸۶۸ء

۱۴۔ کپتان بوراڈیل (Boradaile) انگریزی ہندوستانی لغت، ۱۸۶۸ء

۱۵۔ جے ڈبلیو فریل (Furrel) فرہنگ مترادفات، ۱۸۷۳ء

۱۶۔ پادلو ماریا ہاریم، (Paulo Maria Hormem) پرتگالی، کوکنی، انگریزی ہندوستانی لغت، ۱۸۷۳ء

۱۷۔ ایچ بلوک مین (Blochman) انگریزی اردو ڈکشنری، ۱۸۷۷ء

۱۸۔ ڈی ایف ایکس ڈائس (Dais) انگریزی ہندوستانی پرتگالی مرہٹی لغت، ۱۸۷۹ء

۱۹۔ ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو فالن (Fallon) ہندوستانی انگریزی لغت، ۱۸۷۹ء

۲۰۔ پلیٹس (Platts) اردو ہندی انگریزی لغت، ۱۸۸۴ء

۲۱۔ کرنل فلپس، ہندوستانی الفاظ و محاورات، ۱۸۹۲ء

۲۲۔ ڈبلیو ایل تھابرن (W. L. Thoburn) انگریزی اردو لغت، ۱۸۹۸ء

۲۳۔ مسٹر پولاک (Pollock) پاک ہندوستانی لغت، ۱۹۰۰ء

ولیم ٹیلر کی "مقدمہ زبان ہندوستانی" تین حصوں پر مشتمل تھا۔ یعنی گرامر، لغت اور اسباق زبان دانی۔ پہلی دفعہ ۱۸۲۰ء کو کلکتے میں طبع ہوئی۔ دوسری بار ۱۸۱۳ء میں اور تیسری بار ۱۸۳۳ء میں چھپی۔ ۳۴؎

مسٹر ایس ڈبلیو بری ٹن نے ہندوستانی زبان کے قواعد پر ایک کتاب تالیف کی جو لندن میں ۱۸۳۰ء میں طبع ہوئی۔ اس کے ایک سال بعد یعنی ۱۸۳۱ء میں مسٹر سٹیمفورڈ ارنات کی کتاب بنام "جدید خود آموز قواعد زبان ہندوستانی" جو برٹش انڈیا کی نہایت کارآمد اور عام زبان ہے، شائع ہوئی۔ یہ کتاب فارسی اور رومن حروف میں ہے اور اس کے ساتھ ضمیمے کے لغت اور مشقی اسباق زبان دانی بھی اضافہ کئے گئے ہیں، لندن میں پہلی بار ۱۸۳۱ء میں اور دوسری بار ۱۸۴۴ء میں طبع ہوئی۔ ۳۵؎

ان کے بعد جے ٹی ٹامسن کی انگریزی اردو ڈکشنری سیرام پور میں ۱۸۳۶ء شائع ہوئی۔ اس کے

بعد کئی دفعہ چھپی۔ ۱۸۳۸ء میں انہوں نے ایک بڑی ڈکشنری انگریزی اردو ڈکشنری (کلاں) کے نام سے شائع کی۔

کپتان رابرٹ شیڈون ڈوبی (Robert Sheddon Dobbie) نے ایک جیبی انگریزی ہندوستانی ڈکشنری، ۴۷-۱۸۴۶ء میں لندن سے شائع کی۔ این براٹس نے ہندوستانی انگریزی لغت لکھی جو کلکتے میں سنہ ۱۸۷۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ رومن حروف میں ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن ای جے لیزے رس (Lagaras) نے نظر ثانی کے بعد ۱۸۸۰ء میں بنارس سے شائع کیا۔ ۳۶

ڈاکٹر ڈنکن فوربس (Duncan Forbes) نے "ہندوستانی انگریزی اور انگریزی ہندوستانی لغت" لندن سے ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ عربی، فارسی، اردو اور بنگالی میں کئی کتابیں تالیف کیں۔ ان کی تالیف کا مقصد یہ تھا کہ انگریز ہندوستانی زبان کی ابتدائی معلومات حاصل کر سکیں۔ ان کی ڈکشنری دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں ہندوستانی انگریزی اور دوسرے حصے میں انگریزی سے ہندوستانی الفاظ کے معانی اور تشریحات ہیں۔ انہوں نے اپنے تیس سالہ قیام کے دوران اس بات کا بخوبی جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ انگریزی سے ہندوستانی اور ہندوستانی سے انگریزی، دونوں طرح مرتب کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ذخیرہ الفاظ کو زیادہ وسیع کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ روزمرہ کی بول چال کے صرف وہ الفاظ منتخب کئے جو ایک نو آموز کیلئے سیکھنا ضروری ہوں۔ اس کے علاوہ رسم الخط پر زیادہ توجہ دینے کی بجائے معانی بیان کرنے کیلئے رومن رسم الخط استعمال کیا تاکہ نو آموز رسم الخط کے بغیر ہی اردو زبان پر قادر ہو جائے۔ ڈکشنری کے پہلے حصے کو مرتب کرتے وقت فوربس نے ڈکشنری ہندوستانی اینڈ انگلش سے استفادہ کیا جو ولیم ہنٹر نے کلکتہ میں ۱۸۰۸ء میں دو جلدوں میں شائع کی تھی۔ اس لغت سے فوربس نے تقریباً چودہ ہزار الفاظ اور محاورے منتخب کر لئے۔ اس کے علاوہ بہت سے اردو اور ہندی کے الفاظ اس نے ڈاکٹر گل کرسٹ کی کتاب (Hindi Moral Preceptor) سے بھی لئے۔ اس پر فوربس نے (Eccentri but Copious Vocabulary) کی پھبتی کسی ہے۔ ان کے علاوہ ڈنکن فوربس نے مندرجہ ذیل ڈکشنری اور کتب کو بھی استعمال کیا۔

۱۔ گلیڈون (Gladwin) کی ڈکشنری آف محمڈن لا اینڈ بنگال ریونیو ٹرمز، کلکتہ ۱۷۹۷ء

۲۔ ایچ۔ ایم۔ ایلیٹ (H. M. Elliot) کی "گلاسری آف انڈین ٹرمز" آگرہ، ۱۸۴۵ء

۳۔ پروفیسر جانسن (Johnson) کی کتاب کی آخری جلد جو رچرڈسن کی "پرشین اینڈ عربیک ڈکشنری" (Richardson`s Persian and Arabic Dictionary) پر مبنی ہے۔ اس میں سے عربی اور فارسی کے بہت سے الفاظ لئے گئے۔

۴۔ ڈاکٹر آدم (Dr. Adam) کی "ہندی ڈکشنری" کے دوسرے ایڈیشن سے ہزاروں ہندی الفاظ لئے گئے ہیں۔

۵۔ پریم ساگر، کلکتہ ۱۸۲۵ء

۶۔ تھامسن (Thompson) کی ہندی اور انگریزی ڈکشنری آٹھ جلدی، ۱۸۳۶ء، دہلی

۷۔ دکنی انوار سہیلی، مدراس، ۱۸۳۳ء کا دیباچہ

۸۔ ڈاکٹر ہرکلاٹس (Harklots) کی "قانون اسلام" لندن، ۱۸۳۲ء سے

ڈنکن فوربس کی کتابوں کے ساتھ ساتھ اسی دور میں کئی چھوٹی بڑی کتابیں تالیف ہوئیں جن کا مقصد بھی انگریزوں کو زبان سکھانا تھا۔ ان میں ہنری گرانٹ کی "اینگلو ہندوستانی وکیبلری" شامل ہے جو ۱۸۵۰ء میں کلکتے سے شائع ہوئی۔ مدراس سے ایک ہندوستانی اسکول ڈکشنری (رومن حروف میں) سنہ ۱۸۵۱ء میں، ایک کلکتہ سے ۱۸۵۳ء میں اور اسی سال ایک ہندوستانی اردو لغت مدراس سے شائع ہوئی۔ ہازل گروو (Hazal Grove) کی انگریزی ہندوستانی فرہنگ بمبئی سے ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی۔

اہل یورپ کا مشرقی زبانوں کی لغت اور تذکرہ نویسی میں بہت حصہ ہے۔ گارسن دتاسی نے شعراء کا مبسوط تذکرہ تین جلدوں میں لکھا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ کراچی یونیورسٹی میں کیا گیا۔ اردو زبان کے

کئی اور بھی لغات لکھے گئے مگر کرنل سرہنری یول کا لغت "ہابسن جابسن" غالباً اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے۔ جو ۱۸۶۶ء کو شائع ہوئی۔ ڈاکٹر آغاز افتخار حسین اپنے مضمون "کرنل سرہنری یول اس کی اردو فرہنگ ہابسن جابسن" میں لکھتے ہیں:

"کرنل سرہنری یول کی "ہابسن جابسن" اشتقاق کے نقطہ نظر سے غالباً اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے بلکہ شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ الفاظ کے ماخذ اور معانی کے ارتقاء پر جس انداز سے اس کتاب میں مواد جمع کیا گیا ہے اس کی مثال اردو زبان میں مشکل ہی سے ملے گی۔ اس فرہنگ کے اردو (یا ہندی) وغیرہ کے وہ الفاظ شامل ہیں جو انگریزی اور دوسری مغربی قوموں کے ہندوستان کے ساتھ تجارتی اور سیاسی روابط کی وجہ سے بعض مغربی زبانوں میں داخل ہو گئے ہیں یا مغربی زبانوں سے اردو (یا ہندی) زبانوں میں آ گئے ہیں۔ ۲۸"

یول کی اس فرہنگ کا مختصر جائزہ بھی آغاز افتخار حسین نے اپنے اسی مضمون میں پیش کیا ہے۔ وہ اس فرہنگ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ فرہنگ ان الفاظ ومحاورات وغیرہ پر مشتمل ہے جو ہندوستان میں انگریزوں کی بول چال میں شامل ہو چکے ہیں۔ بیشتر الفاظ پر اشتقاق، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ کے نقطہ نظر سے مدلل بحثیں کی گئی ہیں...... معانی اور اشتقاق کے بارے میں خیالات کا تبادلہ کیا۔ کتاب کے عنوان "ہابسن جابسن" کے بارے میں یول وضاحت کرتا ہے کہ "ہابسن جابسن" کے الفاظ ہندوستان میں انگریزوں کی زبان میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ الفاظ اصل میں یا حسنؓ یا حسینؓ ہیں۔ یول نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے ارادی یا غیر ارادی طور پر عقیدت کی وجہ سے لکھا۔ جو انہیں اپنے والد میجر ولیم یول کی وجہ سے تھی جو عربی، فارسی کے عالم تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی "نہج البلاغۃ" کا انگریزی ترجمہ کر کے ذاتی طور پر شائع کیا تھا۔ ان کی عقیدت حسنؓ اور حسینؓ سے ہو گئی اور اس کا اثر یول پر بھی پڑا۔ اس عقیدت کے تحت انہوں نے اپنی کتاب کا نام رکھا۔ ہندوستانی الاصل الفاظ کے انگریزی زبان میں داخل ہونے کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ملکہ الزبتھ اول اور شاہ جیمز کے زمانے میں بہت سے ہندوستانی الفاظ

انگریزی میں شامل ہو گئے تھے۔ آگے چل کر یول نے مثالیں دے کر یہ
وضاحت کی ہے کہ بعض اوقات الفاظ کے اصل ماخذ کچھ اور ہوتے ہیں لیکن
مرور ایام اور مختلف انداز سے استعمال ہونے کے بعد ان کی شکل یا ان کا مفہوم
اس قدر بدل جاتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان کی
ابتداء کہاں سے ہوئی تھی۔"۹ سے

بلوم ہارٹ (Blumharat) نے اردو انگریزی لغت فوجیوں کیلئے لکھی جو سنہ ۱۸۶۸ء کو سیرام پور سے شائع ہوئی۔ کپتان بوراڈیل (Borradaile) نے انگریزی ہندوستانی لغت احاطہ مدراس کے فوجی طلبہ کیلئے لکھی جو مدراس میں سنہ ۱۸۶۸ء میں طبع ہوئی۔ جے ڈبلیو فریل (Furrel) نے ایسے ہندوستانی مترادفات کی فرہنگ لکھی جو روزمرہ استعمال میں آتے ہیں۔ معانی کے فروق، تشریح اور مثالوں کے ساتھ لکھے ہیں۔ کلکتے سے سنہ ۱۸۷۳ء میں چھپی۔ اس کے بعد ایچ بلوک مین (Blochman) نے انگریزی اردو ڈکشنری لکھی۔ یہ رومن خط میں ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے۔ آٹھویں بار کلکتے سے سنہ ۱۸۷۷ء میں شائع ہوئی۔ ڈی ایف ایس ڈائس (Dais) نے انگریزی، پرتگالی، گووی، مرہٹی، ہندوستانی کی ایک فرہنگ مرتب کی جو ستارا سے سنہ ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتنے پرتگالی لفظ اردو میں داخل ہوئے اور کتنے اردو کے لفظ پرتگالی زبان میں جا پہنچے۔ ۴۰ سے

ڈاکٹر ایس ڈبلیو فالن (Fallon) کی "ہندوستانی انگریزی لغت" ۱۸۷۹ء کو میڈیکل ہال پریس، بنارس سے شائع ہوئی۔ فیلن نے ڈکشنری میں الفاظ کے معنی لکھنے کے علاوہ اس بات پر خصوصی توجہ دی کہ ہندوستان کے لوگوں کی روزمرہ بول چال کے الفاظ، ان کے ماخذ اور محل استعمال تفصیل کے ساتھ درج ہوں۔ عربی فارسی اور سنسکرت کے الفاظ استعمال کرنے والوں نے عوام کی زبان کو مشکل بنا دیا تھا۔ فیلن نے اپنی ڈکشنری میں عوام و خواص سب کو بول چال میں سے چیدہ چیدہ الفاظ، محاورے اور ضرب الامثال لے کر اس "ہندوستانی" زبان کو اس کتاب میں پیش کیا ہے۔

فیلن کی ڈکشنری کلاسیکی ڈکشنریوں کی نسبتاً جدید ہے۔ اس لئے اس میں وہ ادبی الفاظ بھی شامل

ہیں جو آہستہ آہستہ انیسویں صدی تک ہندوستانی میں مکمل مل گئے تھے۔ ہر لفظ کے ساتھ اس کا بنیادی ماخذ بھی دیا گیا ہے تاکہ لفظ کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ فیلن کی اس لغت میں ہر زبان کا ہر پہلو سے مطالعہ ملتا ہے۔ یہ لغت عام لغات کے مقابلے میں زیادہ معیاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کا نام اردو کے عظیم محسنوں میں لیا جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق، لغت کبیر اردو میں لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر فالن کی انگریزی ہندوستانی ڈکشنری ۱۸۸۳ء میں دہلی، بنارس اور لندن سے شائع ہوئی اور کئی بار چھپ چکی ہے۔ بعد میں لاہور میں بھی چھوٹی تقطیع پر گلاب سنگھ اینڈ سنز کے مطبع مفید عام میں طبع ہوئی۔ یہ بہت اچھی لغت ہے۔ الفاظ کے ساتھ محاورات بھی دیئے ہیں اور تشریح کیلئے انگریزی ادب سے مثالیں پیش کی ہیں۔'' ۱۴

پلیٹس (Platts) کی اردو انگریزی لغت، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔ جان پلیٹس اس دور کے اہم مستشرق ہیں۔ اگرچہ ان کا دائرہ کار گریرسن سے مختلف ہے۔ انہوں نے گرامر کی تدوین اور لغت کی ترتیب میں خصوصی کام کیا لیکن اس لحاظ سے ان کا تعلق گریرسن ہی کے گروہ سے ہو جاتا ہے کہ انہوں نے گرامر کی تدوین میں ہند آریائی زبانوں کے مزاج اور گرامر کا خاص طور پر خیال رکھا اور تدوین لغت میں بھی ان لفظوں پر زور دیا۔ اپنی ڈکشنری کے مقدمے میں جان پلیٹس نے ڈنکن فوربس کی ڈکشنری کو فرسودہ (Behind the Age) کہا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک زبان میں وسعت پیدا ہو گئی ہے اور کئی نئے الفاظ اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ جان شیکسپیئر کی ڈکشنری سے کسی حد تک استفادے کا ذکر بھی کیا ہے۔

پلیٹس نے ان سب گرامروں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے استفادہ کیا ہے۔ وہ سب اس کے ہم عصروں نے یا اس سے پہلے کے لوگوں نے لکھی تھیں۔ مولوی عبدالحق بھی پلیٹس کی لغت کو فیلن کی لغت کے مقابلے میں زیادہ ضخیم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پلیٹس کی لغات فالن کی کتاب کے مقابلے میں بہت زیادہ ضخیم اور وسیع ہے۔ اس نے اردو کے ساتھ ساتھ ٹھیٹھ ہندی کے لفظ بھی لکھے ہیں۔ اس کے

علاوہ فارسی، عربی، سنسکرت کے الفاظ کا بھی بہت کافی ذخیرہ ہے، جن میں سے اکثر اردو زبان میں مروج نہیں۔ ان الفاظ کے ماخذ اور اصل کا بھی اشارہ کیا ہے۔ لیکن معنی اور استعمال کیلئے سند نہیں دی۔ ہر اصل لفظ پہلے اردو رسم الخط میں تھے، اس کے آگے ناگری رسم الخط میں اور اس کے بعد رومن حروف میں۔ ان دونوں فاضل لغت نویسوں کی محنت اور کاوش قابل داد ہے۔"[۴۳]

انیسویں صدی میں مزید جن مستشرقین کے نام آتے ہیں، ان میں کرنل فلپس، ڈبلیو ایل تھابرن اور مسٹر پولاک شامل ہیں۔

کرنل فلپس نے ہندوستانی الفاظ و محاورات کا لغت تیار کیا جو ۱۸۹۲ء میں لندن سے شائع ہوا۔ ان کے بعد ڈبلیو ایل تھابرن (W. L. Thoburn) نے "انگریزی اردو لغت" تالیف کیا۔ یہ لغت لکھنو میں ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ مسٹر پولاک (Pollock) نے "پاکٹ ہندوستانی لغت" لکھی جو ۱۹۰۰ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔

۵۔ بیسویں صدی میں مستشرقین کی مطبوعہ اردو لغات

بیسویں صدی کے اوائل میں حکومت برطانیہ کے قدم برصغیر پاک و ہند میں پوری طرح جم چکے تھے۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کا زمانہ سیاسی لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ بیسویں صدی کے ربع اول کے بعد برصغیر میں سیاسی بیداری کے آثار نمودار ہوئے تو ایک بار پھر ادبی اور تہذیبی معاملات کی طرف توجہ دی جانے لگی اور مشرقی زبانوں خصوصاً اردو کے بارے میں سرکاری افسروں کا انداز نظر بدل گیا اور مقامی ادب کے بارے میں پچھلے ادوار سے زیادہ صحت مند رویہ نظر آنے لگا۔ سرکاری افسر زیادہ تر حکومت کرنے اور چلانے آتے تھے۔ اس دور میں اردو ادب کی جو خدمت ہوئی، اس میں عام سول افسروں کی تعداد کم ہے۔ فوجی افسر اور ماہرین تعلیم زیادہ تعداد میں کتابیں لکھتے رہے اور اردو ادب کی خدمت کی۔

اس دور کے علمی سرمائے میں لسانی مطالعہ ہی اپنے عروج کو نہیں پہنچا بلکہ تدوین لغت کے حوالے سے مستشرقین کی اردو خدمات کے دو رخ بھی اپنے عروج کو پہنچے اور پھر ان پر کوئی قابل قدر اضافہ نہ ہو سکا۔

بیسویں صدی میں مستشرقین کی اردو لغت نگاری کا اگر جائزہ لیا جائے تو جو نام سامنے آتے ہیں ان میں چند اہم درج ذیل ہیں۔

۱۔ پولاک (Pollok)، ہندوستانی ڈکشنری، ۱۹۰۰ء

۲۔ میجر چپ مین (Chipman)، انگلش ہندوستانی پاکٹ وکیبلری، ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۹ء

۳۔ جی رینکنگ (G Ranking)، انگریزی ہندوستانی لغت، ۱۹۰۰ء

۴۔ لیفٹیننٹ کرنل فلاٹ (Phillot)، مختصر انگریزی ہندوستانی فرہنگ، ۱۹۱۱ء

۵۔ لیفٹیننٹ کرنل فلاٹ، خزینہ محاورات اردو، ۱۹۱۲ء

ان کے علاوہ مستشرقین کی موضوعات فرہنگوں اور مقامی لغت نگاروں کی موضوعاتی فرہنگوں اور لغات بھی اس صدی میں تالیف کی گئیں۔

مسٹر پولاک جن کا تذکرہ انیسویں صدی کے اختتام پر بھی کیا جا چکا ہے، نے پاکٹ ہندوستانی (جیبی ہندوستانی لغت) مرتب کی جو ۱۹۰۰ء میں کلکتے میں طبع ہوئی۔

میجر چپ مین نے "انگلش ہندوستانی پاکٹ وکیبلری" رومن حروف میں مرتب کی جو پارک ٹاؤن میں اور لندن میں ۱۹۰۳ء میں طبع ہوئی۔ دوسرے ایڈیشن میں الفاظ کا کچھ اضافہ کیا۔ یہ بہت مختصر لغت ہے۔ اسی دور میں جی رینکنگ (G. Ranking) نے "انگریزی ہندوستانی لغت" لکھی۔ جو ۱۹۰۵ء میں کلکتے سے شائع ہوئی۔ انہوں نے متعدد انگریزی اردو اور اردو انگریزی لغت کی کتابیں تالیف کیں۔

لیفٹیننٹ کرنل فلاٹ نے ایک مختصر انگریزی ہندوستانی فرہنگ لکھی جو ۱۹۱۱ء میں کلکتے میں شائع ہوئی۔

کرنل فلاٹ ہی نے "خزینہ محاورات اردو" کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اردو محاورات کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے۔ یہ کتاب بھی کلکتے سے ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ [۳۳]

ڈاکٹر آغاز افتخار حسین نے ان کی اور کتابوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان میں سرفہرست ہندوستانی مینوئل کو سمجھا جاتا ہے۔ کرنل فلاٹ کی دیگر کتابیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہندوستانی مینوئل، کلکتہ میں اعلیٰ امتحان کیلئے لکھی گئی۔

۲۔ فلاٹ نے محاورات اردو پر ایک کتاب لکھی جو کلکتہ میں ۱۹۱۰ء میں شائع

ہوئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی۔

۳۔ فلاٹ نے فارسی کی دو کتابیں "لغات الامین" اور "بازنامہ ناصری" کا انگریزی ترجمہ کیا۔۴۳

فلاٹ کی مشہور کتاب ہندوستانی مینوئیل ڈنکن فوربس کی "Manual" سے زیادہ جامع ہے اور بہت سلیس انداز بیان ہے۔ کرنل فلاٹ کے ساتھ ڈاکٹر گراہم بیلی نے بھی ہندوستان رہ کر اردو زبان کی تحصیل و تحقیق میں وقت صرف کیا اور ان کی زندگی کا بہت سا حصہ اگرچہ ہندوستان میں گزرا مگر انہیں شہرت اس وقت ملی جب انہوں نے واپس جا کر مشرقی زبانوں پر کام جاری رکھا۔

مستشرقین کی اردو خدمات میں کئی مدو جزر آئے۔ انہوں نے پانچ سو سال اردو ادب کی آبیاری میں صرف کئے اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ اردو کی لسانی تاریخ، اردو لغت، اردو گرائمر اور درسی کتابوں کی تدوین میں جو معیار ان مستشرقین نے قائم کیا، اس پر آج بھی بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ مستشرقین کی تالیف کردہ کتب سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ نہایت اہم اور گراں قدر خدمات اپنے سیاسی، معاشی اور تجارتی مفادات کے حصول کی خاطر سرانجام دیں۔ بقول لارڈ میکالے "ہماری بہترین کوششیں ایک ایسا طبقہ معرض وجود میں لانے کیلئے وقف ہونی چاہئیں جو ہم میں اور ان کروڑوں انسانوں کے مابین جن پر ہم حکومت کر رہے ہیں۔ ترجمانی کا فریضہ سرانجام دے۔ یہ طبقہ ایسے افراد پر مشتمل ہو جو رنگ و نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو، لیکن ذوق، ذہن، اخلاق اور فہم و فراست کے اعتبار سے انگریز۔" ۴۵ انہوں نے انگریزی زبان کے باوا آدم سیموئل جانسن کے اس قول پر بھی پورا پورا عمل کیا جو لغت کی اہمیت کے حوالے سے انہوں نے کہا تھا کہ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اشیائے کائنات کی اہم چیزوں میں سے اہم ترین چیز لغت ہے۔

مستشرقین لغت نگاروں کے سامنے مشرق و مغرب کی لغت نگاری کی روایات تھیں۔ انہوں نے اردو لغت نگاری میں ان سے استفادہ کیا۔ ہندی، انگریزی اور اردو زبانیں چونکہ مختلف رسم الخط کی حامل ہیں، اس لئے ان کی لغات میں تلفظ کی وضاحت کیلئے رومن حروف میں اردو الفاظ کا اندراج ملتا ہے۔ جس کیلئے انہوں نے نقل حرفی (Transliteration) کے اصول بنائے اور سکیمیں وضع

کیں۔ اسی طرح ان اردو انگریزی لغات میں ان کا عکس پیش کیا۔ جس سے اردو زبان کے ذخیرہ الفاظ و مرکبات میں وسعت اور وضع اصطلاحات میں سہولت کی نئی راہیں روشن ہوئیں۔

زبان کی تعلیم کا بنیادی محرک لغت نویسی کو سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اردو لسانیات کے مطالعے میں لغات کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حواشی

۱۔ داستان تاریخ اردو، حامد حسین قادری، ص ۹۷، ۷

۲۔ اہل یورپ نے اردو کی کیا خدمت کی؟ عبدالحق، مولوی، مشمولہ رسالہ اردو، جنوری ۱۹۲۳ء ص ۱۸

۳۔ جان گل کرسٹ، قواعد زبان اردو، ص ۱۱

۴۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، جلد اول، ص ۱۹

۵۔ پیرس میں اردو مخطوطات، افتخار حسین، آغا، ڈاکٹر، ص ۴۳ مشمولہ اردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، رضیہ نور محمد، ڈاکٹر، پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء

۶۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۱۹

۷۔ ایضاً

۸۔ قواعد اردو، عبدالحق مولوی، ص ۲۰

۹۔ ایضاً

۱۰۔ جامع القواعد، ابواللیث صدیقی، ص ۵۵

۱۱۔ Grierron, Lingustic Survey of India, Vol, IX Part 1, Introducation. مشمولہ اردو زبان وادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیق و تنقیدی جائزہ، رضیہ نور محمد، ڈاکٹر، پہلا ایڈیشن، ۱۹۸۵ء، ص ۸۱

۱۲۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۲۹

۱۳۔ گلکرسٹ اور اس کا عہد، عتیق صدیقی، محمد، ص ۶۳۔۷۵

۱۵۔ داستان تاریخ اردو، حامد حسن قادری، ص ۸۳

۱۶۔ ہندوستانی گرامر از جمن شلزے، مرتب ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ص ۱۱

۱۷۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۲۰

۱۸۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کی عجیب لغت نگاری، غلام عباس، مشمولہ اردو نامہ شمارہ نمبر ۳، ۱۹۶۱ء، ص ۳۹۔۴۰

۱۹۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کی عجیب لغت نگاری، غلام عباس، مشمولہ اردو نامہ، شمارہ نمبر ۳، جنوری، اپریل، ۱۹۶۱ء، ص ۴۰۔۴۱

۲۰۔ فورٹ ولیم کالج اور ابتدائی ڈکشنریاں (کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ) ستیہ پال آنند، ڈاکٹر، مشمولہ، اخبار اردو، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۴۳۔۴۴

۲۱۔ ایضاً ص ۴۶۔۴۸

۲۲۔ داستان تاریخ اردو، حسین قادری، ص ۸۳۔۸۵

۲۳۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۲۱

۲۴۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۲۲

۲۵۔ داستان تاریخ اردو، حامد حسن قادری، ص ۸۳۔۸۴

۲۶۔ بنگال میں اردو، وفا راشدی، پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۱۹۵۳ء، ص ۲۹۳۶، مشمولہ اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، رضیہ نور محمد، ڈاکٹر، طبع اول ۱۹۸۵ء، ص ۶۷

۲۷۔ داستان تاریخ اردو، حامد حسن قادری، ص ۷۶

۲۸۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق مولوی، ص ۲۳

۲۹۔ داستان تاریخ اردو، حامد حسن قادری، ص ۸۶

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۲۳

۳۲۔ قواعد اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۲۲

۳۳۔ یورپ میں اردو، آغا افتخار حسین، ص ۶۸۔۶۹

۳۴۔ قواعد اردو، عبدالحق مولوی، ص ۱۷

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق مولوی، ص ۳۳

۳۷ اردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، رضیہ نور محمد، ڈاکٹر، ص ۱۲۶۔۱۲۸۔۱۲۹

۳۸۔ کرنل سر ہنری یول اور اس کی اردو فرہنگ، ہابسن جابسن، افتخار حسین آغا، ڈاکٹر، مشمولہ صحیفہ، انتالیسواں شمارہ، اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۹۰

۳۹۔ ایضاً، ص ۹۳ تا ۹۵

۴۰۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق مولوی، ص ۳۵۔۳۶

۴۱۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق مولوی، ص ۳۶

۴۲۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق مولوی، ص ۳۸

۴۳۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق مولوی، ص ۴۷

۴۴۔ یورپ میں اردو، آغا افتخار حسین، ص ۷۶

۴۵۔ میکالے اور برصغیر کا نظام تعلیم، شبیر بخاری، سید، طبع دوم، ص ۳۵

☆☆☆

باب چہارم:

اردو لغت کا ارتقاء، ۱۹۴۷ء تک

ا۔ ابتدائی لغات کا تجزیہ

جس طرح دنیا کی دوسری زبانوں میں لغات کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کی تالیف پر توجہ دی گئی، اسی طرح اردو زبان میں لغت نویسی کی روایت قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ جیسا کہ سابقہ ابواب میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ خالق باری اور واحد باری سے اردو زبان کے حوالے سے لغات کا آغاز ہوا۔ اس کا تسلسل جدید طرز پر مرتب کئے جانے والے لغات میں بھی موجود ہے۔ اس دور میں جتنے بھی لغات لکھے گئے وہ سب عام لغات سے بحث کرتے ہیں۔ مصطلحات و محاورات وغیرہ کیلئے مخصوص نہیں۔ اس سلسلے میں اردو کی پہلی فرہنگ جو صرف مصطلحات کیلئے مختص ہو اور جس میں شعراء کے کلام سے سند دینے کا بھرپور التزام کیا گیا ہو، وہ مرزا جان طپش دہلوی کی تالیف کردہ فرہنگ "شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان" ہے۔ یہ ۱۲۰۷ھ/ ۹۲ ۱۷ء میں تحریر ہوا۔ لیکن یہ مسودہ ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۷ء میں مرشد آباد سے شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کے بعد اردو کے متعدد لغات لکھے جاتے رہے جن میں مفتاح اللغات، دلیل ساطع، نفائس اللغات اور نفیس اللغۃ زیادہ اہمیت کے حامل ہیں مگر یہ سب کتابیں بھی عام لغات سے بحث کرتی ہیں۔ نفائس اللغات اور نفیس اللغۃ میں منفرد الفاظ کے ساتھ چند مصطلحات بھی موجود ہیں تاہم ان کی تعداد بہت کم ہے اور دوسرا شعرا کے کلام کے شواہد و نظائر نہیں پیش کئے گئے۔ ان تمام میں وہ خصوصیت نظر نہیں آتی جو لغت کیلئے ضروری ہے مگر پھر بھی ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس سلسلے کی دوسری فرہنگ جو کلام شعرا سے اسناد کے ساتھ مصطلحات وغیرہ کیلئے مختص سمجھی جاتی ہے وہ نیاز علی بیگ نکہت دہلوی کی تالیف کردہ "مخزن فوائد" ہے جس کی اشاعت کا سنہ مخزن فوائد مرتبہ ڈاکٹر محمد ذاکر حسین نے ۱۸۴۵ء لکھا ہے۔[۱] جبکہ مولوی عبدالحق نے لغت کبیر اردو میں ۱۸۸۶ء لکھا

ہے۔ [۲] ڈاکٹر محمد ذاکر حسین، مخزن فوائد کے پیش گفتار میں لکھتے ہیں:

''مخزن فوائد، شمس البیان کے ۵۳ سال بعد یعنی جولائی ۱۸۴۵ء/۱۲۶۱ھ میں لکھی گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ اولیت کا سہرا شمس البیان کے سر ہے اور یہ ایک اہم اور مستند رسالہ بھی ہے لیکن یہ نکتہ بھی پیش نظر رہے کہ اس میں صرف مصطلحات ہی بیان کئے گئے ہیں...... یہ ایک ضخیم فرہنگ ہے۔ اس سے شمس البیان کے مقابلے میں اس کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔'' [۳]

اگر مخزن فوائد کو محمد ذاکر حسین کی رائے کے مطابق ۱۸۴۵ء کی تصنیف مانا جائے تو گنجینۂ زبان اردو اس کے بعد کی تصنیف ہے لیکن اگر مولوی عبدالحق کی رائے کے مطابق مخزن فوائد ۱۸۸۶ء کی تصنیف مانا جائے تو ''گلشن فیض'' اس سے پہلے کا لغت ہے۔ بعد میں انہوں نے ''سرمایہ زبان اردو'' کے نام سے ایک دوسرا لغت تالیف کیا جس میں الفاظ اور محاورات کے معنی اردو میں دیے۔ ''سرمایہ زبان اردو'' کو اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ نے جب پہلی دفعہ ۱۹۸۷ء میں مرتب کیا تو پیش لفظ میں محمد رضا انصاری نے لکھا ہے:

''تحفۂ سخنوراں'' یا ''سرمایۂ زبان اردو'' اردو کا لغت ہے۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوا تھا۔'' [۴]

۱۳۰۴ھ کے مطابق سنہ تالیف ۱۸۸۶ء بنتا ہے۔ مولوی عبدالحق کی تحقیق کو مانتے ہوئے ڈاکٹر مسعود ہاشمی نے اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ میں ''مخزن فوائد'' کو ''گنجینۂ زبان اردو'' یعنی گلشن فیض اور ''سرمایہ زبان اردو'' کے بعد کی لغات میں رکھا ہے۔ ''مخزن فوائد'' کا ذکر ۱۸۸۶ء کے حوالے سے کیا ہے اور مولوی عبدالحق کی لغت کبیر اردو میں درج معلومات کو درج کر دیا ہے۔ [۵]

مگر ڈاکٹر محمد ذاکر حسین، مخزن فوائد کو مرتب کرتے ہوئے پیش گفتار میں اس کے سنہ تالیف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مخزن فوائد'' آج سے ایک سو ترپن سال قبل یعنی ۱۸۴۵ء میں صرف ایک بار شائع ہوا اور جلد ہی اس کے نسخے نایاب ہو گئے۔ پھر اس کی دوبارہ

اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تذکرہ نویس بھی اس کتاب کے اصل نام سے واقف نہ ہو سکے۔ چہ جائیکہ اس کی تفصیل فراہم کرتے۔ یہ مطبوعہ نسخہ بہت دنوں تو اصحاب علم کی نظروں سے اوجھل رہا اور جب ۱۹۵۳ء کے معاصر حصہ پانچ میں عندلیب شادانی مرحوم نے اس کا تعارف کرایا تو لوگوں کی نگاہیں اس طرف منعطف ہوئیں اور اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ ہوا۔ شادانی صاحب کے پیش نظر جو نسخہ تھا، اس کے متعلق وہ تحریر فرماتے ہیں:

"جو نسخہ اس وقت میرے پیش نظر ہے، وہ کسی زمانے میں فورٹ ولیم کالج، کلکتہ کی ملکیت تھا۔ یہ نسخہ ابتدا سے انتہا تک مکمل ہے۔ لیکن اس میں سرورق موجود نہیں۔ البتہ خاتمہ پر اہل مطبع کی طرف سے چند سطروں کا اضافہ کیا گیا ہے، جس سے مطبع کا نام اور سنہ طباعت وغیرہ معلوم ہو جاتا ہے:"

کتاب مخزن فوائد مشتمل اوپر اصطلاحات اور محاورات اور شگوں زبان اردو کے مع اشعار و نظائر شعرائے ہند تصنیف سرآمد شعرائے عالی فطرت، مصنف نیاز علی بیگ نکہت تخلص بموجب ارشاد جمیع الالقاب پرنسپل مدارس دہلی دام اقبالہم مطبع دارالسلام میں جو مکان مفتی نورالدین احمد، واقع محلہ چیلپوں مہادیو گند شہر شاہجہان آباد میں ہے، باہتمام عنایت حسین بانی مطبع چھاپی گئی ماہ جولائی ۱۸۴۵ء۔"

آگے اس کے سنہ تالیف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس مطبوعہ نسخہ کے خاتمہ پر نکہت کے طبع زاد ستر اشعار کا ایک قطعہ درج تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سال تالیف ۱۸۴۵ء ہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آخری شعر جس سے کتاب کا سال تصنیف برآمد ہوتا ہے، یہ ہے

ملہم نے دی صدا از سر وجہ غیب سے

تازہ بہار خلد ہے تاریخ اختتام

''تازہ بہار خلد'' سے ۱۲۵۵ کے اعداد نکلتے ہیں اور ''سرو چہ'' یعنی ''و'' کے چھ ملانے سے ۱۲۶۱ نکلتا ہے اور یہی مخزن فوائد کا سال تصنیف وطباعت ہے۔''ے

مخزن فوائد پر تنقید کرتے ہوئے مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر محمد ذاکر حسین اتفاق کرتے نظر آتے ہیں کہ مخزن فوائد میں اندراج کے سلسلے میں ترتیب قائم نہیں رکھی گئی اور محاورہ، اصطلاح اور لفظ کے درمیان فرق کی کوئی پہچان نہیں مگر موضوع کے اعتبار سے باقی لغات کی نسبت بہت اچھا قرار دیتے ہیں۔

۱۸۸۶ء میں ہی منشی چرنجی لال کی تالیف کردہ ''مخزن المحاورات'' ہندی اور اردو کے ہر قسم کے محاورے اور اصطلاحیں دس ہزار کے قریب ہیں۔ اکثر محاوروں اور اصطلاحوں کی وجہ تسمیہ اور شان نزول بھی حتی الوسع دی گئی ہے۔ منشی چرنجی لال اپریل ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۳ء تک فیلن کے دفتر میں لغت کا کام انجام دے چکے تھے۔ لہٰذا انہیں لغت پر کام کرنے کا تجربہ تھا۔ منشی چرنجی لال کی اس تالیف کو امیر چند صاحب نے ۱۸۹۸ء میں منشی صاحب کی وفات کے بعد طبع کیا۔ تو اس پر نظر ثانی کر کے اس کی تصحیح اور ضروری تغیر وتبدل کر کے اور تمام فحش محاورات کو نکلوا کر بالخصوص طلبہ کیلئے طبع کیا۔ مولوی عبدالحق ''لغت کبیر'' میں لکھتے ہیں:

> ''مخزن المحاورات منشی چرنجی لال کی تالیف ہے۔ منشی صاحب نے ڈاکٹر فیلن کی مددگاری میں کام کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں ان کو زبان دانی کا ذوق حاصل ہوا۔ اردو محاورات میں اب تک جتنی کتابیں لکھیں گئیں ہیں یہ ان میں سب سے بڑی ہے..... بار اول یہ ۱۸۸۶ء میں طبع ہوئی۔ بار دوم منشی امیر چند نے اسے ۱۸۹۹ء میں شائع کیا اور خلاف تہذیب اور فحش محاورے اور اشعار (جو ڈاکٹر فیلن کے فیض کا اثر تھا) خارج کر دیے۔''۸

طبع دوم کا سنہ تالیف ''مخزن المحاورات'' پر ۱۸۹۸ء درج ہے جبکہ مولوی عبدالحق نے ۱۸۹۹ء لکھا ہے۔

''بہار ہند'' جو ۱۸۸۸ء میں مرزا محمد مرتضیٰ عرف مچھو بیگ عاشق لکھنوی نے تالیف کیا۔ مولوی عبدالحق ''بہار ہند'' کے حوالے سے ''لغت کبیر اردو'' میں لکھتے ہیں:

"بہار ہند صرف الف کی تختی تک ہی طبع ہوئی جو اوسط تقطیع کے ۱۷۲ صفحات ہیں۔ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی حصے تیار تھے چھپنے سے رہ گئے۔ بہت اچھی کتاب ہے۔ ہر محاورے کی کافی تشریح سلیقے سے کی ہے اور اساتذہ کے اشعار سے سند پیش کی ہے۔" ۹

سید احمد دہلوی کی "لغات اردو" (معروف بہ) "ارمغان دہلی" جو آگے چل کر فرہنگ آصفیہ کی بنیاد بنی۔ ڈاکٹر مسعود ہاشمی اپنے مقالہ میں "اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ" میں اس کا سال تالیف ۱۸۸۸ء لکھتے ہیں کہ "بہار ہند" اور "لغات اردو" ایک ہی سال میں تالیف ہوئیں۔ ۱۰ جبکہ مولوی عبد الحق اس کا سال تالیف ۱۸۸۷ء بتاتے ہیں۔ اپنی کتاب لغت "کبیر اردو" میں لکھتے ہیں:

"اردو لغات پر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئیں ان سب میں جامع، مکمل اور سب سے کارآمد مولوی سید احمد دہلوی کی فرہنگ آصفیہ ہے۔ اس کا کچھ حصہ اول اول "ارمغان دہلی" کے نام سے بالاقساط شائع ہوا۔ اس کے بعد ہندوستانی اردو لغت کے نام سے پہلی جلد ۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی۔" ۱۱

"کتابیات لغات اردو" مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری میں اس کتاب کا حوالہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو کراچی اور پنجاب پبلک لائبریری میں موجود "لغات اردو (معروف بہ) ارمغان دہلی" (طبع اول) کا سال تالیف ۱۸۷۸ء درج ہے۔ جو نسخہ دوران تحقیق راقمہ کی نظر سے گزرا وہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے اور اس کا سال تالیف ۱۸۷۸ء ہے۔ جس پر اس کا مکمل تعارف کچھ یوں درج ہے۔ شاہجہانپوری صاحب نے بھی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ہی لکھا ہے۔

"اردو زبان دانی کا سلسلہ

لغات اردو معروف بہ ارمغان دہلی

مولفہ

منشی سید احمد صاحب دہلوی مصنف کنز الفوائد وقائع درانیہ انشائے ہادی النساء

وغیرہ

مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۸۷۸ء۔"۱۲

ڈاکٹر مسعود ہاشمی نے لغات اردو، خلاصہ ارمغان دہلی، مطبع گلزار، شملہ سنہ اشاعت ۱۸۸۸ء دیا ہے۔ ہو سکتا ہے ان کی نظر سے پہلا نسخہ نہ گزرا ہو اور انہیں جو نسخہ دستیاب ہوا اسی سے استفادہ کرتے ہوئے اس کا سال تالیف بھی وہی درج کر دیا ہے جو ان کے سامنے تھا۔

۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں مولوی اشرف علی لکھنوی "مصطلحات اردو" مطبع نامی لکھنو میں شائع ہوئی۔ یہ لغت اردو محاورات پر مشتمل ہے مگر محاورات کی وضاحت کیلئے بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو لغات میں یہ کتاب کوئی نمایاں مقام حاصل نہیں کر سکی۔ اسی سال دو اور کتابیں تالیف ہوئیں جن کا ذکر مولوی عبدالحق نے کچھ یوں کیا ہے:

> "دو اور لغات لکھی گئیں مگر طبع کی نوبت نہ آئی۔ ایک قدر بلگرامی کی ہے اس میں لفظ کے معنی مختصر طور پر لکھے ہیں اور سند میں کسی استاد کا شعر بھی دیا ہے۔ کوئی خاص بات نہیں اور نہ الفاظ کا مجموعہ کافی ہے۔ دوسری حیدر آباد کے مشہور شاعر شمس الدین فیض کی ہے۔ اس میں زیادہ تر محاورے اور امثال ہیں یا الفاظ جو خاص معنی رکھتے ہیں اور سند میں اساتذہ کے اشعار منقول ہیں۔ الفاظ اس میں بھی بہت چھوٹ گئے ہیں تاہم کافی تلاش کے بعد مرتب کی گئی ہے۔ اس کا نام خزائن الامثال ہے۔"۱۳

"مصطلحات اردو" کے حوالے سے وضاحت کے ساتھ لکھتے ہوئے ڈاکٹر مسعود ہاشمی کہتے ہیں کہ ایک لغاتی مجموعہ ۱۸۷۱ء میں سید احمد دہلوی نے مدون کیا جسے بعد میں ارمغان دہلی کے نام سے مختصر رسالوں کی شکل میں ۱۸۷۸ء سے شائع کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے متعدد رسالے شائع کرنے کے بعد بالآخر ۱۸۸۸ء میں مجموعی شکل میں "لغات اردو" (خلاصہ ارمغان دہلی) کے نام سے شملہ سے شائع کیا۔۱۴

اس کے بعد ۱۸۹۳ء میں "جامع اللغات" مولفہ منشی غلام سرور لاہوری کا ذکر آتا ہے۔ اس میں عربی، فارسی اور اردو الفاظ و محاورات شامل ہیں۔ ان تینوں زبانوں کے متعلق الگ الگ فصل قائم کی

گئی ہے۔ اردو کے محاورات اور الفاظ کو الگ الگ جمع کیا ہے۔ حروف تہجی کے اعتبار سے ۳۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کو پانچ فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل لغات عربی و فارسی، دوسری اردو لغات (ہندی و سنسکرت)، تیسری فصل فارسی محاورات و اصطلاحات، چوتھی فصل اصطلاحات و محاورات اردو اور پانچویں فصل متفرقات مثلاً ادویات اور لغات متعلق علم طب وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اردو مشمولہ یعنی فصل دوم لغات اردو اور فصل چہارم اصطلاحات و محاورات کو پیش نظر رکھا جائے تو مولفِ لغت کو فارسی لغت مرتب کرنے کا تجربہ ہونے کے باوجود "جامع اللغات" میں کافی خامیاں ہیں۔ ترتیب اندراج کا خیال نہیں رکھا گیا۔ ہر لفظ کے پہلے حرف کو ہی دیکھا گیا ہے۔ بعد میں جو حرف مل کر لفظ بنتا ہے اس کی ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا۔ اس لغت کی صرف پہلی جلد ہی شائع ہو سکی جو حرف "ز" تک ہے۔ ۱۵؎ جب یہ لغت تالیف ہو رہی تھی اسی دوران ۱۸۹۱ء میں "امیر اللغات" کی پہلی جلد شائع ہوئی اور ۱۸۹۲ء میں اس کی دوسری جلد شائع ہوئی یہ دونوں جلدیں مطبع مفید عام آگرہ سے چھپیں۔ ابتدائی صفحات پیش لفظ اور بعض ضروری قواعد و مسائل پر مشتمل ہیں۔ حصہ دوم الف مقصورہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے ابتدائی صفحات میں "امیر اللغات" کے حصہ اول پر مندرجہ ذیل اکابر و مشاہیر اور اخبارات کے تبصرے ہیں۔ سر سید احمد خان، اخبار اودھ پنچ، اخبار مفید عام، اخبار آزاد، منشی نور الحسن کاکوروی، اکبر حسین اکبر الٰہ آبادی، منشی محمد یٰسین شفق گورکھ پوری، رسالہ مرقع عالم، شمس العلماء مولوی عبد الحق خیر آبادی، رسالہ قمر اور حکیم اصغر حسین شامل ہیں۔ مولوی عبد الحق "امیر اللغات" کے بارے میں تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "امیر اللغات، فرہنگ آصفیہ کی پہلی جلد سے قبل شائع ہو چکی تھی۔ اس میں حتی الامکان بڑی محنت اور تلاش سے کام کیا ہے۔ ہر لفظ پر اعراب لگائے ہیں۔ رسم خط کی بھی پابندی کی ہے۔ ہر لفظ کے ساتھ ساتھ تذکیر و تانیث اور جس زبان کا لفظ ہے، اس کی علامت لکھی دی ہے۔ خال خال کسی لفظ کی اصل بھی بتائی ہے۔ ایک ایک لفظ یا محاورے کیلئے کئی کئی شعر بلا ضرورت نقل کئے گئے ہیں۔ بعض الفاظ مثلاً آب، آسمان، آفتاب وغیرہ کی صفات اور تشبیہ

واستعارات کی تفصیل میں کالم کے کالم سیاہ کردیے ہیں۔ جو لغت کی کتاب میں غیر ضروری ہیں۔"۴۹

اس لغت کا صرف ایک حرف چھپ سکا۔ منشی صاحب کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ آگے نہ چل سکا اور یہ مکمل ہونے سے رہ گئی۔ کسی اور نے بھی اس طرف اس وقت توجہ نہ دی اور اسے مکمل نہ کیا ورنہ جس محنت سے اس پر کام جاری تھا، اس دور میں اتنا کام کرنا نہایت وقیع قرار دیا جاسکتا ہے۔

۲۔ اردو کا پہلا باقاعدہ لغت

اردو لغات کی تدوین کا سلسلہ گزشتہ نصف صدی پر محیط رہا مگر اس میں محاورات کے لغت، فرہنگیں اور انگریزی اردو لغات شامل رہے۔ یہ سب اردو سے اردو کا مکمل لغت نہ بن سکے۔ تاریخ کے عمیق مطالعہ سے اور ماہرین لسانیت کی تحقیق کے پیش نظر جسے خالص اردو کا مکمل لغت قرار دیا گیا وہ سید احمد دہلوی کی "فرہنگ آصفیہ" ہے۔ یہ اردو کا جامع اور مکمل لغت قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے قبل جتنی بھی کتب لغت سامنے آئیں ان میں اندراجات کو درج کرنے کا صحیح اہتمام نہیں ملتا۔ ان میں شعروں کی اسناد زیادہ ہونے کی وجہ سے اور شعری ماحول میں ہونے کی وجہ اردو لغت کی بجائے لغات شعر کا گمان ہوتا ہے۔ اندراجات کے معنی کے طور پر بھی مترادفات بیشتر شعری نوعیت کے ہی ہیں۔ دوسرا ان میں شعری ترکیبات زیادہ تعداد میں شامل کی گئی ہیں۔ اس شعری غلبہ ہی کا نتیجہ تھا جو ان مولفین لغت کو تحقیق و تدوین لغت کے اصل مقام سے ہٹا کر تنقید لغت کے ممنوعہ میدان میں لے آیا اور تحقیق و تدوین لغت میں تمام معاملات کو تحقیق و تلاش کی بجائے ذاتی صلاحیت نقد فصاحت اور علاقائی بنیاد پر طے کرنے کا وطیرہ چل پڑا۔ اس طرح جدید طریقوں پر تجزیہ کرنے کی بجائے خود مولفین کے وضع کردہ طریق کار کی بنیاد پر کام کیا گیا۔ حالانکہ جب لغت کا تنقیدی جائزہ لینا ہو تو سب سے پہلے اس کے اندراجات کی ترتیب کو دیکھا جاتا ہے۔ ترتیب کس طرح ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہے اور کس حد تک اس کے التزام کا خیال رکھا گیا ہے؟ لسانی ماخذ (Etymology) یا کسی لفظ کی اصل کی نشاندہی کی گئی ہے یا نہیں اور لغوی و اصطلاحی معنی کسی ترتیب سے درج کیے گئے ہیں یا نہیں، ان تمام سابقہ لغات میں جو کوشش کی گئی کہ اس کو پورا کیا جائے مگر پھر بھی انہیں مکمل نہیں کہا جاسکتا۔

"فرہنگ آصفیہ" اگر فرہنگ ہے تو کیا اس کے معیار پر پورا اترتی ہے اور اگر لغت ہے تو اس کا موضوع فرہنگ کیوں ہے؟

"فرہنگ آصفیہ" کو اندراجات کی ترتیب کے سلسلے میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ اردو کی پہلی مبسوط لغت ہے۔ اسی لئے بعد میں جتنے بھی لغات تالیف ہوئے انہوں نے "فرہنگ آصفیہ" کو بنیاد بنا کر آگے کام کیا۔ "فرہنگ آصفیہ" میں ان تمام باتوں کا خیال اس لئے رکھا گیا کہ اس سے پہلے اردو کے جتنے لغات شائع ہوئے وہ سب سید احمد دہلوی کے پیش نظر رہ چکے تھے اور ان قدیم لغات کا طریقہ کار بھی سامنے تھا۔ وہ عربی اور فارسی کے لغات سے بھی واقف تھے اور ڈاکٹر فیلن کے ساتھ لغت کی تدوین کے سلسلے میں کام کر چکے تھے۔ مغربی لغت نویسی کی روایت بھی ان کے سامنے تھی۔ یہ فرد واحد کا کام تھا اس لئے "فرہنگ آصفیہ" میں بہت سے مسائل کے پیش نظر تنقید کا نشانہ بننا پڑا۔ بعض لوگوں نے اسے کڑی تنقید کا بھی نشانہ بنایا۔ حالانکہ کسی فرد واحد کی محنت کو داد دینے کی بجائے اور اس سے زیادہ توقع کرنے پر زور دیا گیا۔

لغت نویسی کا فن نہایت ادق ہے۔ اس کے پیچ در پیچ مراحل سے فرد واحد کا عہدہ برآ ہونا بہت دشوار ہے۔ ہر قسم کے نئے پرانے لفظوں کی جمع آوری خواہ ان کا تعلق ادب سے ہو، خواہ علم و فنون سے، خواہ پیشوں سے خواہ بازاری یا سوقیانہ بولی سے اور پھر ان کے معانی کا تعین اور تشریح۔ غرض کہ یہ راہ ایسی ہے جس کا پایاں نہیں۔ کوئی لغت بھی جامعیت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ بعض لفظ بہر طور شامل ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ مستزاد یہ کہ چپکے چپکے جو نئے لفظ زبان میں داخل ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے لغت ان سے خالی ہوتی ہے۔ [۱۲]

فرہنگ آصفیہ کی تیسری جلد ۱۸۹۸ء میں چھپی۔ پہلی اور دوسری جلد بعد میں شائع ہوئی۔ چوتھی جلد ۱۹۰۱ء میں شائع کی گئی۔ پہلی اور دوسری جلد کا مسودہ جل گیا تھا اور ساتھ ہی کتاب خانہ فرہنگ آصفیہ کی تمام طبع شدہ جلدیں و دیگر تصنیف شدہ مسودے گھر کے اثاثہ کے ساتھ ہی خاکستر ہو گئے۔ مطبع کے دفتر سے اس کے مقدمہ کی کچھ کاپیاں اور پروف ہاتھ لگے۔ انہیں دوبارہ نئے سرے سے تالیف کیا گیا۔ [۱۳] جلد اول اور جلد دوم ۱۹۰۸ء میں طبع ہوئی۔ جلد اول کو دوبارہ کچھ اضافوں کے ساتھ

۱۹۱۸ء میں شائع کیا گیا اور پھر ۱۹۲۷ء میں تیسری جلد دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد طبع چہارم جو کہ پاکستان میں پہلی مرتبہ چھپی، اسے خورشید احمد خان ایم۔ اے نے مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، لاہور سے شائع کیا مگر سال اشاعت درج نہیں کیا۔ اردو سائنس بورڈ نے جو عکسی ایڈیشن شائع کیا ہے اس پر بھی طبع چہارم درج ہے اور سال اشاعت ۲۰۰۳ء ہے۔

فرہنگ آصفیہ سے پہلے اردو لغات میں اگر شعری غلبہ پایا جاتا ہے تو فرہنگ آصفیہ بھی اس سے پیچھے نہیں۔ اس میں بھی شعری ترکیبات کو شامل کرنے میں افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے اور بہت سی ایسی شعری ترکیبات کو درج کیا گیا ہے جو اضافی یا توصیفی ترکیب کے علاوہ اور کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ مثال کے طور پر عدم کے تحت عدم پیروی، عدم تعمیل، عدم توجہی، عدم فرصت، عدم موجودگی، عدم واقفیت وغیرہ جیسے اندراجات بھی اس میں ملتے ہیں۔ بعض ضروری اندراجات کو درج نہیں کیا گیا ہے۔ جابر علی سید کی رائے کے مطابق:

> ''بعض ضروری الفاظ (بھی) نظر انداز ہو گئے ہیں۔ ان میں ''اوبنا''
> بمعنی بیزار ہونا ''تخیل بمعنی خیال آرائی اور دیجور بمعنی سیاہ (شب دیجور)
> ہیں۔ ان کی غیر حاضری صحیح معنوں میں فروگزاشت ہے۔''[۱۹]

اسی طرح کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے محمد سلیم الرحمٰن نے بھی اپنے مضمون ''فرہنگ آصفیہ کی ایک خامی'' میں لکھا ہے کہ مجھے لغت نویسی کے اصول اور مسئلوں سے بحث مقصود نہیں۔ صرف ایک بنیادی نکتے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کا اردو لغات میں بالعموم خیال نہیں رکھا جاتا۔ وہ یہ کہ لغت میں خواہ دیباچے یا خواہ الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے کوئی لفظ ایسا استعمال نہ کیا جائے جو اپنے طور پر لغت میں درج نہ ہو، یہ بے اصولی ہے۔ اس نقطہ نظر سے ''فرہنگ آصفیہ'' کے ابتدائی صفحات کا جائزہ لیا گیا تو بہت سے لفظ ایسے ملے جنہیں سید احمد دہلوی نے بلا تکلف برتا لیکن لغت میں شامل نہیں کیا۔ حیرت ہے ان الفاظ کی موجودگی کی طرف ان کا دھیان نہیں گیا۔ خیال رہے کہ بحث اس سے نہیں کہ کون کون سے الفاظ ''فرہنگ آصفیہ'' میں شامل ہونے سے رہ گئے۔ ایسی فہرست طویل ہو سکتی ہے۔ توجہ صرف ان الفاظ کی طرف دلائی گئی ہے جنہیں مدون نے خود استعمال کیا مگر لغت میں جگہ نہ دی۔

ان میں اسم بھی ہیں، اسمائے صفت بھی، متعلقات فعل بھی۔ مزید برآں اردو میں متعدد لفظوں کی عربی جمع بھی رائج ہے۔ ان کا اندراج ہونا چاہئے کیوں کہ لغت استعمال کرنے والے کا ان کے واحد سے واقف ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً سید احمد دہلوی نے "اجساد" کا استعمال کیا ہے۔ لغت میں نہ تو "اجساد" درج ہے اور نہ اس کے واحد "جسد" کا اندراج ہے۔ ایسی صورت میں معنی کا پتا کیسے چلتا؟

مزید لکھتے ہیں کہ میرے پیش نظر "فرہنگ آصفیہ" کا وہ ایڈیشن ہے جو ترقی اردو بیورو نئی دہلی نے تین جلدوں میں شائع کیا۔ میں نے ابتدائی ۵۲ صفحوں کا جائزہ لیا ہے۔ پوری لغت کا اس نقطہ نظر سے جائزہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مع انہوں نے وہ تمام الفاظ مع معنی درج کئے ہیں اور آخر میں حواشی بھی درج ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ جو لفظ لغت میں موجود تو ہے مگر ان معنوں میں نہیں جو مولف نے دیباچے میں مراد لئے ہیں۔ وہ چند الفاظ مع حواشی درج ذیل ہیں۔ باقی تفصیل کے لئے مضمون دیکھا جاسکتا ہے۔

آتش خلیل	آتش خلیل کا سماں بندھ رہا تھا	ص ۱۰
الہیات	اس کی محققانہ تصنیف آلہیات سے پر ہے	ص ۲۶
آمیختگی	میل، ملاؤ، آمیزش، آمیختگی وغیرہ	ص ۳۹
ابلغ	کیا آپ افصح الفصحا ابلغ البلغا......کو بھول گئے	ص ۴۹
اتالیقی	سید اشرف علی صاحب کے خاندانی بچوں کو پڑھانے اور ان کی اتالیقی پر مقرر ہو گئے	ص ۱۹
اجدادی	جن کے دلوں میں علوم وفنون کی آبائی اجدادی قدردانی نے گھر کر رکھا تھا "اجدادی" کہاں ملے جب لغت میں "اجدادی درج نہیں۔	ص ۵۱
اجرام	ہزاروں اجساد، اجرام، اجسام......	ص ۴۳
اجساد	ہزاروں اجساد، اجرام، اجساد......	ص ۴۳
اجلاد	حصص واجلاد کی اشاعت......	ص ۵۲

احفاد	اب ان کی اولاد احفاد میں سے چار خلف الصدق...... موجود ہیں۔	ص ۲۰
واجب الاحتمال	ہم قائل نہیں ہیں کہ قوم فاتح کی ستیاناسی اردو کو واجب الاحتمال بنائیں۔	ص ۳۵
واو	تین ہزار جاد کا ایک واو	ص ۳۵
ورد	ہزار فرد کا ایک ورد۔	ص ۳۵
دشنی	علیٰ ہذا دشنی جو دشن کے ماننے والے ہیں	ص ۳۷
ہرن کھری	ادویات بھی...... گاؤ زبان، مردم گیاہ، ہرن کھری وغیرہ۔	ص ۳۴
یک حرفی	یہ تو ہم نے صرف بطور تمثیل ایک چھوٹا سا یک حرفی چمن لگا کر دکھا دیا ہے۔	ص ۳۹

چند ایسے الفاظ جو حواشی میں درج کر کے بتائے ہیں کہ یہ موجود ہیں مگر اس حوالے سے نہیں جسے دیباچے میں استعمال کیا گیا ہے۔

تختی: لفظ موجود ہے لیکن مذکورہ بالا امثال میں جو معنی لئے گئے ہیں یعنی "سائز" وہ درج نہیں۔

تقطیع: لفظ موجود ہے لیکن مذکورہ بالا امثال میں جو معنی مراد ہیں یعنی "سائز" وہ درج نہیں۔

دم: لفظ موجود ہے لیکن مثال میں اس کے معنی "شخص" یا "آدمی" کے ہیں، وہ درج نہیں۔

ڈیورا/ڈیور میرے پاس جو لغات ہیں ان میں یہ لفظ نہیں ملا۔ اس لئے معنی کا تعین بھی نہیں ہو سکتا۔

روزانہ: لفظ موجود ہے مگر مذکورہ بالا امثال میں ایسا اخبار مراد ہے جو روزانہ شائع ہو۔ یہ معنی درج نہیں۔ اب اس کیلئے "روزنامہ" مستعمل ہے۔

زنانہ: لفظ موجود ہے مگر مذکورہ بالا امثال میں ایک ایسا ادارہ مراد ہے جو عورتوں کیلئے مخصوص ہو۔ یہ معنی درج نہیں۔

سحبان: ایسا شخص مراد ہے جو فصاحت و بلاغت میں بڑھ چڑھ کر ہو۔ قابل اندراج تھا۔ لغت میں

"کاربون" درج ہے اور دو تین سطروں کے بعد اسے "کاربون" بھی لکھا ہے۔

گل دستہ: لفظ موجود ہے مگر مذکورہ بالا مثال میں ایسا رسالہ مراد ہے جس میں شعرا کا طرحی کلام شائع ہوتا ہو۔ یہ معنی درج نہیں۔

مردہ: لفظ موجود ہے مگر مذکورہ بالا مثال میں ایسا لفظ مراد ہے جو معلوم تو ہو مگر مستعمل نہ رہا ہو۔ یہ معنی درج نہیں۔ ۲۱

محمد سلیم الرحمٰن نے اپنے مضمون میں صرف دیباچہ میں استعمال ہونے والے الفاظ کی نشاندہی کی ہے مگر قدرت نقوی صاحب نے فرہنگ آصفیہ میں موجود مفاہیم میں استعمال ہونے والے الفاظ کی نشاندہی بھی اپنے مضمون مطبوعہ قومی زبان ۱۹۸۱ء میں کی ہے۔ انہوں نے الفاظ کی ایک فہرست دی ہے جو بنیادی الفاظ کی تشریح میں استعمال کئے گئے ہیں لیکن لغت میں بطور بنیادی الفاظ کے درج نہیں۔

"فرہنگ آصفیہ" کے اندراجات کے سلسلے میں مولوی عبدالحق کی رائے سے بھی صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

> "بہت سے الفاظ و محاورات چھوٹ گئے ہیں اور بعض اوقات بے جا طویل نویسی سے کام لیا ہے۔ فحش الفاظ کے جمع کرنے میں خاص اہتمام کیا ہے اور کوئی فحش لفظ یا محاورہ ایسا نہیں جو ان کی نظر سے بچا ہو جو ڈاکٹر فیلن کے فیض کا اثر معلوم ہوتا ہے۔" ۲۲

جہاں "فرہنگ آصفیہ" کی خامیوں کی طرف توجہ دلائی وہاں مولوی عبدالحق نے تنہا شخص کی کاوش کو بہت سراہا بھی ہے۔ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "ایک تنہا شخص جس قدر محنت، کاوش اور تحقیق کر سکتا ہے انہوں نے اس کا حق ادا کیا اور ایسا بڑا کام کیا کہ اردو زبان ہمیشہ ان کی زیر بار منت رہے گی۔" ۲۳

اندراج اور تعیین اندراج کے بعد لغت نویسی کا دوسرا مرحلہ ترتیب اندراج سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ اردو کی تمام جدید لغات میں ترتیب اندراج کے سلسلے میں ہجائی کا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔

مگر تھوڑے بہت فرق کے ساتھ "فرہنگ آصفیہ" میں تمام اندراجات ہجائی ترتیب سے منفرد شکل میں شامل کیے گئے ہیں۔ ان اندراج کو تحریری شکل دینے کا عمل تلفظ کہلاتا ہے۔ تلفظ کو واضح کرنے میں بعض وقعہ دشواری کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس دشواری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اردو کا دامن مختصر مصوتوں کے ذریعہ اظہار سے یکسر خالی ہے۔ تلفظ کے اظہار کے سلسلے میں دو نمایاں مسئلے یہ سامنے آتے ہیں کہ کسی لفظ کا صحیح تلفظ کیا ہے اور کس طریقے سے ظاہر کیا جائے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں تلفظ کی نشاندہی کا کوئی باقاعدہ التزام نہیں کیا گیا۔ "فرہنگ آصفیہ" کے بعد کی لغات مثلاً "امیر اللغات" یا "مہذب اللغات" میں بیشتر اندراجات کے تلفظ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

تلفظ کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم سلسلہ جس کی طرف مولفین لغت نویسی کو توجہ دینی چاہیے وہ لسانی ماخذ (Etymology) یا اصل کی نشاندہی کرنا کہ اصلاً کس زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں جن میں پہلا طریقہ علامتی حروف کی طرف اشارہ کرنا۔ دوسرا لسانی ماخذ (Etymology) کی طرف اشارہ نہ کرنا بلکہ لغوی معنی میں بتا دینا۔

"فرہنگ آصفیہ" میں اصل کی طرف اشارہ کرنے کے علاوہ کچھ الفاظ کی ہی اصل دی گئی ہے جبکہ "جامع اللغات"، "نور اللغات"، فیروز اللغات" میں بیشتر اندراجات کی اصل کی طرف صرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ ان سب لغات کے ساتھ "فرہنگ آصفیہ" کا جائزہ لینا ممکن نہیں۔ مرکبات کی اصل نشاندہی کے سلسلے میں اصل کی نشاندہی کے وقت ان کے اجزائے ترکیبی کی اصل کو نظر انداز کر کے ان کے استعمال اور اردو معنی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اگرچہ "فرہنگ آصفیہ" میں جہاں یہ التزام ملتا ہے کہ مرکبات کے اجزائے ترکیبی کی الگ الگ نشاندہی کر دی گئی ہے مگر اصول کا خیال پھر بھی نہیں رکھا گیا۔ مثلاً دو مرکبات "راحت طلب" اور "مشکل کشا" کو ہی لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مرکب کے دونوں اجزاء ترکیبی عربی ہیں مگر "نور اللغات" اور "مہذب اللغات" میں اسے فارسی کا بتایا گیا ہے۔ مشکل کشا کا حرف اول عربی اور حرف دوم فارسی ہونے کی وجہ سے اسے دونوں زبانوں کے حوالے سے واضح کرنا چاہیے تھا، مگر "فرہنگ آصفیہ" میں اسے صرف عربی لکھا ہے۔ "نور اللغات" نے صرف فارسی زبان کا بتایا ہے۔ ان تمام لغات میں لسانی ماخذ (Etymology) کا سلسلہ اپنی جگہ برقرار ہے۔

ان تمام مولفین نے اصل مقصد اندراج کی لغوی یا لسانی اصل بتانے کی بجائے ان کی لسانی حیثیت کی نشاندہی کی ہے۔ ان لغات کے دیباچوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ ان لوگوں کا اصل مقصد لغت نویسی کو جدید اصولوں پر ہم آہنگ کرنا نہیں بلکہ زبان کی حفاظت اور تصحیح کرنا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کون سا لفظ اصل زبان اور اردو میں کس نوعیت میں مستعمل ہے۔ اسی لئے ان تمام لغات کا اصل کی نشاندہی کرنے کا مقصد تصحیح زبان میں ضم ہو گیا ہے۔ اگرچہ "فرہنگ آصفیہ" کا تعلق لغت نویسی کے دور اول سے ہے مگر "نور اللغات" اور "مہذب اللغات" کے ساتھ موازنہ کئے بغیر اس کا جائزہ نہیں لیا جا سکتا تھا۔

معنی کی وضاحت کے حوالے سے بھی "فرہنگ آصفیہ" پر بہت اعتراضات کئے گئے۔ اس کی بے جا طوالت نے اسے لغت کی بجائے انسائیکلو پیڈیا بنا دیا ہے۔ یہ تمام تفصیل کسی انسائیکلو پیڈیا میں تو ہو سکتی ہے مگر لغت میں نہیں۔ لغت کا مقصد کسی لفظ کی اصل شکل کی طرف اشارہ کرنا اور اسے ان معنوں میں واضح کرنا جن میں وہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور جس جس اصطلاح میں ہوتا ہے وہ لغوی ہو یا اصطلاحی معنی میں۔ اس میں جہاں معنوی سطح پر طوالت کا اعتراض کیا جاتا ہے جو کہ بہت حد تک بجا ہے، وہاں سید احمد دہلوی نے ذاتی پسند اور ناپسند کو بھی معنوی حوالے سے شامل کیا ہے جو کہ مولف لغت کو زیب نہیں دیتا۔ مولوی عبدالحق "فرہنگ آصفیہ" میں جہاں اس کی بے جا طوالت پر اعتراض کرتے ہیں وہاں وہ لکھتے ہیں کہ اس کی ایک بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں ذاتی تاثرات اور جذبات کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ کسی ایک کشمیری کے ذاتی عمل کو بنیاد بنا کر پوری کشمیری قوم کو معتوب کر ڈالا ہے۔ ۳۳

اردو سائنس بورڈ لاہور نے جب "فرہنگ آصفیہ" طبع چہارم کو شائع کیا تو اس میں سے اس طرح کی تمام تفصیل حذف کر کے شائع کیا جو سید احمد دہلوی نے اپنی ذاتی ناپسند کی وجہ سے لکھی۔ اس کا حذف کرنا ہی بہتر تھا۔ کیونکہ اس سے دوسری زبان کے لوگوں پر اچھا اثر نہیں پڑتا اور وہ ایک شخص کی وجہ سے اس پوری قوم کو برا سمجھتے ہیں۔ لغت کا مقصد زبان کی درست معلومات دوسروں تک پہنچانا ہے نہ کسی کو تنقید کا نشانہ بنانا۔ "فرہنگ آصفیہ" ایک ایسا لغت ہے جس میں اس چیز کا استعمال زیادہ ہوا ہے۔ اس کے پیچھے مولوی سید احمد دہلوی کی کیا سوچ کارفرما تھی؟ بہرحال ان باتوں کا لغت میں ہونا

اچھا تاثر نہیں دیتا۔

تشریحات اور اسناد میں مطابقت کے حوالے سے ڈاکٹر محمد ذاکر حسین نے ''مخزن فوائد'' کو مرتب کرتے ہوئے ''فرہنگ آصفیہ'' اور مخزن فوائد کا موزانہ بھی کیا ہے اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں معنی کے حوالے سے اِسے ہو بہو مخزن فوائد کی نقل قرار دیا ہے اور بہت سے معنی ''مخزن فوائد'' اور ''فرہنگ آصفیہ'' لکھ کر واضح کیے ہیں۔ ان کی رائے میں:

''ان دونوں فرہنگوں کے تقابلی مطالعہ کے دوران جو چیز سب سے زیادہ کھٹکتی ہے وہ یہ کہ ان دونوں لغات میں ایسے الفاظ کثیر تعداد میں ہیں جن کی تشریحات و توضیحات اور ان کے شواہد و نظائر میں اس حد تک مطابقت پائی جاتی ہے کہ اول لمحہ میں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی لغت کے دو ایڈیشن ہیں جبکہ دونوں میں ۳۳ سال کا ایک لمبا عرصہ حائل ہے۔ کیونکہ ''مخزن فوائد'' ۱۸۴۵ء کی طباعت کے بعد یعنی ۱۸۷۸ء میں صاحب ''فرہنگ آصفیہ'' نے اس پر کام کرنا شروع کیا تھا، جس کا نتیجہ ۱۸۹۲ء میں فرہنگ آصفیہ کے نام سے سامنے آیا۔ گویا مخزن فوائد کو ''فرہنگ آصفیہ'' پر تقدم زمانی حاصل ہے۔ اس زمانی فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو فرہنگ آصفیہ ہی شک وشبہ کے گھیرے میں آتی ہے۔ یہ درست ہے کہ الفاظ اور محاورات کسی خاص مصنف کی ملکیت نہیں ہوتے بلکہ اسے ہر شخص تلاش کرسکتا ہے۔ البتہ لغات کی تشریح اور سند کے اشعار بلاشبہ جامع و مولف کی ملکیت ہوتے ہیں، ان کی ہو بہو نقل بے شک سرقہ اور قابل الزام ہے اور صاحب فرہنگ آصفیہ بلا ریب اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ صرف قیاسی باتیں نہیں ہیں بلکہ اس کے شواہد و نظائر موجود ہیں۔ مثلاً

مخزن فوائد: پارے کی دیوار: وہ دیوار کہ جو بے گارے اور چونے فقط سنگ وخشت سے چنی جائے۔ معروف اور خود اپنا شعر۔

فرہنگ آصفیہ: وہ دیوار جو گارے اور چونے کے بغیر صرف پتھروں سے چنی جائے۔ صرف معروف کا شعر۔

مخزن فوائد: ہاتھ پٹھے پر نہیں رکھنے دیتا...... نہایت چست و چالاک اور شوخ و شنگ ہے، مولف کا شعر۔

فرہنگ آصفیہ: نہایت چست و چالاک اور شوخ و شنگ ہونا...... صاحب مخزن فوائد کا شعر۔۲۵

"فرہنگ آصفیہ" کو ان تمام اعتراضات اور خامیوں کے باوجود جو اولیت کا شرف حاصل ہے، وہ برقرار رہے گا کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسا لغت نہیں ملتا جو مکمل اردو، اردو لغت نویسی پر مشتمل ہو۔ اور کسی اکیلے شخص کی اس کاوش کو جو ابتدا سے آخر تک خود انجام دی گئی ہو، اس لحاظ سے یہ نہایت ہی قابل داد ہے۔

انیسویں اور بیسویں صدی کی دیگر لغات ۱۹۴۷ء تک

"امیر اللغات" جس کا تعارف سابقہ سطور میں کروایا جا چکا ہے، بھی سید احمد دہلوی کی طرح امیر مینائی کی تن تنہا کاوش ہے۔ ان دونوں حضرات میں ایک فرق یہ ہے کہ سید احمد دہلوی کو "فرہنگ آصفیہ" کی تدوین سے پہلے ڈاکٹر فیلن کے ساتھ کام کرنے اور چند ذاتی لغات ترتیب دینے کی صورت میں لغت نویسی کا خاصا تجربہ تھا، مگر امیر مینائی نے "امیر اللغات" کا نمونہ تنہا تیار کیا اور اخبارات کے ذریعے اور ذاتی طور پر لوگوں سے مل کر رائے معلوم کی۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر کے مطابق:

> "امیر اللغات کا نمونہ تنہا امیر کی کوششوں کا نتیجہ تھا لیکن اس کی اشاعت کے بعد لغت کی تیاری کیلئے انہوں نے چھ افراد پر مشتمل یک مشاورتی کمیٹی قائم کی تھی۔ دن میں لغات کا جو مسودہ تیار ہوتا تھا۔ رات کو کمیٹی میں اس پر بحث کی جاتی تھی۔ ایک مہینہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ لیکن بحث و مباحثے نے اتنا طول کھینچا کہ "آ" کا لفظ بھی پورا نہ ہو سکا اور آخر کار یہ طے ہوا کہ امیر مینائی خود اپنی رائے پر عمل کریں۔"۲۶

"امیر اللغات" میں لسانی ماخذ (Etymology) کی نشاندہی اور قواعدی نوعیت کے اندراجات کو جس تحقیق و تلاش سے شامل کیا ہے وہ ان کی مدلل طریقے پر بات کو پیش کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر لغت کے اندراجات پر "فرہنگ آصفیہ" کی طرح کا گمان ہوتا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں مولف نے بول چال کی زبان کو زیادہ اہمیت دی ہے جبکہ "امیر اللغات" میں شعری تراکیب کثرت سے ملتی ہیں۔

سید احمد دہلوی نے "امیر اللغات" کے مؤلف پر الزام لگایا ہے کہ ان کی مذکورہ کتاب "ارمغان دہلی" کا ہو بہو چربہ ہے۔ پہلے اس پر مضامین شائع کروائے گئے اور پھر "فرہنگ آصفیہ" کی جلد اول اور چہارم کے دیباچوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" کی جلد چہارم کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> "اللہ اللہ کیا مقام عبرت ہے کہ حضرت امیر صاحب امیر مینائی جنہوں نے اس اخیر عمر میں امیر اللغات کے باب صرف الف ممدودہ و مقصورہ کے ہو بہو ارمغان دہلی کا چربہ اتار کر شائع فرمائے اور بھی بہت کچھ لکھنے والے تھے......
> مگر افسوس کہ چند ہی روز میں اپنی حسرت دل ہی میں لے کر اس دنیائے ناپائیدار سے رخصت ہوئے۔" ۷۷

حامد حسن قادری نے اپنی کتاب "داستان تاریخ اردو" میں لکھا ہے کہ مولوی سید احمد دہلوی کی فضیلت میں شک نہیں کہ یہ ان کی اردو کا سب سے بڑا اور مکمل لغت ہے جو سب سے پہلے مرتب ہوا۔ ۱۸۷۸ء میں "ارمغان دہلی" شائع کی۔ منشی امیر احمد مینائی کو "امیر اللغات" کا خیال بعد میں آیا اور انہوں نے ۱۸۸۴ء میں لفظ آنکھ کا نمونہ مرتب کیا۔ امیر مینائی کے سامنے فرہنگ کا نمونہ موجود تھا۔ یقیناً اس سے استفادہ کیا، لیکن اس کی ہو بہو نقل نہیں کی بلکہ سید احمد کے لغات کو خود جانچا، غیر ضروری اندراجات کو ترک کیا، ضروری محاورے جو رہ گئے تھے، ان کا اضافہ کیا، سند کے اشعار الگ تلاش کر کے لکھے۔ چند مثالیں یہ پیش ہیں:

آنکھوں کی سوئیاں: اس کی مثال فرہنگ میں نہیں، امیر صاحب نے سند میں داغ کا شعر لکھا ہے۔
آنکھوں میں پھرنا: فرہنگ میں سند کے سولہ شعر ہیں، جن میں سے دو چار بھی کافی تھے۔ اس لئے کہ

محاورے کے صرف ایک معنی ہیں۔ امیر مینائی نے چار شعر لکھے ہیں جن میں صرف تاریخ کا شعر مشترک ہے۔ ظفر، آتش اور رشک کے اشعار امیر نے الگ لکھے ہیں۔

آنکھوں میں تنکے چبھونا: اس کی سند فرہنگ میں نہیں ہے، امیر نے داغ کا شعر لکھا ہے۔

آنکھوں میں تکنا/تولنا: یہ محاورے فرہنگ میں بالکل نہیں ہیں۔ امیر نے مع اسناد لکھے ہیں۔

آنکھوں میں باتیں ہونا/

آنکھوں میں بہار پھولنا/

آنکھوں میں خاک لگانا: فرہنگ میں نہیں ہیں۔ امیر نے مع مثال لکھے ہیں۔

آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا:

آنکھوں میں ٹھہرنا۔

آنکھوں میں چڑھنا: امیر اللغات میں نہیں ہیں۔ فرہنگ آصفیہ میں ہیں۔ یہ سب محاورے ہیں ان کو شامل نہ کرنا امیر اللغات کی خامی ہے۔

آنکھوں میں آنسو بھر آنا: فرہنگ آصفیہ میں بطور محاورہ درج ہے اور اس کی مثال یہ لکھی ہے:

''آنسو شہ مظلوم کی آنکھوں میں بھر آئے'' (انیس)

اصل میں یہ کوئی محاورہ نہیں ہے سیدھی سی بات ہے۔ حقیقی معنی مراد ہیں۔ اس کو محاورہ گردانا غلطی ہے۔

آنکھوں میں آنا: اس محاورے کے دو پہلو ہیں۔ دونوں لغت والوں کو دونوں مفہوم لکھنے ضروری تھے۔ لیکن سید صاحب اور امیر صاحب نے ایک ایک پہلو لیا ہے۔ امیر اللغات میں اس کے معنی ہیں، نظروں میں سمانا اور مثال یہ ہے:

''میری آنکھوں میں تم آؤ، اگر شمشاد قامت ہو
شجر رہتا ہے اکثر سبز دریا کی ترائی میں''

(اثیر لکھنوی)

یہاں انسان کا جسم آنکھوں میں آنا مفہوم ہوتا ہے۔ یہ صرف شاعرانہ تخیل

ہے۔ اسی لئے امیر مینائی نے اس خصوصیت کی تصریح کر دی ہے۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس محاورہ (آنکھوں میں آنا) کے یہ معنی بتائے ہیں: جچنا، سمانا، نظر پر چڑھنا، خیال میں آنا، دھیان میں آنا اور سند میں یہ شعر لکھا ہے:

نہیں آتے کسو کی آنکھوں میں
ہو کے عاشق بہت حقیر ہوئے
(میر)[۲۸]

حامد حسن قادری کی اس تحقیق کے نتیجے میں سید احمد دہلوی کا امیر مینائی پر ''ارمغان دہلی'' کی ہو بہو نقل کا الزام مسترد ہو جاتا ہے۔ ''امیر اللغات'' میں کافی اضافے کیے گئے مگر پھر بھی اسے مکمل لغت نہیں کہا جا سکتا۔ اضافے کی گنجائش ہر لغت میں رہتی ہے۔ ''امیر اللغات'' میں ''فرہنگ آصفیہ'' کی نسبت اہم اضافے کیے گئے۔ مگر یہ کام مکمل نہ ہو سکا۔ اس کام کو مکمل کرنے کیلئے نور الحسن نیر نے ''نور اللغات'' کی تدوین شروع کر دی۔ اس دوران کئی چھوٹے بڑے لغات تالیف ہوتے رہے۔ مگر ''فرہنگ آصفیہ'' اور ''امیر اللغات'' جیسے لغات قرار نہ پائے۔ ان میں ''پرائمری لغت اردو'' مرتبہ فیروز ڈسکوی، ۱۸۹۳ء میں مفید عام سیالکوٹ نے شائع ہوئی۔ اس کا پہلا حصہ اردو زبان کے محاورات، صفحات ۱۱۱، دوسرا حصہ ضرب الامثال یعنی اردو کہاوتوں میں، الف ممدودہ، ۱۳۶ صفحات اور اس میں مثالیں اردو کی پہلی کتاب کی فرہنگ صفحات ۴۸، اردو کی چھٹی کتاب کی فرہنگ، ص ۱۵، اردو کی ساتویں کتاب کی فرہنگ نہایت محنت اور تحقیق سے تیار کی گئی، صفحات ۴۰، طریق الصحت کی فرہنگ، صفحات ۱۶، بھیتی کی کتاب کی فرہنگ، ص ۱۵، اشیا کے سبق کی فرہنگ صفحات ۳۲، بنات النعش کی فرہنگ، دیباچہ، حسن آرا کی بدمزاجی اور شرارت، صفحات ۱۶، فرہنگ توبتہ النصوح المعروف بہ فرہنگ فیروزی کا دیباچہ سے فصل یازدہم تک مکمل کیا گیا، دیباچہ صفحہ ۱۔۱۰ تک اور آگے صفحات ۹۵، قصص ہند کے پہلے باب کی فرہنگ، تاریخ ہند کا خلاصہ۔ صفحات ۳۱، دوسرے حصے کی فرہنگ، صفحات ۵۶ اور گلدستہ تہذیب کی کامل فرہنگ مصنف کی التماس تک، صفحات ۶۔۷[۲۹]

فیروز الدین ڈسکوی کا شمار اہل علم، لغات دان اور ممتاز ماہر تعلیم میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اردو لغات فیروزی کے نام سے ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو زبان کے لغات تالیف کئے۔ اس کے بعد ۱۹۱۹ء میں ایک قابل ذکر لغت تالیف ہوا جو منشی لالتا پرشاد شفق لکھنوی نے فرہنگ شفق کے نام سے شائع کیا۔ اس میں وہی محاورات لکھے گئے جو ناسخ، آتش، غالب اور ذوق کے کلام میں پائے جاتے ہیں اور سند میں ان ہی کا کلام پیش کیا گیا ہے۔ ۴۰؎

۱۹۲۳ء میں ''نور اللغات'' کا پہلا حصہ (جلد اول) میر پریس لکھنو سے شائع ہوا۔ اس کے بعد اسے چار جلدوں میں مکمل کیا گیا اور چوتھی جلد ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔ یہ لغت اگرچہ ''امیر اللغات'' کی تکمیل کے طور پر تالیف کیا گیا مگر اس کا انداز ''امیر اللغات'' سے مختلف ہے۔ لیکن بعض مقامات پر وہی غلطی کی گئی ہے جو ''امیر اللغات'' کے مولف سے ہوئی ہے۔ مثلاً ''بڑا'' کے تحت میں بڑا اکیلا ہے، بڑا ہی سخت ہے، بڑا تقدیر والا ہے، وغیرہ۔ جو محاورات لکھے ہیں وہ بالکل غیر ضروری ہیں۔ ان میں ''بڑا'' بطور تمیز یا صفت کے استعمال ہوا ہے مگر کوئی خاص معنی پیدا نہیں کرتا...... اسی طرح بعض عربی لفظ بھی ایسے درج کئے ہیں جو اردو میں مستعمل نہیں متروک ہو چکے ہیں۔ پہلی جلد کے دیباچے میں متروک الفاظ کی جو فہرست دی ہے اس میں بیشتر متروک نہیں بلکہ بول چال میں آج بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح تلفظ کے حوالے سے بھی ''نور اللغات'' میں کافی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ دونوں نے زیادہ تر ہم وزن الفاظ کا طریقہ اختیار کیا ہے اور اس سلسلے میں اپنے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کیلئے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

> ''صحت تلفظ کے واسطے اعراب دے دیئے ہیں اور جہاں کہیں اعراب سے کام نہیں چلا وہاں اعراب کے علاوہ اس لغت سے زیادہ مشہور الفاظ میں وزن بتا دیا ہے اور بعض مقامات پر شعر لکھ دیے ہیں۔'' ۴۱؎

اس میں تلفظ کے حوالے سے کوئی اصول نہیں اپنایا گیا بلکہ جہاں مولف لغت کو آسانی ہوئی وہاں تلفظ واضح کر دیا اور جہاں دشواری پیش آئی اسے نظر انداز کر دیا۔ مثلاً ایک لفظ کا اگر تلفظ بتایا ہے تو اس کے بعد یا اس کی ذیل میں آنے والے کئی کئی الفاظ کا تلفظ واضح نہیں کیا۔

لسانی ماخذ (Etymology) یا اصل الفاظ کی نشاندہی تو کی گئی مگر چند الفاظ کی، باقی کو چھوڑ دیا گیا۔ عربی، فارسی اور سنسکرت کے اصل الفاظ کی نشاندہی تو کی گئی ہے لیکن بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کی اگر لسانی ماخذ کے حوالے سے نشاندہی نہیں کی گئی تو اس لغت کا بہت بڑا کارنامہ ہوتا۔

"نور اللغات" کی تدوین کے دوران ہی خواجہ عبدالمجید نے "جامع اللغات" کے نام سے ایک مبسوط لغت کی تدوین کا کام شروع کیا۔ اس لغت کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں ۱۹۳۲ء میں شائع کرنا شروع کیا اور ڈھائی سال کے عرصہ میں ۱۹۳۵ء میں مکمل کیا اور یہ لغت اب چار جلدوں میں دستیاب ہے۔ یہ صرف اردو زبان کا لغت نہیں بلکہ دوسری زبانوں کے الفاظ مثلاً سنسکرت، ہندی، فارسی زبانوں کے الفاظ بھی اس میں شامل ہیں۔ جسے ناقدین غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ مگر مولوی عبدالحق کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا جو اس لغت کو دوسری زبانوں کا ملغوبہ قرار دیتے ہیں کیونکہ لغت میں ہر زبان کا لفظ جو اردو میں شامل ہو چکا ہے، ہونا ضروری ہے۔

> "یہ صرف اردو زبان کا لغت نہیں بلکہ اردو، ہندی، سنسکرت، عربی، فارسی سب زبانوں کا ملغوبہ ہے۔" ۳۴

تمام زبانوں کے الفاظ کے علاوہ اس میں دنیا کے تمام جغرافیائی، شہروں، تحصیلوں کے نام اور مشہور قصبوں تک کے نام بھی اس لغت میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ اس پر اندراجات کی بے جا طوالت کے سلسلے میں بہت سے اعتراض اٹھائے گئے تو مولف لغت نے پہلی جلد کے دوسرے حصے میں ان اعتراضات کے جواب میں جو جواز پیش کیا وہ یہ ہے کہ:

> "بعض حضرات نے "جامع اللغات" کو اس لئے ناپسند کیا ہے کہ اس میں سنسکرت اور ہندی زبانوں کے الفاظ زیادہ ہیں...... لیکن:
>
> ع: عیب سے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو کی روشنی میں ہمیں کہنا چاہیے کہ
>
> ع   معشوق من آنست کہ نزدیک تو زشت است"
>
> اردو کے لغت تو اور بھی مل جائیں گے لیکن ایسا لغت جس میں ہندی اور سنسکرت کے ضروری الفاظ کا بھی بڑا ذخیرہ موجود ہو، کوئی اور نہیں ملے گا۔ اس

لئے اس لغت کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے..... آج کل ہندو جرائد و رسائل میں ہندی اور سنسکرت الفاظ کثرت سے استعمال ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے معانی کسی لغت میں نہیں مل سکتے۔" ۴۳

ڈاکٹر مسعود ہاشمی اس دیباچے کی روشنی میں کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ اس لغت میں ہندی اور سنسکرت الفاظ کی بھرمار کے سلسلے میں مولف لغت نے زوردار مقدمہ پیش کیا ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ اگرچہ مولف لغت نے ہندی الفاظ کی کثرت کے متعلق ہندی جرائد و رسائل کا جواز پیش کیا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ اس لغت میں عام استعمال ہونے والے ہندی الفاظ شامل کرنے کی بجائے لغت سے ہی الفاظ نقل کر دیئے گئے ہیں اور اس سلسلے میں خالصتاً غیر ہندی قسم کے سنسکرت اور ہندی الفاظ میں بھی کوئی امتیاز قائم نہیں کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر:

اُرن: (س) کے معنی نمبر۱ (سورج) سے لے کر معنی نمبر۱۵ (گونگا) تک دینے کے بعد اس کے یہ ذیلی اندراجات بھی درج لغت کئے گئے ہیں۔

اُرنا تج: (مذ) جٹایو کا نام اُرنا گرج (مذ) اُرن کا پہلا بیٹا ارنپریا (مث) ایک اسیرس کا نام ارنتو (اضافت سرخ رنگ) اُرن جیوتش (مذ شیو جی) اُرن سکھا (مذ پرندہ) (ارونپل (سرخ مائل بھورا) وغیرہ وغیرہ۔ ۴۴

اس لغت میں شہروں اور جغرافیائی علاقوں اور قصبوں کے نام پر بھی اعتراض کیا گیا مگر یہ نام کسی لغت میں ہونا اتنا معیوب نہیں جتنا انہیں سمجھا جاتا رہا ہے۔ ہمارے کلاسیکی ادب کی کتابوں میں یا دوسری معلومات کی کتابیں جو اس دور میں لکھی گئیں، ان کو پڑھتے ہوئے کوئی ایسا لفظ جو نہ سمجھ میں آتا ہو، اس کو سمجھنے کیلئے قاری سب سے پہلا کام جو کرتا ہے وہ لغت کی طرف رجوع کرتا ہے کہ کسی سے مدد لینے کی بجائے لغت سے ہی اپنا مسئلہ حل کر لے۔ اس دور میں تو شاید اتنی ضرورت اسلئے بھی محسوس نہ کی گئی ہو کہ وہ لوگ ان تمام باتوں کا علم رکھتے تھے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کی کمی ہونا شروع ہو گئی جو اس طرح کی تمام معلومات رکھتے تھے۔ اس لئے اب ان باتوں کو سمجھنے کا واحد ذریعہ کتابیں ہیں جو تاریخی مواد سے بتاتی ہیں کہ اس کو کن معنوں میں استعمال کیا گیا اور کس کو کیا کہتے ہیں۔

"جامع اللغات" مرتب خواجہ عبدالمجید، ۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء کو جب دوبارہ اردو سائنس بورڈ نے ۲۰۰۳ء میں طبع کیا تو اس میں ایسے بہت سے الفاظ لغت سے خارج کر دیے اور جواز یہ پیش کیا کہ ہم نے اس میں شہروں اور جغرافیائی منطقوں نیز افراد و رجال کے مندرجات حذف کر دیے ہیں کیونکہ اردو میں اب تک جتنی بھی جامع فرہنگیں مرتب ہوئی ہیں وہ اپنے اندر ترتیب کے اعتبار سے حوالہ جاتی لغات (Reference Dictionaries) کے ذیل میں آتی ہیں۔ ایسی فرہنگوں کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ایک عام قاری کو اس کی تفصیلات کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ۵۳ حالانکہ لغات ہر خاص و عام کیلئے بنایا جاتا ہے۔ ان کا جواز اپنی جگہ مگر لسانیات کے محققین یا دوسرے محققین کی لفظی تحقیق و معلومات کو صرف لغات ہی پورا کر سکتے ہیں۔ اگر پہلے سے موجود معلومات کو خارج کر دیا جائے اور ضرورت پڑنے پر کہیں سے بھی دستیاب نہ ہو، تو ایسے لغات قدیم حوالوں سے مکمل نہیں کہلاتے، ہونا تو یہ چاہیے کہ زبان میں نئے الفاظ کا اضافہ لغت میں جگہ پائے اور اسے جدید بنانے کیلئے اس میں اضافہ کیا جائے۔ اگر قدیم الفاظ جو جدید دور میں استعمال نہیں ہوتے، انہیں خارج از لغت کرنے کی بجائے متروک الفاظ کی ذیل میں ضمیمہ کے طور پر شامل کر دیے جائیں تاکہ ان لوگوں کی ضرورت بھی پوری ہو سکے جو قدیم الفاظ کا مفہوم یا شہروں اور قصبوں سے متعلق جاننا چاہتے ہوں۔

سابقہ تمام اردو لغات کی روشنی میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ جہاں ان مولفین لغت نے بہت محنت اور تحقیق سے الفاظ اکٹھے کیے اور انہیں معنی و مفاہیم کے ساتھ ایک کتاب میں یک جا کر دیا، وہاں وہ اندراجات کی ترتیب، تلفظ، لسانی ماخذ کے حوالے سے کسی ایک اصول پر کاربند نہ رہ سکے۔ سب نے اپنی اپنی مرضی کے مطابق کام کیا۔ کبھی ایک دوسرے پر الزامات لگائے تو کبھی ان کی محنت کا اعتراف کیا۔ ان لوگوں کے سامنے مغربی لغات کی روایت موجود تھی، کچھ لوگ ان کے ساتھ لغت کی تدوین میں شامل رہے۔ مگر پھر بھی لغت کا معیار وہ نہ بنا سکے جو انہیں اپنی زبان کے حوالے سے بنانا چاہیے تھا تاکہ اپنی زبان کو عمدہ اور مکمل طور پر محفوظ کر سکیں۔ بعض لغات میں ذاتیات پر اتر کر معنی لکھے گئے۔ مثلاً اگر کسی شخص یا گروہ سے کوئی ذاتی اختلاف تھا تو اسے لغت میں استعمال ہونے والے لفظ کے مفہوم میں ان کے بارے میں منفی رویہ پیش کیا گیا۔ یہ تمام باتیں اپنی جگہ مگر جس طرح کا کام ہوا،

اس محنت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو ان لوگوں کے کام کی بنیاد بنا، آگے چل کر کام کرنے والوں کیلئے اس میں بہت سے لغات ایسے بنائے گئے جو فرد واحد کی کاوش کا نتیجہ تھے۔ ایسے میں غلطی یا کسی کمزوری کا رہ جانا اتنا معیوب نہیں سمجھنا چاہئے اور نہ ہی اسے کڑی تنقید کا نشانہ بنانا چاہیے۔ کیونکہ لغات کے کام دنوں میں نہیں بلکہ سالوں میں مکمل ہوتے ہیں اور کسی کی سال ہا سال کی محنت کو رد کرنا مناسب نہیں اور نہ ہی کوئی شخص کسی بات کو حتمی قرار دے سکتا ہے۔ اس میں حرف تحقیق کی گنجائش رہتی ہے۔ رد و قبول کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہتا ہے۔ اسی طرح کاموں کے معیار میں بہتری آتی ہے۔

حواشی

۱۔ مخزن فوائد، تالیف، نیاز علی بیگ نکہت دہلوی، مرتبہ ذاکر حسین، محمد ڈاکٹر، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۸ء ص ۶

۲۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۳۹

۳۔ مخزن فوائد، مرتبہ ذاکر حسین، محمد، ڈاکٹر، ص ۶

۴۔ سرمایہ زبان اردو، ضامن علی جلال، سید، حکیم، پہلا اکادمی ایڈیشن، ۱۹۸۷ء

۵۔ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ص ۶۶

۶۔ ذاکر حسین (مرتب)، مقدمہ، مخزن فوائد، ص ۸

۷۔ ایضاً

۸۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۳۹

۹۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۴۰

۱۰۔ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ص ۶۶

۱۱۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۴۰

۱۲۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور، کیٹلاگ نمبر ۴۵۳

۱۳۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۴۰

۱۵۔ جامع اللغات، غلام سرور، مفتی، لاہوری، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۹۲ء، مشمولہ اردو لغت کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ص ۶۸

۱۶۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۴۳

۱۷۔ "فرہنگ آصفیہ" کی ایک خامی، سلیم الرحمٰن، محمد، مشمولہ اورینٹل کالج میگزین، ۱۹۹۸ء ص ۷

۱۸۔ فرہنگ آصفیہ، جلد اول، دوم، طبع چہارم، ۲۰۰۳ء ص ۴۷

۱۹۔ کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد اول، جابر علی سید، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء

۲۰۔ فرہنگ آصفیہ کی ایک خامی، سلیم الرحمٰن، محمد، مشمولہ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۹۸ء، ص ۷

۲۱۔ فرہنگ آصفیہ کی ایک خامی، سلیم الرحمٰن، محمد، مشمولہ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۹۸ء، ص ۲۸ تا ۲۹

۲۲۔ اردو لغات اور لغت نویسی، رسالہ اردو، جنوری ۱۹۳۱ء، ص ۹

۲۳۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۴۰

۲۴۔ اردو لغت اور لغت نویسی کے مسائل، رسالہ اردو، جنوری ۱۹۳۱ء، ص ۱۰

۲۵۔ مخزن فوائد، تالیف نیاز علی بیگ نکہت دہلوی، مرتبہ ذاکر حسین، محمد، ڈاکٹر، طبع ۱۹۹۸ء ص ۱۷

۲۶۔ مطالعہ امیر، محمد، نکر، ابو، ڈاکٹر، مشمولہ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ص ۱۰۹۔۱۰۹

۲۷۔ فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، مطبوعہ ۱۹۰۱ء، ص ۴

۲۸۔ داستان تاریخ اردو، حامد حسن قادری، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۶ء طبع سوم، ص ۹۰۵ تا ۹۰۷

۲۹۔ پرائمری لغات اردو، فیروز ڈسکوی، مطبع مفید عام سیالکوٹ، ۱۸۹۳ء

۳۰۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۴۱

۳۱۔ دیباچہ نوراللغات، جلد اول، ص ۴۱

۳۲۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۴۴

۳۳۔ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ص ۳۸۔۳۹

۳۵۔ جامع اللغات، مرتبہ عبدالمجید، خواجہ، طبع دوم، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۳ء

باب پنجم:

۱۹۴۷ء کے بعد لغت نویسی

لغت نویسی کا آغاز جیسا کہ سابقہ ابواب میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے کئی صدیوں پہلے ہو چکا تھا۔ مگر ارتقائی مراحل طے کرتے کرتے یہ روایت ۱۹۴۷ء یعنی قیام پاکستان تک اور پھر قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہی۔ جو آج تک جاری و ساری ہے۔ جس طرح زبان میں نئے الفاظ شامل ہوتے رہیں گے، اسی طرح لغات میں بھی جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اضافہ ہوتا رہے گا۔ جو ان لغات کو از سر نو مرتب کرنے پر مجبور کرتا رہے گا۔ بیسویں صدی کے نصف اول کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور بہت سے نئے لغات سامنے آئے۔

قیام پاکستان کے بعد جسے غالباً پہلا لغت کہنا چاہیے وہ آغا محمد باقر کا "اسٹینڈرڈ اردو ڈکشنری" کے نام سے ۱۹۴۸ء میں کتاب منزل لاہور سے شائع ہوا۔ اس میں جدید ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے جدید الفاظ کا اضافہ کیا گیا۔ اس میں فارسی، ہندی، انگریزی زبانوں کے جملہ مروجہ الفاظ اور علوم و فنون، تہذیب و تمدن، صحافت و سیاست کی تمام اصطلاحات کو درج کیا گیا ہے۔ ادباء، طلبہ اور اساتذہ کی جملہ ضروریات کو پیش نظر رکھ کر الفاظ کو اعراب کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔[۱]

فرہنگ اثر ۱۹۶۱ء سے پہلے "مہذب اللغات" کی تالیف کا کام بھی ۱۹۵۸ء سے شروع ہو چکا تھا۔ مگر یہ جلد چہار دہم (۱۴)...... تک شائع ہوا۔ اس لئے "فرہنگ اثر" ۱۹۶۱ء کا ذکر پہلے کیا جائے گا کیونکہ "فرہنگ اثر" جہاں ایک باقاعدہ لغت ہے وہاں دو سابقہ لغات "سرمایہ زبان اردو" اور "نور اللغات" کا ناقدانہ جائزہ بھی ہے اور مکمل لغت بھی۔ مولوی عبدالحق کی لغت کبیر پر کام کا آغاز ۱۹۳۰ء میں شروع ہو چکا تھا۔ مگر اس کی پہلی جلد کی تالیف ۱۹۸۲ء میں ہوئی۔ لہٰذا اس کا تفصیلی جائزہ بھی بعد میں پیش کیا جائے گا۔

"فرہنگ اثر" جعفر علی خاں اثر لکھنوی کا لغت ایک جلد میں مگر دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں "سرمایہ زبان اردو" از سید ضامن جلال لکھنوی کا تنقیدی جائزہ ہے۔ اس کے بعد حصہ دوم میں نور

احسن نیر کاکوروی کی "نورالغات" کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مولف اثر دیباچے میں لکھتے ہیں:

"سرمایۂ زبان اردو" اور "نورالغات" اردو کی دو مشہور کتب لغت ہیں...... اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں کتابیں اپنی جگہ بڑی اور اہم ہیں پھر بھی ان دونوں میں بعض الفاظ و محاورات محل نظر ہیں..... "سرمایۂ زبان اردو" اور "نور اللغات" میں درج بعض ایسے الفاظ و محاورات سے میں نے جو اختلاف کیا ہے اس کے علاوہ کتابی شکل اختیار کر لی ہے"۔[۱]

"فرہنگ اثر" میں جہاں ان دو لغات کی جا بجا تصحیح کی گئی ہے وہاں "نورالغات" کے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے ان الفاظ کی نشاندہی کی گئی ہے جو یا تو اس میں شامل نہیں، اگر ہیں تو انہیں متروکات کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

اثر لکھنوی نے "نورالغات" اور "سرمایۂ زبان اردو" کے اندراجات پر بھی بحث کی ہے۔ ان کی اس رائے سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے مگر انہوں نے تنقید کے تقاضے بڑی حد تک نبھائے ہیں۔ جن الفاظ پر تنقید کی ہے اسے دلائل سے واضح نہیں کیا تاکہ ابہام ختم ہو۔

مثال کے طور پر:

سرمایۂ زبان اردو کے ایک اندراج۔ دھرانا (ڈرانے والی بات سے کسی کو ڈرانا) سے اثر لکھنوی نے اس لیے انکار کیا ہے کہ انہوں نے کسی کو یہ لفظ بولتے نہیں سنا ہے۔ گو کہ یہ فیلن کی ڈکشنری میں موجود ہے جب کہ "سرمایۂ زبان اردو" میں اس اندراج کی سند کے طور پر جرأت کا یہ شعر نقل کر دیا گیا ہے

صد دلا کہتا مرا شاید کہ اس نے سن لیا
ورنہ کھلی مجھ کو ہے دھراتا بھلا اچھا کیا[۲]

اس طرح کی اور کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اثر لکھنوی نے اہم مقالات کی طرف اشارے بھی کیے جو ان کے خصوصی نظر آتے ہیں مگر انہوں نے لغات کی تحقیق سے زیادہ اپنی رائے کو اہمیت دی ہے۔ جو لفظ جس طرح ان کے ذہن میں محفوظ ہے اور معلوم ہوا ہے انہوں نے اس کے مطابق اس کو برتا ہے۔ انہوں نے الفاظ و محاورات پر تنقید کا سلسلہ اپنی اس تصنیف یعنی "فرہنگ اثر" کی تکمیل کے بعد بھی جاری رکھا

اور مختلف مضامین کی شکل میں اپنا تنقیدی نقطہ نظر پیش کرتے رہے۔ انھوں نے ایک مضمون بعنوان "لکھنو کے چند الفاظ اور محاورے" لکھ کر اس میں مزید ایسے حوالے پیش کئے جو "نور اللغات" کے حوالے سے دوبارہ ان کے سامنے آئے اور وہ "فرہنگ اثر" میں شامل ہونے سے رہ گئے ہے

"فرہنگ اثر" کی تالیف سے پہلے ۱۹۵۸ء سے جس لغت پر کام جاری تھا وہ "مہذب اللغات" از مہذب لکھنوی، چودہ جلدوں پر مشتمل تھی۔ "مہذب اللغات" جلد اول میں الف مقصورہ اور ممدودہ شامل ہیں۔ ہر جلد ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد، آ، ب، پ، پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد جو صرف پ، ت، ٹ، ج پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۶۲ء میں نظامی پریس لکھنو سے شائع ہوئی۔ پہلی دونوں لغات کے سن تالیف رسالہ اردو ادب میں شامل مضمون "مہذب اللغات پر ایک سرسری نظر" سے اخذ کیا گیا ہے اور دوسرا اس کی جلد سوم کے دیباچے سے کیونکہ راقم کو جو پہلی دو جلدیں دستیاب ہوئیں، وہ طبع سوم ہیں جو ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء اور ۹ نومبر ۱۹۷۸ء کی ہیں۔ تیسری جلد کہ ۱۹۶۲ء میں پہلی دفعہ شائع ہوئی اس کے دیباچے میں یوں حوالہ ملتا ہے۔ "قومی آواز کے پرچے ۱۲ اپریل، ۷ مئی، ۱۶ مئی ۱۹۶۱ء میں محمد یونس صاحب خالدی کا ایک مضمون "نور اللغات سے مہذب اللغات تک" کے عنوان سے بااقساط شائع ہوا۔ اغلب امکان ہے کہ پہلی دو جلدیں ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۰ء تک اشاعت پذیر ہوئی ہوں کیونکہ مذکورہ حوالہ یکم جولائی ۱۹۶۲ء جلد سوم سے ماخوذ ہے۔ ہے جلد چہارم صرف ج، چ، ح، خ، د پر مشتمل ۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء سبھا پرنٹنگ پریس لکھنو سے، جلد پنجم صرف د، ڈ، ذ، ر پر مشتمل فروری ۱۹۶۸ء میں نظامی پریس لکھنو سے، جلد ششم صرف ر، ز، س ۱۵ اگست ۱۹۶۹ء جلد ہفتم س، ش، ص، ض، ط، ظ پر مشتمل ۲۹ نومبر ۱۹۷۰ء کو سرفراز قومی پریس لکھنو سے، جلد ہشتم صرف ع، غ، ف، ق پر مشتمل ستمبر ۱۹۷۲ء کو نظامی پریس لکھنو سے، جلد نہم ق، ک پر مشتمل جولائی ۱۹۷۵ء کو نظامی پریس لکھنوی سے، جلد دہم حرف ک، گ پر مشتمل جولائی ۱۹۷۷ء کو نظامی پریس لکھنو سے ہی شائع ہوا۔ جلد یازدہم صرف گ، ل، م پر مشتمل ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو اسی پریس نے شائع کیا۔ جلد دوازدہم صرف "م" پر مشتمل ہے۔ یہ ۲۸ جنوری ۱۹۸۱ء کو نظامی پریس لکھنو، جلد سیزدہم صرف م، ن، و پر مشتمل ۱۸ جولائی ۱۹۸۲ء کو نامی پریس لکھنو اور جلد چہاردہم صرف و، ہ، ی پر مکمل ہو کر ۱۵ اپریل ۱۹۸۹ء کو بھارت آفسیٹ پریس

دہلی سے شائع ہوا۔ اس لغت کی آخری جلد صفحات ۳۳۶ پر مشتمل ہے۔ باقی تیرہ جلدیں ۵۰۰ صفحات کی ہر جلد پر مشتمل ہیں۔

یہ لغت اپنے حجم اور تفصیلی ہونے کی وجہ سے ایک الگ اور نمایاں مقام رکھتا ہے لیکن اسے بھی تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ رسالہ اردو ادب، دسمبر ۱۹۵۶ء میں "مہذب اللغات (قسط اول) پر ایک سرسری نظر" از ایک واقف کار، اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (جس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے اسے قسط وار شائع کیا جاتا رہا اور پھر اکٹھا کر کے باقاعدہ لغت کی صورت میں شائع ہوا)۔

> "مہذب اللغات" مولفہ مہذب لکھنوی فاضل و ممتاز الافاضل و دبیر کامل و صدر انجمن محافظ اردو لکھنو کی پہلی قسط شائع ہوئی ہے۔ اس میں صرف الف مقصورہ کے الفاظ (الف سے تائے ہندی تک) ۸۲ صفحات پر ختم ہوئے ہیں...... مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس لغت کا حجم خواہ مخواہ بڑھایا گیا ہے۔ حشو و زوائد کا ایک طومار ہے، تطویل بے جا ہے اور کثرت سے ایسے الفاظ ٹھونسے گئے ہیں (خصوصاً سنسکرت) کے جنہیں اردو سے کوئی علاقہ نہیں۔ اکثر و بیشتر تحقیق و زبان کا بل حق کردے ہیں۔ صرف الف کے چالیس محل استعمال بتائے گئے ہیں جن میں سے آٹھ دس بالکل فضول یا غیر متعلق ہیں اور جو اردو میں داخل ہیں ان کا بیان الجھا ہوا یا گمراہ کن ہے۔"[۵]

اس اقتباس کی روشنی میں جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں چند درج ذیل ہیں:

الف نمبر ۱

"اردو، فارسی، ترکی، عربی کی الف بے تے ٹ (حروف تہجی) کا پہلا حرف۔ اردو واحد مذکر۔ فصیح رائج مشترک خواص و عوام لکھنؤ دہلی عورت مرد

نقشوں کو عشق ہے کس کے قد دلخواہ کا
لکھتے ہیں ہر فرد پہ پہلے الف اللہ کا

(امیر لکھنوی)

سردار اُمم محرم اسرار محمدؐ
میر و اسد اللہ کا دلدار محمدؐ

(میر انیس)

قول فیصل

"جمع صرف واو نون کے ساتھ بولی جاتی ہے جیسے انہوں۔"

اس پچھاڑے کی کیا ضرورت تھی۔ اتنا لکھ دینا کافی تھا "اردو حرف تہجی کا پہلا حرف۔ فصیح رائج مشترک خواص وعوام لکھنو، دہلی عورت مرد بے تکی بات ہے۔ کسی زبان کے حرف تہجی بجائے خود غیر فصیح وغیر مشترک یا خواص وعوام میں مختلف یا مابہ النزاع نہیں ہوتے اور قول فیصل کی بلاغت کا تو جواب ہی نہیں۔ حرف تہجی کی جمع آج تک نہ دیکھی نہ سنی۔ انہوں، بے اون، تے اوں...... لاحول ولاقوۃ! جمع کی حالت میں بھی ان کی صورت برقرار رہتی ہے مثلاً اس عبارت میں حرف الف کی کثرت ہے یا متعدد الف جمع ہو گئے ہیں کوئی یہ نہ کہے گا کہ انہوں کی کثرت ہے۔

الف نمبر۳

"دیکھئے تشریح نمبرا۔ آخر لفظ میں بڑھا دینے سے امر کا صیغہ ماضی بن جاتا ہے۔ اٹھ صیغہ امر تھا، الف بڑھا دینے سے ماضی کے معنی پیدا ہو گئے جیسے اٹھ سے اٹھا۔"

اول تو یہ قاعدہ عموماً افعال لازم پر عائد ہوتا ہے۔ دوم خود امر حرف الف پر ختم نہ ہو۔ مثلاً لا، کھا، سو، رو، لٹا وغیرہ صیغہائے ماضی مندرجہ قاعدے کے مطابق کیونکر بنیں گے۔ لہٰذا قاعدے کو مشروط کر دینا چاہئے تھا کہ بعض صورتوں میں......

(دیکھئے تشریح نمبرا۔ اس کی رٹ ہر نمبر میں لگی ہوئی ہے اہمیت واضح نہیں۔ آئندہ نمبروں کی بحث میں اس کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔)ع

"مہذب اللغات" میں سابقہ لغات کے اندراج کو مع معنی شامل کیا گیا ہے۔ جہاں جہاں انہیں کسی لفظ یعنی اندراج کے اردو ہونے اور اس کے اردو معانی میں انہیں اشکال یا اختلاف ہوا، وہاں

انہوں نے اس کی نشاندہی اپنے قول فیصل یے کے ذریعے کر دی ہے۔ اس میں اندراجات کی ترتیب "فرہنگ آصفیہ" اور "نور اللغات" کی نسبتاً زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ جو پہلے دو لغات کی نسبت قطعاً مختلف ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی اگرچہ اندراجات کو مفرد اور ذیلی اندراجات میں تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ سب کو جداگانہ حیثیت دی ہے۔ "مہذب اللغات" میں بھی قواعدی نوعیت، تلفظ اور معنی کے اعتبار سے اندراجات کو الگ الگ درج کیا گیا ہے۔ مگر کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کی معنوی وضاحت نے بے جا طوالت اختیار کر لی ہے اور یہ طوالت لغت کی خامی کہی جاتی ہے۔ مثلاً لفظ "کام" کی ذیل ۱۹ اندراجات دیئے ہیں پہلے فارسی "کام" (مراد، غرض) پھر اردو کام (فعل، عمل) پھر اردو کام (مزدوری) پھر فارسی کام (تالو) پھر ہندی کام (دھندا) اس طرح یہ لمبی لائن چلتی ہے جو ۱۹ مختلف حوالوں سے درج ہے۔ معنی اور مترادفات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے "مہذب اللغات" نے بہت حد تک "نور اللغات" اور "فرہنگ آصفیہ" کی نقل کی ہے اور حوالے بھی وہی درج کئے ہیں جو ان لغات میں درج ہیں۔ ڈاکٹر مسعود ہاشمی نے بھی "اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ" میں اس مثال کو پیش کیا ہے۔ مثلاً

> "فراغت: اس اندراج کے معنی نمبر ا کے تحت "نور اللغات" اور "مہذب اللغات" دونوں میں ہی چھٹکارا، نجات، خلاصی جیسے مترادفات "فرہنگ آصفیہ" سے جوں کا توں نقل کر دینے کے بعد مثال کے طور پر میر کا شعر بھی وہی پیش کیا گیا ہے" فرہنگ آصفیہ" میں درج ہے۔ [۵]

ہر لغت نگار سابقہ لغات کو بنیاد بنا کر اپنے لغت کی تدوین کرتا ہے۔ مولف لغت نے بھی "مہذب اللغات" میں سابقہ لغات سے معنی اور مترادفات کے حوالے سے اور قواعدی طریقہ اندراجات کہیں من وعن اور کہیں قدرے تبدیلی کے ساتھ درج کیا ہے مگر بہت سے الفاظ کی معنوی وضاحت، سابقہ لغات کی نسبت زیادہ ہے۔ جو انہوں نے اپنی رائے کے مطابق دی ہے۔ اسی لیے یہ لفظی تحقیق کی بجائے تنقید کی کتاب زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں مولف لغت نے لغت نویسی کے اصول پر عمل کرنے کی بجائے اپنی رائے کو مستند سمجھ کر بہت سے اندراجات کی تفصیل سے وضاحت کی ہے۔

لیکن اس کے باوجود اس کی اہمیت اور مولفِ لغت کی محنت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے جتنا طویل ذخیرہ الفاظ اس لغت میں شامل کیا ہے وہ سابقہ لغات میں کم نظر آتا ہے۔

"مہذب اللغات" کی تالیف کے دوران ۱۹۶۳ء میں "فیروز اللغات" کے نام سے الحاج فیروز الدین نے ایک لغت مرتب کیا۔ اس سے پہلے بہت سے لغات چھپ چکے تھے مگر اس لغت نے بھی اپنی مقبولیت کی وجہ سے اردو لغات میں اپنا مقام بنایا۔ اسی طرح بہت سے لغات مرتب ہوتے رہے جن میں کچھ تو لسانی ضرورت کے تحت اور کچھ کاروباری ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے لکھوائے گئے۔ کاروباری نوعیت سے مراد وہ ادارے جو اپنے اداروں کے نام سے لغات شائع کرتے یا مرتبین کے نام سے شائع کرتے رہے۔

۱۹۷۰ء میں "اردو مترادفات" کے نام سے احسان دانش نے مترادفات کا لغت تالیف کیا ہے جسے مرکزی اردو بورڈ لاہور جو کہ آج کل اردو سائنس بورڈ لاہور کے نام سے جانا جاتا ہے، نے شائع کیا۔ اس میں اردو لفظ کے مترادف جتنے بھی الفاظ آتے ہیں، ایک جگہ اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔

اردو زبان میں ایک عرصے سے ایسے لغت کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جس میں الفاظ کے معانی کے بجائے ان کے مترادفات درج ہوں اور جنھیں ادیب، شاعر، مقرر اور صحافی بالخصوص اور تحریر و تقریر میں دلچسپی لینے والے بالعموم ایک رہنما اور حوالے کی کتاب کے طور پر استعمال کر سکیں۔ انیسویں صدی کے آخر میں شائع ہونے والے مترادف الفاظ کے ایک دو مختصر سے رسالے نظر آتے ہیں یا پھر بعد میں شائع ہونے والی ایک چھوٹی سی ڈکشنری جو مترادفات کے اصل تقاضوں کو پورا نہیں کرتی۔ ۹

۱۹۷۳ء میں بابائے اردو مولوی عبدالحق نے "لغت کبیر اردو" شائع کی۔ اس سے پہلے رسالہ اردو میں اسے باقساط شائع کیا جاتا رہا۔ مگر اسے باقاعدہ لغت کی شکل بعد میں دی جو ۱۹۷۳ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی سے شائع ہوئی۔ پہلی جلد میں الف ممدودہ کے "آگ" تک الفاظ شامل ہیں۔ اس میں ایک طویل دیباچہ بھی تحریر کیا گیا جسے پہلے علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا گیا تھا مگر بعد میں لغت کبیر اردو کی جلد اول میں شامل کر لیا گیا۔ یہ مقدمہ مستشرقین اور اردو سے اردو لغات کا تنقیدی جائزہ بھی ہے۔ اس میں لغت کے اصول پر بھی بحث کی گئی ہے اور لغات میں پائی جانے والی خامیوں

کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ معنی، تلفظ اور محاوروں کی سند کے علاوہ مولفِ لغت نے جہاں جہاں سابقہ لغات میں اندھا دھند نقل پائی گئی ہے، اس کو بھی اس میں واضح کیا ہے۔

جہاں مولوی عبدالحق ایک اچھے لغت میں تمام لفظی سرمائے کو شامل کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں، وہاں انہوں نے بہت سے ایسے الفاظ بھی شامل کر دیے ہیں جن کی سند وہ خود بھی پیش نہیں کر سکے۔

ڈاکٹر مسعود "اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ" میں لکھتے ہیں کہ مولوی عبدالحق نے آسرم کی ذیل میں جو سند کے طور پر آرائش محفل سے اقتباس پیش کیا ہے، وہاں آسرم کی بجائے آشرام ہے اور لفظ آس (عوامی۔ عائشہ) آسا (عوامی عاشہ) اور آسرم (آشرم) اور آسری وغیرہ۔[۵۱]

"لغت کبیر اردو" کی نسبت "مہذب اللغات" میں معنی اور قواعدی نوعیت سے اختلاف والے تمام الفاظ کو الگ الگ اندراج کی حیثیت حاصل ہے جبکہ "لغت کبیر اردو" میں کسی لفظ کو بیک وقت ایک سے زیادہ حیثیت سے واضح کرنے کیلئے لفظ کے آگے اسم، صفت یا فعل ہے کو ایک ہی دفعہ درج کر کے مختلف قواعد کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مولوی عبدالحق نے دیباچے میں جو وضاحتیں اصول کے حوالے کی ہیں، ان کا استعمال "لغت کبیر اردو" میں ان کے مطابق کم نظر آتا ہے۔ تلفظ کے حوالے سے بھی جو آرا انہوں نے دی ہیں، خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔ البتہ کہیں اختلاف تلفظ کی نشاندہی کرنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے۔ مگر ہر لفظ کے تلفظ کی نشاندہی نہیں کی گئی۔

قواعد کے حوالے سے جو تنقید انہوں نے سابقہ لغات پر کی اسے "لغت کبیر اردو" میں نبھانے کے بھرپور کوشش نظر آتی ہے۔ مولوی عبدالحق چونکہ خود بھی قواعد کے حوالے سے زیادہ علم رکھتے تھے یا یوں کہا جائے کہ وہ قواعد داں تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قواعدی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش تو کی مگر بہت سی جگہوں پر قواعدی نوعیت کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ مگر کہیں کہیں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ ہم کتب لغت کا نہیں بلکہ کسی قواعد کی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ قواعد کا غلبہ اتنا ہے کہ کسی لفظ کی اصل کی نشاندہی دوسرے لغات کے برخلاف قواعدی نوعیت معنی کے آخر میں دی گئی اور معنی واضح کرتے ہوئے بھی قواعدی طریقہ زیادہ استعمال کیا ہے۔ ڈاکٹر مسعود ہاشمی "اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ" میں مولوی عبدالحق کے قواعدی طریقہ کار اور معنی کے حوالے سے اپنی رائے دیتے

ہوئے لکھتے ہیں:

"قواعدی نوعیت کے معنی دیئے گئے ہیں اور معنی کی نشاندہی کے سلسلے میں زیادہ سائنسی طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور حتی الامکان ہم معنی اور قریب المعنی مترادفات میں حد فاصل قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر یہ بات بھی کھٹکتی ہے کہ قواعدی نوعیت کی نشاندہی کی طرح معنوی وضاحت بھی قواعدی عنصر سے بوجھل نظر آتی ہے۔ اس لغت کی ایک بڑی خامی تو ہے کہ اس میں افعال ومصادر کی تصریفی شکلوں (آتا، آ، آؤ) وغیرہ کو تو شامل کیا ہی گیا ہے، معنی کی نشاندہی کے سلسلے میں بھی قواعدی عنصر کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، اس کی بہترین مثال "آ" اور "آنا" کے معنی سے دی جا سکتی ہے۔ "آ" کے تحت جو معنی اور مثالیں دی گئی ہیں ان کا تعلق معنی سے کم اور لہجوں سے زیادہ ہے" ۔[11]

اس میں جہاں قواعدی حوالے سے لفظوں کی وضاحت کی گئی ہے وہاں سابقہ لغات کی نسبت لفظ کے اصل کی نشاندہی بہتر طریقے سے کی گئی ہے۔ عربی، فارسی، ہندی الفاظ جب اردو زبان میں داخل ہوئے تو بہت سے الفاظ قدرے تبدیلی کے ساتھ شامل کئے گئے۔ سابقہ لغات میں جہاں ان الفاظ کی تبدیلی کے بعد اصل کی طرف اشارہ کرنے کی بجائے اردو ہی لکھ دیا ہے وہاں "لغت کبیر اردو" میں عربی کے الفاظ جو فارسی میں استعمال ہو کر معرب کہلائے یا فارسی کے مولد الفاظ کے اصل کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کی اردو میں تبدیلی کی وضاحت بھی کی ہے مثلاً

آرام جو: (ص) دیکھو، آرام طلب، (ف: آرام + جو) = ڈھونڈنے والا جستن یا جوئیدن سے)

آرام طلب: (ص) ۱۔ دیکھو آرام پسند ۲۔ کاہل، سست، احدی،

بے لکھے خط جو کیا نامہ و پیغام طلب
کاہلی لکھنے کی تھی آپ ہیں آرام طلب

(ظفر)

(ف: آرام + ع: طلب) [12]

اسی طرح آرام طلبی کی وضاحت کیلئے انہوں نے آرام + طلب کے بعد لگنے والی "ی" کو "ی" مصدری بتا کر واضح کیا ہے کہ اردو میں یہ لفظ مکمل صورت میں کیسے بنا۔ اس طرح سابقہ لغات میں پائے جانے والی خامی جو لسانی ماخذ (Etymology) کے اصل کی نشاندہی کے سلسلے میں تھی، اس میں اس خامی کا ازالہ نہایت عمدہ طریقے سے کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مولوی عبد الحق اس سے پہلے انگریزی۔ اردو اور اردو۔ انگریزی کے لغات مرتب کر چکے تھے اور لغت نگاری کے اصول سے واقف تھے۔ اسی لئے انہوں نے سائنٹیفک طریقہ کار کو اپنانے کی کوشش کی اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ مولوی عبدالحق اپنی اس تالیف کو مکمل نہ کر سکے۔ اسے اپنی زندگی میں مکمل کر دیتے تو اردو لغت نویسی میں بہت اہم اور بے مثال سرمایہ شامل ہو جاتا۔ اسی دوران ہی ترقی اردو بورڈ کراچی نے ایک جامع لغت کا منصوبہ بنایا اور اسے اکسفورڈ ڈکشنری (کلاں) کی طرز پر ڈیزائن کرنے کی کی کوشش کی گئی۔ اس کا تفصیلی ذکر ان لغات کے بعد کیا جائے گا جو اس کی تکمیل سے پہلے شائع ہو چکے تھے۔ کیونکہ اس پر کام تا حال جاری ہے۔

۱۹۵۵ء میں "نسیم اللغات" کے نام سے ایک لغت شائع ہوا ہے جسے نسیم امروہوی اور مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے مل کر تالیف کیا۔ بعد میں اس کے کئی ایڈیشن چھپتے رہے۔ ۱۹۶۱ء میں جب اس کا ایک ایڈیشن "جدید نسیم اللغات" کے نام سے شائع ہوا تو اس میں مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کا نام نہیں لکھا گیا صرف نسیم امروہوی کا نام لکھ دیا گیا۔

۱۹۶۲ء میں زبان دانی کے لحاظ سے باقی لغات کی نسبت بہتر لغت "فرہنگ کارواں" کے نام سے فضل الٰہی عارف نے مرتب کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔

۱۹۷۳ء میں اردو سائنس بورڈ لاہور نے "ہفت زبانی لغت" شائع کیا جسے اشفاق احمد، محمد اکرام چغتائی، فضل قادر فضلی نے مرتب کیا اور پہلی دفعہ اس ادارے کے سابقہ نام مرکزی اردو بورڈ لاہور سے شائع ہوا۔ اس میں اردو کو بنیاد بنا کر دوسری زبانوں کے الفاظ شامل کیے گئے۔ اردو کے علاوہ بنگلہ، بلوچی، پشتو، پنجابی، سندھی اور کشمیری زبان میں بھی استعمال اسی مفہوم میں ہوتا ہو۔ کئی الفاظ ایسے ہیں جو دوسری زبانوں میں بھی قریباً اسی طرح استعمال ہوتے ہیں۔

اردو لفظ تابعدار بلوچی زبان میں فرماں بردار اور دوسری پانچ زبانوں میں تابعداری استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ "باغ" بنگلہ میں باگان" بلوچی میں "باگ" اور دوسری چار زبانوں میں باغ ہی استعمال ہوتا ہے۔

اس سے پاکستان کی زبانوں میں کس حد تک یکسانیت ہے کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور ثقافتی سطح پر ایک دوسرے کے الفاظ سمجھنے میں بھی کافی مدد ملتی ہے۔

۱۹۷۶ء میں "علمی اردو لغت" کے نام سے وارث سرہندی نے ایک لغت تیار کیا۔ جس کا مسودہ ۱۹۷۲ء میں تیار ہو چکا تھا۔ اس مسودے کے نمونے مختلف لوگوں کو نظرثانی کیلئے بھجوائے گئے۔ ان لوگوں کی آرا کو لغت میں "سخن ہائے گفتنی" اور "تعارف" کے بعد شامل کیا گیا ہے۔ محمد احسن خان، وارث سرہندی کے ساتھ سب سے زیادہ لفظی و معنوی تحقیق میں مسودے کی تیاری اور لغت کی اشاعت تک شریک کار رہے اور اس لغت کا ہر ہر لفظ ان کی نظر سے گزرا ہے۔[۳۹] جس کا بالخصوص ذکر "علمی اردو لغت" میں سخن ہائے گفتنی میں وارث سرہندی نے خود بھی کیا ہے۔ دیگر محققین و ناقدین جنھوں نے اپنی آرا پیش کیں ان میں ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ماہر القادری (کراچی)، میجر آفتاب حسن (کراچی)، مرزا ادیب شامل ہیں۔[۴۰]

اس دوران اور بھی چھوٹے بڑے لغات تیار ہوتے رہے۔ ۱۹۸۲ء میں لغات مہر (اردو) مولفہ مہر فوقی بدایونی نے بزم ارتقائے ادب، کراچی سے شائع کیا۔ اس میں ایسے الفاظ اور ان کے مترادفات شامل کیے گئے ہیں جن کا مفہوم کسی ایک لفظ سے یا مختصر استعمال ہوتا ہے۔ مفہوم، معانی اور مطالب کو الفاظ کی جگہ دی گئی ہے اور لغت کے الفاظ کو مترادفات کی جگہ لکھا گیا ہے۔ الفاظ زیادہ تر وہ ہیں جو عربی زبان میں بولے جاتے ہیں یا فارسی ہیں۔ کہیں کہیں بات کی وضاحت کیلئے اردو کا استعمال بھی کیا ہے۔ مفہوم سارے اردو میں لکھتے ہیں۔

لغات مہر کے استعمال کا فائدہ اردو زبان سے زیادہ ان لوگوں کو ہو سکتا ہے جو عربی زبان جانتے ہوں اور اردو الفاظ و مترادفات کا موازنہ دیگر مفاہیم کے ذریعے کرنا چاہتے ہوں۔ اس سے تلفظ الفاظ کو صحیح طور پر جاننے میں کافی مدد ملے گی۔

۱۹۸۳ء میں "قدیم اردو کی لغت" شائع ہوئی جسے ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کیا اور اردو سائنس بورڈ لاہور نے اسے شائع کیا۔ اس لغت میں قدیم اردو کے ہزاروں الفاظ شامل ہیں جو آج بھی پاکستان کی علاقائی زبانوں میں زیادہ مستعمل ہیں۔ آخر میں ماخذ کی تفصیلی فہرست بھی دی گئی ہے۔ ۱۵

۱۹۸۶ء میں وارث سرہندی نے ایک لغت "قاموس مترادفات" کے نام سے مرتب کیا جسے اردو سائنس بورڈ نے لاہور سے شائع کیا۔ اس میں اردو مترادفات از احسان دانش کی نسبت ذخیرہ الفاظ کی تعداد زیادہ ہے۔ احسان دانش نے اپنی لغت میں اعتراف کیا تھا کہ یہ ذخیرہ الفاظ کافی نہیں آئندہ اضافہ کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے یہ اسی سلسلے کی کڑی ہو۔ مگر کسی لفظ کے متبادل کتنے الفاظ اسی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں، ان سب کو یک جا کرنا، احسان دانش اور وارث سرہندی کی عمدہ کاوش کا نتیجہ ہے۔

۱۹۸۶ء کے بعد کئی لغات مرتب ہوتے رہے جو اپنی اپنی جگہ منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر ۱۹۹۵ء میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے دو ایسے لغات شائع ہوئے جو اپنی الگ انفرادیت رکھتے ہیں۔ ان میں ایک لغت جو طالب علموں کی درسی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے پروفیسر خلیق احمد صدیقی نے مرتب کیا۔ اس لغت کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں وہ تمام الفاظ شامل کئے گئے ہیں جو ٹیکسٹ بک بورڈ کی نصابی کتب میں شامل ہیں اور جن کا معنی تلاش کرنے کیلئے طالب علموں کو مختلف لغات کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ کوئی بھی لغت اپنی جامعیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ہر لغت میں کوئی نہ کوئی لفظ ایسا ضرور ہوتا ہے جو ایک لغت میں ہے، مگر دوسری میں نہیں ملتا۔ پروفیسر خلیق احمد کا مرتب کردہ "بچوں کی لغت" خاص طالب علموں کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ اس میں پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک کے نصاب کا ذخیرہ الفاظ جمع کیا گیا ہے۔

ہر لفظ کو اعراب لگا کر تلفظ واضح کیا گیا ہے تاکہ طالب علم ایک ہی ساخت مگر ادائیگی کے لحاظ سے مختلف الفاظ کی پہچان کر سکیں۔ مثلاً محقق ساخت کے اعتبار سے ایک لفظ ہے مگر تلفظ اور معنی کے لحاظ سے مختلف۔ ایک مُحقَّق لفظ ہے اور دوسرا مُحقِّق تو اسے تلفظ سے یوں واضح کیا گیا ہے۔ م حَق قَق اور مُ حَق قِق، پہلے لفظ کا مفہوم تحقیق کیا گیا اور دوسرے کا مفہوم کرنے والا۔ ۱۶

اس کے بعد ۱۹۹۱ء میں دوسرا اہم لغت ''فرہنگ تلفظ'' کے نام سے شان الحق حقی صاحب نے مرتب کیا۔ اسے بھی مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے شائع کیا گیا اس میں انہوں نے تلفظ کے اصول پر وضاحت سے بات کی ہے۔ اس سے پہلے ترقی اردو بورڈ میں جو لغت تیار ہو رہا تھا اس میں تلفظ کے حوالے سے جس طرح کام ہو رہا تھا، فرہنگ تلفظ میں بھی کم و بیش وہی طریقہ اپنایا گیا ہے۔ ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' کی ابتدائی لغات میں اور ''فرہنگ تلفظ'' میں کوئی خاص فرق نہیں مگر آگے چل کر ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' کا تلفظ پہلے کی نسبت نہایت وسیع ہو گیا اور ''فرہنگ تلفظ'' میں موجودہ اصول تلفظ سے زیادہ وضاحت سے بیان کیا جا رہا ہے۔ مثلاً ابتداء میں ''فرہنگ تلفظ'' اور ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' کے تلفظ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ مثال کے طور پر ایک لفظ ''تجریدہ'' اسے فرہنگ تلفظ میں (فت، ج، ی، مع فت د) (اور'' اردو لغت تاریخ اصول'' جلد ششم میں بھی (فت، ج، ی، مع، فت د) درج کیا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابتداء میں شان الحق حقی ''اردو لغت تاریخ اصول پر'' کی تیاری کے منصوبے میں شامل تھے اور تلفظ کے حوالے سے تحقیقی کام میں حصہ بھی لے رہے تھے۔ مگر بعد میں جیسے جیسے تحقیق کا دائرہ وسیع ہوتا گیا تو اس کے تلفظ کی وضاحت میں اضافہ ہو گیا اور ''فرہنگ تلفظ'' کی نسبت ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' میں جدت پیدا ہوئی۔ اس کو مثال سے واضح کرنے کیلئے ایک اور لفظ کو تلفظ سمیت پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ تبدیلی کس حد تک ہوئی۔ مثلاً

فرہنگ تلفظ: نگہداشت (کس ج گ)

اردو لغت تاریخی اصول پر انگہداشت (کس ن، ق گ، سک ، ش) جلد ہشتم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شان الحق حقی نے تلفظ کی وضاحت کیلئے جو اصول اپنائے اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ قاری یا محقق کو تمام الفاظ ایک جگہ مل جاتے ہیں مگر جدید تقاضوں کے مطابق دیکھا جائے تو یہ اس کمی کو پورا کرنے سے قاصر نظر آتا ہے۔ جہاں یہ تلفظ کے حوالے سے جدید تقاضوں پر مکمل طور پر پورا نہیں اترتا وہاں ایک مسئلہ اس لغت کے عنوان کا بھی پیدا ہوتا ہے۔ قدیم زمانے میں لغت ہی کو فرہنگ بھی کہہ دیتے تھے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں نمایاں فرق نظر آنے لگا

اور لغت اور فرہنگ کے متعلق مختلف مفاہیم سامنے آئے جن کا ذکر باب اول میں وضاحت سے کیا جا چکا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" اگرچہ لغت ہے اور اس کے عنوان میں فرہنگ کا لفظ شامل ہے تو اس وقت کے مطابق ایسا کرنا بالکل جائز سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب جب کہ اس کی وضاحت ہو چکی ہے تو اسے "فرہنگ تلفظ" کی بجائے اگر "لغتِ تلفظ" کہا جاتا تو لغت اور فرہنگ کے معنی سے مطابقت رکھتا۔ اس کی خوبیاں اور خامیاں اپنی جگہ مگر شان الحق حقی کی یہ کاوش کہ تمام حروف ایک جگہ تلفظ کے ساتھ مل جاتے ہیں، قابل ستائش بات ہے۔ مذکورہ بالا لغات بیسویں صدی کے مکمل لغات تھے ان کا ذکر "اردو لغت تاریخی اصول پر" سے پہلے اس لئے کیا گیا ہے۔

اردو لغت تاریخی اصول پر کا تفصیلی جائزہ لینے سے پہلے ترقی اردو بورڈ کراچی کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا تاکہ اس ادارے کے متعلق بھی آگاہی حاصل ہو جائے کہ جہاں اس شاندار منصوبے کا آغاز ہوا۔

۱۹۰۳ء میں علی گڑھ میں قائم شدہ (سرسید کی) مسلم ایجوکیشن کانفرنس (۱۹۰۳ء) علی گڑھ کا اجلاس دہلی میں منعقد کیا گیا جس میں ایک "شعبہ علمیہ" قائم کیا گیا جس کی صراحت کیلئے "انجمن ترقی اردو" نام رکھا گیا۔ یہ فیصلہ جنوری ۱۹۰۳ء کو کیا گیا۔ اس انجمن کے پہلے صدر پروفیسر ٹامس آرنلڈ تھے جو علی گڑھ کالج کے استاد تھے۔ (اس وقت تک علی گڑھ یونیورسٹی قائم نہیں ہوئی تھی) انجمن کے سیکرٹری مولانا شبلی نعمانی منتخب کئے گئے۔ ۱۹۰۳ء سے ۱۹۱۱ء تک انجمن کے تین سیکرٹری مقرر ہوئے جن میں مولانا شبلی نعمانی، نواب صفدر یار جنگ اور جناب عزیز مرزا، ۱۹۱۲ء میں مولوی عبدالحق کو انجمن کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ مولوی عبدالحق علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔ انجمن کے سیکرٹری مقرر ہونے کے بعد آپ انجمن کو اورنگ آباد لے آئے۔ یہاں انجمن ۱۹۳۸ء تک پورے ۲۶ سال کام کرتی رہی۔ ۱۹۳۸ء میں انجمن کو دہلی منتقل کر دیا گیا۔ ساتھ ہی مولوی عبدالحق نے دکن کو چھوڑا۔ انجمن ترقی اردو کی خدمات کیلئے دہلی آ گئے۔ ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۸ء (تقریباً) دس سال انجمن کا صدر دفتر دہلی میں رہا اور کام جاری رہا۔ ۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند اور فرقہ وارانہ فسادات میں انجمن کا جملہ اثاثہ، دفتر، کتب خانہ، سبھی کچھ لوٹ لیا گیا اور جلا دیا گیا۔ تقسیم کے بعد مولوی عبدالحق نے انتہائی کوشش کی کہ پاکستان میں بھی ایک دفتر قائم کیا جائے اور انجمن دونوں ملکوں میں سرگرم عمل رہے۔ مگر بھارت کی حکومت کے ارکان

(بشمول آزاد، جو کابینہ کے رکن تھے) تیار نہ ہوئے۔ تو مجبوراً مولوی صاحب کو خالی ہاتھ پاکستان آنا پڑا۔ حکومت پاکستان نے ایک سہ منزلہ عمارت، کراچی کے سول ہسپتال کے قریب انجمن کے نام کر دی، وہیں انجمن کا دفتر قائم ہوا۔ اسی عمارت کے ایک حصہ میں مولوی عبدالحق نے تادم آخریں قیام کیا۔ اسی احاطے میں اردو کالج قائم ہوا، فنون، قانون، تجارت کی تدریس کے ساتھ ساتھ یہ پاکستان کا پہلا سائنس کالج تھا جہاں ذریعہ تعلیم "اردو" تھی اور ہے۔ ۱۷

ترقی اردو بورڈ، کراچی ۱۹۵۸ء کو وزارتِ تعلیمات حکومت پاکستان کی ایک تجویز کے مطابق قائم ہوا۔ وزارتِ تعلیم کی قرارداد میں جس کے ذریعے بورڈ کا قیام عمل میں آیا، اس کے یہ مقاصد بیان کئے گئے تھے۔

۱۔ اردو کی جامع لغت کی تدوین۔

۲۔ اردو کی ترقی کے سلسلے کے دیگر کام جو اس کے سپرد کئے جائیں۔

"اردو لغت نویسی تاریخ اصول پر" کی جلد اول میں ترقی اردو بورڈ، کراچی کے صدر محمد ہادی حسین نے ۱۹۷۷ء میں لغت کے تعارف میں لکھا ہے:

"ترقی اردو بورڈ ایک خود مختار ادارے کی حیثیت سے حکومت پاکستان کی ایک قرارداد مورخہ ۱۴ جون ۱۹۵۸ء کے ذریعے وجود میں آیا۔ اس قرارداد کی روشنی میں جو کام بورڈ کو تفویض کیا گیا اس کی دو شقیں ہیں۔ اول: لسانیاتی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے آکسفورڈ ڈکشنری (کلاں) کے نمونے پر اردو کی ایک جامع لغت کی تدوین اور دوم: ایسے مزید اقدامات جو اردو زبان و ادب کی ترقی کیلئے مفید ثابت ہوں..... بورڈ کا پہلا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۵۸ء کو ہوا، جس میں لغت کے منصوبے کی تفصیلات طے کرنے کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ اس کمیٹی نے جو سفارشات کیں وہ منصوبے کے منشا کے مطابق آکسفورڈ ڈکشنری کی وسعت اور معیار پر مبنی تھیں۔ ان سفارشات کو فروری ۱۹۵۹ء میں منظور کیا گیا اور مارچ ۱۹۵۹ء میں ہی مختصر عملے کا تقرر بھی عمل میں آیا۔" ۱۸

کمیٹی نے پہلے لغت کے کام کو مقدم جانا اور اس سلسلے میں سفارشات پیش کی گئیں جنہیں بورڈ نے منظور کیا اور لغت کا ابتدائی خاکہ تیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بورڈ نے ایک ضمیمہ بطور نمونہ لغات اردو شائع کیا جو اس کا نقشِ اول تھا۔ اس سے پہلے ایک نمونہ صرف حرف "الف" کے متعلق لکھا جو مئی ۱۹۶۰ء میں ماہ نو میں شائع ہوا اور اس پر قدرت نقوی نے تبصرہ کیا جو ماہ نو ہی کے شمارہ اگست ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔۱۹

محمد احسن خان نے ایک مصاحبے میں بتایا کہ یہ نمونہ شان الحق حقی نے اپنے طور پر تحریر کیا تھا جس میں ادارہ کی مشاورت شامل نہ تھی۔ اس لئے اس پر بہت سے اعتراضات کیے گئے اور پھر باقاعدہ طور پر مکمل تحقیق کے بعد ادارے کی طرف سے ایک نمونہ "الف" جزو (الف) از اب تا اتفاق (منتخب الفاظ) اور جزو (ب) از اصابت تا اصیل (مسلسل و مکمل) کے الفاظ پر مشتمل شائع کیا گیا جسے باقاعدہ تحقیق و تنقید کیلئے پیش کیا گیا تاکہ مختلف اہل الرائے کی طرف سے مزید بہتر بنانے کی تجاویز اکٹھی کی جا سکیں اور اس کے مطابق مستند حوالوں سے شامل کیا جا سکے۔۲۰

یہ نمونہ پہلی دفعہ "اردو نامہ" کے شمارہ نمبر چھ (۶) کے ساتھ الگ نمونہ لغات اردو مرتبہ ترقی اردو بورڈ کراچی ۱۹۶۱ء میں شائع کیا گیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ تمام اہل الرائے اس پر تنقیدی نقطہ نظر سے اپنی آراء پیش کر سکیں۔ انہوں نے اس نمونہ میں لکھا ہے:

> یہ نمونہ صرف لغت کی تشریح و ترتیب کا نمونہ ہے اور حدود و نوعیت کار کو ظاہر کرتا ہے۔ اسے طباعت کا نمونہ خیال نہ کیا جائے۔ چونکہ اس نمونے کو بہت سے اہل الرائے اصحاب کے تفصیلی ملاحظے اور تبصرے کیلئے پیش کرنا مقصود تھا، اس لئے متن میں خاص طور پر جلی اور روشن ٹائپ استعمال کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو اس کے مسلسل اور مفصل مطالعے میں زحمت نہ ہو۔ اصل لغت کیلئے مناسب ٹائپ خاص طور پر ڈھلوانے ہوں گے۔"۲۱

اس نمونے میں اصول لغت بھی واضح کیے گئے تاکہ بتایا جا سکے کہ کن اصولوں کی روشنی میں بورڈ لغت کی تالیف سرانجام دے گا۔ جن کا خلاصہ کچھ یوں درج کیا گیا ہے:

۱۔ اردو کے تمام متداول، متروک یا نادر الاستعمال مفرد یا مرکب الفاظ، اصطلاحات، محاورات، نیز امثال (جو عام بول چال میں مستعمل ہیں) مجوزہ لغت میں شامل کئے جائیں گے۔

۲۔ لغت چونکہ اردو زبان کی ہے لہٰذا اس میں صرف ایسے الفاظ شامل ہونے چاہئیں جو مستعمل رہے ہیں۔ اجنبی اور غیر مستند الفاظ خارج ہوں گے۔

۳۔ جو الفاظ اہل حرفت یا اہل فن کے مخصوص گروہ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی رسائی سے باہر ہوں، وہ خارج رکھے جائیں۔

۴۔ الفاظ میں جو لفظی اور اعرابی تغیرات و تصرفات ہوئے ہیں اور جنہیں مستند اہل لغت اور اہل زبان نے قبول کرلیا ہے، ان کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے گا اور ہر لفظ کی موجودہ یا آخری رائج شکل کو بنیادی لفظ کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔

۵۔ ہر لفظ پر مفصل علامات لگائی جائیں گی اور اس کے ساتھ اعراب ملفوظی بھی درج ہوں گے جن میں تمام حروف کی حرکت واضح کی جائے گی۔ لیکن چونکہ الفاظ کی حرکت کلمے کے درمیان یا آخری عموماً بذات خود واضح ہوتی ہے، لہٰذا اسی صورت میں الف پر فتحہ لگانا زائد اور بے سود ہوگا

۶۔ ہر لفظ کی حرفی حیثیت واضح کی جائے گی۔

۷۔ بنیادی لفظ لکھ کر حسب ضرورت اس کی تذکیر و تانیث کی وضاحت ہوگی۔

۸۔ ہر کلمے کی تاریخ دی جائے گی۔ اس مقصد کیلئے اردو ادب کے حسب ذیل تین دور بنا دیئے گئے ہیں:

دور اول: از ابتدا تا ۱۷۰۰ء

دور دوم: از ۱۷۰۱ء تا ۱۸۵۷ء

دور سوم از ۱۸۵۸ء تا ۱۹۵۷ء

۹۔ اگر کوئی لفظ ایک دور کی ابتدا سے لے کر آخر تک دستیاب ہو جاتا ہے تو ہر دور کی

ایک مثال کافی ہے۔ لیکن اگر معنی مختلف ہو جائیں تو ایک سے زیادہ مثالیں دی جائیں۔ دور اول میں ابتدائی زمانے کی اور دوم وسوم میں زمانہ آخر کی مثال قابل ترجیح ہوگی۔

۱۰۔ حتی المقدور ہر لفظ اور معنی کی سند دی جائے گی، لیکن جہاں سند موجود نہ ہو وہاں مرتبین اپنی طرف سے مثال دے کر معنی یا محل استعمال کو واضح کر سکتے ہیں۔

۱۱۔ لفظ کے ماخذ اور اصل زبان میں اس کی لفظی و معنوی حیثیت پوری طرح واضح کی جائے گی۔

۱۲۔ تلفظ اور املا میں تغیر و تصرف کی مختصر تاریخ حسب ضرورت مع حوالہ بیان ہوگی۔

۱۳۔ ایسے مفرد الفاظ جو دراصل مرکبات ہیں، ان کا تجزیہ ہوگا۔

۱۴۔ بنیادی لفظ کے رائج معنی اور دوسرے معانی بیان کیے جائیں گے اور حسب ضرورت اشکال و تصاویر معانی کی وضاحت کی جائے گی۔

۱۵۔ بنیادی لفظ کے لغوی، مجازی اور اصطلاحی معانی اور ان کی تدریجی تبدیلیوں کا بیان حتی المقدور مع سند ہوگا۔

۱۶۔ سادہ مرکبات اور طویل مرکبات درج کیے جائیں گے۔ لاحقوں سے بننے والے مرکبات کی صرف تشریح ہوگی اور سابقوں سے بننے والے مرکبات کی طرف اشارہ ہوگا اور وہ اپنی ردیف میں درج ہوں گے۔

۱۷۔ روزمرہ، محاورہ، امثال، علی الترتیب مع اسناد لکھے جائیں گے۔

۱۸۔ مولوی عبدالحق صاحب کی ''قواعد اردو'' میں دیے ہوئے اوقاف و رموز کی پابندی کی جائے گی۔

۱۹۔ الفاظ کو باہم ملا کر نہ لکھا جائے (م: لے کر، لیکر) نیز یہ کہ کسی لفظ کو بے ضرورت دو یا زائد ٹکڑوں میں لکھنے کی ضرورت نہیں (م: کام یاب)

۲۰۔ ہر لفظ کے تحت پہلے اس کا تلفظ و حرفی حیثیت مختلف صورت میں واضح کی جائے

گی۔ اس کے بعد تشریح معانی، تاریخ وارتقاء اور سب سے آخر میں اشتقاق۔

۲۱۔ کتاب کے ساتھ سنہ تالیف اور مصنف کے نام کے ساتھ سنہ وفات درج ہوگا اور صرف عیسوی سنہ دیئے جائیں گے۔ ۲۲

ان تمام اصول و ضوابط کی روشنی میں لغت کا اصل مسودہ تیار کیا جائے گا۔ نمونہ لغات اردو میں علامات و تلخیصات بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ جزو (الف) اب تا اشتقاق (منتخب الفاظ) اور جزو (ب) ازا صابت تا اصیل (مسلسل و مکمل) اور آخر میں ان تمام مصنفین اور کتابوں کے نام درج ہیں جن کے حوالے نمونہ لغت میں موجود ہیں۔

اس نمونے کی روشنی میں سید قدرت نقوی نے ایک مضمون ''گنجینہ معنی کا طلسم'' کے عنوان سے تحریر کیا، جس میں نمونہ لغات اردو کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا۔ یہ مضمون ماہ نو، کراچی سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا جس کا مقصد ادارہ کو اس اہم تالیف کے معیاری و مستند بنانے میں مدد دینا تھا۔ جہاں انہوں نے اس ''نمونہ لغات اردو'' کو سراہا ہے وہاں کچھ مسائل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ مثلاً مضمون کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

> ''اس نمونہ کی اشاعت اجتماعی اشتراک عمل کی ایک نہایت مستحسن صورت ہے اور جس جذبہ سے اس کو پیش کیا گیا ہے اس سے کام لیتے ہوئے ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے معروضات کی شکل میں نہایت خلوص سے اپنی خدمات پیش کریں اور اس قومی کام میں انتہائی ذوق وشوق سے حصہ لیں۔'' ۲۳

اسی جذبہ کے تحت انہوں نے ''نمونہ لغات اردو'' پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے تاکہ وہ اپنی علمی بصارت کے تحت ادارے کی توجہ ان امور کی طرف دلا سکیں جو ادارہ کی طرف سے دانستہ یا نادانستہ طور پر رہ گئی ہوں۔ یا ابتدائی سطح پر کام کرتے ہوئے نظر سے نہ گزری ہوں۔ سید قدرت نقوی نے لفظ ''اب'' کے معنی اور مثال کے حوالے سے چند تجاویز دیں جو کہ معنی نمبر کے حساب سے الگ ہیں جس کی تفصیل کیلئے مضمون دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک اور مثال لفظ ''ابتر'' کی ہے اس کے ساتھ ''ابتری'' نہیں دیا گیا جس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

ابتری: ابتر ہی کے ذیل میں ابتری کو بھی بیان کرنا چاہئے جیسے ابد کے ساتھ
ابدی کو بیان کیا گیا ہے۔ ابتری کو بدنظمی، بے ترتیبی اور انتشار کے معنی میں
استعمال کیا جاتا ہے: "اس خبر سے سارے ملک میں ابتری پھیل گئی، مقرر نے
جب یہ بات کہی، جلسہ میں ایسی ابتری پھیلی کہ بلوہ ہوتے ہوتے بچ گیا۔"
نوجواں میں ابتری تھی کہیں، برہمی کہیں (انیس)
کبھی کبھی مفلسی و ناداری کے معنی بھی لے لئے جاتے ہیں: "بیچارا آج کل بڑی
ابتری کی حالت میں زندگی بسر کر رہا ہے" ۲۳

اس طرح نمونہ لغات اردو پر تنقید کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا جس میں ابتدائی سطح پر کم لوگوں نے حصہ لیا لیکن آہستہ آہستہ ناقدین کی تعداد بڑھنے لگی جو تحقیق و تنقید دونوں سے لفظوں کی وضاحت کرتے تھے۔ یہ لوگ ادارہ کے باقاعدہ مقرر کردہ نہ تھے بلکہ اپنے ذوقِ علمی کی خاطر اس کام کو سرانجام دیتے۔

اردو نامہ کراچی ۱۹۶۱ء شمارہ نمبر ۶ میں ڈاکٹر شوکت سبزواری نے "ہمارے ناقد" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں اس وقت کے تمام ناقدین کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے اور جن لوگوں نے "نمونہ لغات اردو" پر تنقید کی ہے ان کا نام لینے کی بجائے موصوف کا صیغہ استعمال کیا ہے تاکہ نام ان لوگوں تک ہی محدود رہیں اور اس پر تنقید کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔ ایک اہل الرائے کی بات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ایک صاحب نے "ابھی" کے اشتقاق پر اعتراض کیا ہے۔ اگر "ابھی" اب ہی تھا تو پھر "کس ہی" کسی ہونا چاہئے، کسی کیونکر ہوا۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ "کسی" کی "ہ" تخفیف ہو گئی۔ خصوصیت کے ساتھ "اسی" اور "کسی" میں "ہ" کی تخفیف کی وجہ سے "س" ہے جو صفیریہ (Sibilant) ہے۔ صفیریہ اور ہائیہ (Aspirate) کا اجتماع زبانوں پر ثقیل تھا اس لئے "س" اور "ہ" کا خلط نہ ہو سکا اور "ہ" ہو گئی۔" ۲۵

اردو نامہ ۱۹۶۱ء شمارہ نمبر ۶ ہی میں ایک اور مضمون نسیم امروہوی کا شائع ہوا جس کا عنوان ''نمونہ لغات کی تنقیدوں پر ایک نظر'' ہے۔ اس میں انہوں نے بھی نام لے کر نہیں بلکہ مصلحت کے تحت موصوف اور صاحب کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد لغت ''اردو نامہ'' میں بالاقساط شائع ہونا شروع ہوا تو مختلف اہل الرائے نے مراسلات کے ذریعے ان میں موجود مختلف مسائل کی طرف توجہ دلانا شروع کی اور یہ سب مراسلات ''اردو نامہ'' میں شائع بھی ہوتے رہے۔ پھر باقاعدہ مضامین بھی لکھے جاتے رہے جو مسلسل ''اردو نامہ'' میں چھپ کر سامنے آتے رہے۔ بے شمار لوگوں نے مراسلات ومضامین کے ذریعے تنقیدی آرا پیش کیں۔ کچھ باتوں سے ادارے نے اختلاف کیا اور کچھ مانی گئیں اور اختلاف کیلئے حواشی کے ذرائع مضمون کے آخر میں شائع کر کے تبصرہ نگاروں کے مشوروں کا جواب دیا۔ اردو نامہ شمارہ نمبر ۲۸ اور اس کے بعد مزید اقساط میں وارث سرہندی صاحب کا مضمون شامل ہے جو پہلے مراسلات کے ذریعے تنقید کرتے رہے اور پھر باقاعدہ مضمون لکھا جس کا جواب مراسلے کے ذریعے ممکن نہ تھا۔ ان کی اس کڑی تنقید کو ''اردو نامہ'' میں شامل تو کیا گیا مگر طوالتِ مضمون کی وجہ سے مکمل شائع نہ کیا۔ وارث سرہندی نے اس کے جواب میں مزید تنقید کی۔ جواب دیا گیا مگر اسے ادارہ نے ''اردو نامہ'' میں چھاپنے سے انکار کر دیا۔ جسے بعد میں انہوں نے ''فنون'' کے نومبر دسمبر ۱۹۶۹ء کے شمارہ لاہور سے شائع کیا۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

> ''غالباً ۱۹۵۸ء میں حکومت پاکستان نے کراچی میں ایک ادارہ ترقی اردو بورڈ کے نام سے قائم کیا تھا اور اس کو یہ خدمت تفویض کی گئی تھی کہ اردو کی ایک جامع و مستند لغت ترتیب دے کر شائع کرے، جس میں ہر لفظ کی سند بالالتزام پیش کی جائے۔ چنانچہ یہ ادارہ ترتیب لغت کے اہم کام میں مشغول ہے۔ اس ادارہ سے ایک سہ ماہی مجلہ ''اردو نامہ'' کے نام سے نکلتا ہے جس میں دیگر مضامین کے علاوہ زیر بحث لغت کے اجزاء بھی بالاقساط باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں۔ یہ مجلہ آغاز اجرا سے میرے زیر مطالعہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں شائع ہونے والے اجزاء بھی باقاعدگی سے میری نظر سے گزرتے رہے ہیں۔ کسی زبان کیلئے ایک جامع اور مستند لغت کی جو اہمیت ہے وہ اہل نظر سے

متحمل نہیں ہے۔ اتنے بڑے کام روز روز نہیں ہوتے اس لیے ایسی اہم لغت کا ہر قسم کے اسقام سے پاک ہونا نہایت ضروری ہے ورنہ یہ آئندہ نسلوں کیلئے گمراہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اسی خیال سے میں نے ان اجزائے لغت کا غور سے مطالعہ کیا تو ان میں مختلف قسم کے اسقام نظر آئے۔ میں نے ان کو ایک مضمون کی صورت دے کر ادارہ کو "اردو نامہ" میں اشاعت کیلئے بھیج دیا تاکہ دوسرے قارئین بھی اس طرف متوجہ ہوں۔ اگرچہ ادارہ کی بھی کوشش رہی ہے کہ مضامین شائع نہ ہوں اور خط و کتابت سے ہی اختلافی امور کا تصفیہ کرلیا جائے مگر بحث طویل ہوتی گئی۔ خط و کتابت جس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ مجبوراً ادارہ کو میرا مضمون شائع کرنا پڑا اور میرا یہ مضمون مسلسل "اردو نامہ" شمارہ نمبر ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ میں "اجزائے لغت پر تنقید" اور "اجزائے لغت پر تبصرہ" کے عنوان سے شائع ہوا۔ ادارہ نے میرے اکثر اعتراضات کو درست تسلیم کرلیا۔ لیکن بعض الفاظ کے متعلق اپنے اختلافی حواشی بھی درج کئے ہیں جن سے مجھے اتفاق نہیں ہے اور میرے رائے میں یہ حواشی گمراہ کن ہیں اور قارئین ان سے غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ان کا جواب علم و تحقیق کی روشنی میں دینا ضروری ہے تاکہ اختلافی امور کے تمام پہلو واضح ہو سکیں اور صحیح صورت حال نکھر کر سامنے آسکے۔ اگرچہ ان جوابات کی اشاعت بھی "اردو نامہ" ہی میں مناسب تھی لیکن بعض ان کو بوجوہ شائع کرنے پر آمادہ نہیں۔"[۲۶]

اس مضمون میں انھوں نے حواشی کے ذریعے کیے جانے والے اعتراضات کا بھرپور جواب دیا۔ اس کے بعد بہت سے بیرونی حضرات نے لغت میں درج حوالہ جات کی نشاندہی اپنے مراسلات کے ذریعے سے کی۔ ان میں محمد احسن خان اور نسیم الرحمٰن کے نام نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ محمد احسن خان آخری جلد تک ان کی رہنمائی کرنے والوں میں شامل رہے اور ان کے مراسلات بھی "اردو نامہ" میں چھپتے رہے۔ گو کہ وہ ان مراسلات کی اشاعت سے بہت پہلے ان کے ساتھ تعلقات ختم ہو گئے تھے۔ ان اعتراضات کے جواب بھی اختلافی حواشی کے ذریعے دیے اور بہت ہی کم ایسا ہوتا کہ کسی بات سے اختلاف ہو یا ان کا مراسلہ چھپنے سے پہلے از خود درست کر دیا

گیا ہو، کا بھی جواب دیجئے۔

ان تمام مضامین اور ان کے جواب میں شائع ہونے والے اختلافی حواشی جو ادارہ کی طرف سے شائع ہوئے، ان کی روشنی میں بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی تیاری کن کٹھن مراحل سے گزری۔ ان کا تفصیلی جائزہ ایک باب میں ممکن نہیں۔ اس لئے ان کی تفصیل کیلئے ان رسائل و جرائد کو دیکھا جا سکتا ہے۔ جس کی روشنی میں اردو لغت کی پہلی جلد کی اشاعت ۱۹۷۷ء میں ممکن ہو سکی۔ یہ جلد "الف مقصورہ" پر مشتمل ہے اور جلد دوم ۱۹۷۹ء میں چھپی جو "الف ممدودہ" پر مشتمل ہے۔ اس لغت کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں حروف تہجی کی ترتیب باقی تمام لغات کی نسبت درست ہے۔ سابقہ لغات میں ان باتوں کا اہتمام نہیں کیا گیا کہ الف مقصورہ پہلے آنی چاہئے یا ممدودہ۔ یہاں تک کہ وارث سرہندی صاحب جنہوں نے اردو لغت پر بہت سے تنقیدی مضامین لکھے، ان کی اپنی تالیف کردہ "علمی اردو لغت" میں الف ممدودہ پہلے اور مقصورہ بعد میں ہے۔ حالانکہ یہ لغت سابقہ تمام لغات سے بہتر گردانی جاتی ہے مگر حروف تہجی کی ترتیب کے حوالے سے کچھ مسائل کا شکار نظر آتی ہے۔

۱۹۸۱ء میں اردو لغت تاریخی اصول پر کی تیسری جلد شائع ہوئی جو (بھ تا پریا) تک ہے۔ اس کے بعد ۱۹۸۲ء میں چوتھی جلد (پڑ تا تحریا) تک، پانچویں جلد (تحریری تا ٹھیٹر) تک ۱۹۸۳ء میں اور جلد ششم (ٹ تا جہاں گرد) ۱۹۸۴ء میں، جلد ہفتم (جہاں گردی (ج) تا چھ) تک، ۱۹۸۶ء میں، جلد ہشم (ح، خ، د، دا) ۱۹۸۷ء میں، جلد نہم (دا تا دھ، دھنک نکلنا) تک ۱۹۸۸ء میں، جلد دہم (دھنک ڈ، ڈھ۔ رتا ریبو) تک جنوری ۱۹۹۰ء میں، جلد یازدہم (رھ، ڑ، ڑھ، ز، ژ، س، سن) تک مئی ۱۹۹۰ء میں، جلد دوازدہم (سن، ش، ص، تا صیہونیت) تک جنوری ۱۹۹۱ء میں، جلد سیزدہم (ض، ط، ظ، ع، غ، ف، تا فگر) تک جون ۱۹۹۱ء میں، جلد چہاردہم (فگرا، ق، ک تا کشمیرن) تک جنوری ۱۹۹۲ء میں، جلد پانزدہم (کشمیری، کو، گ، گرگراتا) تک جون ۱۹۹۳ء میں، جلد شانزدہم (گرگر بذیا، سرسگیان، گھوتا لوگڑا) تک جون ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی۔ سولہ جلدیں بیسویں صدی کے اختتام تک مکمل چھپ کر سامنے آئیں اور اکیسویں صدی میں مزید جو لغات شائع ہوئے ان میں جلد ہفت دہم (لوکن تا لحسینا، م تا مستزادو) پر مشتمل دسمبر ۲۰۰۰ء میں، جلد ہژدہم (مستعاد تا منہ بے) پر مشتمل جون

۲۰۰۳ء میں، جلد نوزدہم (منہا تا نشاپور) پر مشتمل ۲۰۰۳ء میں، جلد بستم (نشاط تا نحو) پر مشتمل جون ۲۰۰۵ء میں اور جلد بست و یکم (و تا ہزار ہا) پر مشتمل مارچ ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی اور جلد بست و دوم (ہزاری تا یکی) پر مشتمل ۲۰۱۰ء میں شائع ہو کر یہ منصوبہ مکمل ہوا۔ بائیسویں جلد کی ابتدا میں "ایک عظیم خواب کی تعبیر" کے عنوان میں اسناد کے حوالے سے جن بیرونی ماہرین کا شکریہ ادا کیا گیا ہے ان میں ڈاکٹر اسلم فرخی، ڈاکٹر حافظ صفوان محمد چوہان، ڈاکٹر رؤف پاریکھ، جناب احسن خاں اور ڈاکٹر یونس حسنی شامل ہیں۔ اس حوالے سے نگران مدیر فرحت فاطمہ رضوی لکھتی ہیں۔

> "بائیسویں جلد کے مسودوں کا جائزہ لیا اور اپنے معاونین کی مدد سے ان مسودوں پر فوری کام شروع کرایا اور ساتھ ساتھ بائیسویں جلد کی طباعت بھی شروع کروادی اسی دوران بورڈ میں بڑی تبدیلی آئی .... میں یہاں ڈاکٹر رؤف پاریکھ صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود لغت کے کام میں انتہائی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پوری جلد کی تیاری میں ہر موقع اور ہر مقام پر میری پوری مدد اور رہنمائی فرمائی۔ بائیسویں اور آخری جلد کے ابتدائی مسودوں پر نظر ثانی کرتے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب نے حتمی مسودوں کی تیاری میں بھی پوری اعانت کی جو نہایت قابل تحسین ہے .... احسن خان صاحب کا بھی تہہ دل سے شکریہ واجب ہے ان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ لغت کی اشاعت اور نظر ثانی میں اس وقت سے دلچسپی لے رہے ہیں جب اس کی باقاعدہ اشاعت عمل میں نہ آئی تھی اور یہ بورڈ کے رسالے "اردو نامہ" میں قسط وار شائع ہو رہی تھی۔ محمد احسن خان صاحب اس وقت سے آخری جلد تک لغت کی تصحیح و تنقیح اور اسناد کی تلاش میں ہماری مدد کرتے رہے ہیں اور یہ غالباً اپنی نوعیت کی واحد مثال ہے۔ جناب حافظ صفوان صاحب نے اگرچہ لغت کے مسودے پر نظر ثانی نہیں کی لیکن اسناد کی تلاش اور فراہمی میں بہت مدد کی اور بعض اسناد صرف ان کے بروقت بھیجنے کی وجہ سے لغت میں شامل کی گئیں۔" ۲۷

لغت کی تدوین کا کام شروع ہوا تو ابتدائی طور پر بورڈ کے عملہ نے اسناد اور الفاظ اکٹھے کرنا شروع کر

دیے جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان ہوا ہے کہ ان تمام الفاظ اور اسناد کو "اردو نامہ" میں شائع کرنا شروع کر دیا اور بیرونی حضرات بھی اسی کام میں شریک ہوئے تو بورڈ کے ارکان ان کی فراہم کردہ اسناد سے اتفاق اور اختلاف کرتے رہے۔ یہ لغت تاریخی اصول پر تیار کرنا مقصود تھا اس لئے معنی کی وضاحت کیلئے تاریخی ترتیب کو بنیاد بنایا گیا اور تمام ذخیرہ ادب کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کی "لغت کبیر اردو" کو "اردو لغت تو کسی تاریخی اصول پر" کی ابتدائی شکل کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے بہت حد تک اس میں اصول وضع کر دیے تھے۔ جنہیں اس لغت میں بنیاد بنایا گیا۔ جہاں انہوں نے "لغت کبیر اردو" کو بنیاد کے طور پر استعمال کیا وہاں سابقہ لغات کے اندراجات سے بھی مدد لی گئی اور ان میں پائی جانے والی خامیاں بھی شامل لغت ہو گئیں جو ان لغات میں سند کے بغیر موجود تھیں۔ شمس الرحمان فاروقی نے اپنے مضمون "اردو لغت اور لغت نگاری" میں اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "قدیم لغت میں "آصفیہ" اور "نور" دونوں جگہ بے اصولے پن سے کام لیتے ہیں۔ ارباب "لغت" نے اصول قائم کئے ہیں، لیکن ان کے اصول "آصفیہ" اور "نور" کے بے اصولے پن سے بہتر ہیں...... انہوں نے اردو کے تمام متداول اور نادر الفاظ شامل کئے ہیں، وہ الفاظ بھی شامل کئے ہیں جو دوسری زبانوں سے آئے ہیں، لیکن رائج تھے یا رائج ہیں یا کم سے کم دو مصنفوں نے استعمال کئے ہیں۔ ماخذ میں اردو کے علاوہ دوسری زبانوں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔ (چنانچہ بعض الفاظ کی سند ابوالفضل وغیرہ سے دی گئی ہے) اس کارروائی کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ ایں چہ بوالعجبیست اگر اردو کا لفظ ہے، تو اردو میں کہیں تو استعمال ہوگا، اگر نہیں تو اس کا اردو ہونا مشکوک ہے۔ یہ تو یوں ہوا کہ انگریزی کے لغت میں لفظ "غزل" درج کیا جائے اور سند دی جائے کسی ایسے مصنف کی جس نے غزل پر انگریزی میں مضمون لکھا ہو۔" [۲۸]

جہاں اس طرح کے مسائل نظر آتے ہیں وہیں اس میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں۔ ترتیب کے حوالے سے یہ لغت سابقہ تمام لغات کی نسبت زیادہ اہمیت کی حامل ہے اور ان تمام لوگوں کی محنت اس میں جھلکتی ہے جو شروع سے لے کر اب تک اس میں شامل رہے ہیں۔ اتنے بڑے اور عمدہ منصوبے کو کس قدر محنت اور ہمت سے تکمیل کے مراحل تک پہنچایا جا رہا ہے، اس کا اندازہ اس کی جامعیت سے

اور انفرادیت سے لگایا جا سکتا ہے۔

تلفظ کے حوالے سے جہاں پہلے اعراب لگا کر الفاظ واضح کئے گئے ہیں وہاں تو قوسین میں توضیحی طریقہ کار کی مدد سے طے کردہ تلفظات کی وضاحت کر دی گئی ہے:

(۱) اِستِحصال) ۔س ا، س ک س، ک س ح ت، س ک) ۲۹

یعنی الف کے نیچے زیر (کسرہ) پھر اس پر جزم ہے پھر ت کے نیچے زیر (کسرہ) ح پر بھی جزم ہے اور ص کے بعد الف ہے تو اسے اعراب سے واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے انہیں ویسے ہی رہنے دیا گیا ہے۔ ایک طرف تو یہ طریقہ درست ہے کہ اصل لفظ پر اعراب لگا دیئے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والا آسانی سے سمجھ سکے مگر دوسری طرف تلفظ کی وضاحت کا طریقہ کار بہت مشکل بنا دیا گیا ہے جو کہ جدید طریق کار سے مطابقت نہیں رکھتا۔ عربی، فارسی سمجھنے والے تو با آسانی اسے سمجھ لیتے ہیں مگر عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

اندراجات کے مسائل کے حوالے سے اور تلفظ کے چند مسائل کے حوالے سے قطع نظر یہ لغت اندراجات کی معنوی وضاحت کے لحاظ سے بھی اردو کا ایک زبردست سرمایہ ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس میں قدیم اور جدید دونوں حوالوں سے وضاحت درج کی گئی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ جس دور میں کوئی لفظ معنی کے لحاظ سے پہلے سے موجود معنی کی نسبت مختلف انداز میں لکھا گیا اس کی معلومات بھی اس لغت کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔

ساخت کی ترتیب کا لحاظ بہت حد تک رکھا گیا ہے۔ یعنی اصل لفظ، پھر اس کا تلفظ، اس کے بعد تاریخی اعتبار سے معنی کی ترتیب اور آخر میں لسانی ماخذ (Etymology) کا اندراج کیا گیا ہے۔ کیونکہ عام لغت استعمال کرنے والے حضرات کو سب سے زیادہ اصل اور اس کے معنی و مفاہیم سے واسطہ پڑتا ہے، باقی معلومات محققین کیلئے زیادہ ضروری تصور کی جاتی ہیں۔

نمونہ لغات اردو میں انہوں نے چند ایسے الفاظ جن کا تصویر کے ذریعے سمجھنا ضروری تھا، کو تصویر سے واضح کیا گیا ہے مگر اسے لغت کی ترتیب و تدوین کرتے ہوئے نہیں نبھایا گیا اور اسے لغت میں شامل نہیں کیا گیا۔ معنی اور اسناد کے حوالے سے بہتری آئی اور نمونے کی نسبت مفصل انداز میں

وضاحت کی گئی ہے۔ "نمونہ لغات اردو" اور "اردو لغت تاریخی اصول پر" میں درج ایک لفظ مثال کیلئے پیش کیا جاتا ہے جس کی کمی لغت میں محسوس ہوئی۔ یہ لفظ جلد اول میں صفحہ نمبر ۵۳۰ پر درج ہے۔

فارس کا ایک شہر، جو شمال شیراز میں واقع اور کیانی حکمرانوں کا پایۂ تخت تھا، اوائل اسلام تک باقی رہا۔

اصطخر کے معنی ہیں معتزلہ اور ترک کے ہیں

گرا دے جب تری تکبیر قلعہ اصطخر
تو کیا عجب ہے کہ کلمہ پڑھیں جان چکل

۱۸۵۱ مومن، قصائد، ۴۸

[ف : استخر ۔ اوستا : ستخر = قوی، مضبوط، سخت]

اُسطُرلاب (ضم ا، سکن س، ضم ط، سکن ر)

لذ : نیز اُسْطُرلاب

ستاروں کی حرکات اور مقامات دیکھنے کا ایک برنجی آلہ جس سے اہل ہیئت اور جہاز راں کام لیتے ہیں

(۸ ویں صدی کا ایک عربی اصطرلاب)

اور ستارے معلوم کرنے کے لئے ایک طرف اصطرلاب رکھ دیے۔

۱۸۰۱ داستان امیر حمزہ، ۱۵

تا کرے معلوم اصطرلاب سے اختر شناس
ارتفاع ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام

۱۸۵۴ ذوق، دیوان، ۲۴۳

انہوں نے ایک بہت بڑے قطر کا برنجی کرہ اور برنجی اصطرلاب نہایت عمدہ بنایا تھا۔

۱۹۰۱ حیات جاوید، ۲۶

[معرب از یونانی Astro = ستارہ + Lab = لینا]

(اصطرلاب کا دوسرا رخ)

اِصْطِفا (کس ا، ط) لذ

(۱) [illegible]

برگزیدہ ہونا، منتخب ہونا، نقائص سے پاک و صاف اور فضائل سے آراستہ ہونا

آئینہ حق نما محمد
گنجینہ اصطفا محمد

۱۸۸۲ کلیات نعت، محسن، ۸۶

[ع : اصطفا، مصدر بر وزن افتعال (صفو : ص ف و) = پسند کرنا، انتخاب کرنا]

اِصْطِلاح (کس ا، سکن ص، کس ط) امث

(۱) آپس میں صلاح

۱ - وہ لفظ جس کے کوئی خاص معنی کسی علم یا فن کے ماہروں نے یا کسی جماعت نے مقرر کر لیے ہوں

۱۔ اکیسویں صدی کی لغات:

اردو لغت تاریخی اصول پر بیسویں سے اکیسویں صدی میں داخل ہوئی اس میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں جو پہلی لغات کی نسبت بہتر انداز میں تھیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس پر تنقیدی حوالے سے نظر ثانی کا سلسلہ بیرونی حضرات کے ذریعے سے جاری رہا جو اپنے مفید مشوروں سے بورڈ کو لفظی مسائل سے آگاہ کرتے رہے اور لغت بورڈ کے عہدیداران جو باقاعدہ مقرر کیے گئے تھے، انہیں مزید تحقیق کے بعد شامل کرتے رہے۔ بورڈ کا یہ انداز نہایت صحت مندانہ تھا جو انہوں نے بیرونی حضرات کی مشاورت سے جاری رکھا اس کام میں صرف انہی الفاظ کو درج نہیں کیا جاتا رہا جو دوران تحقیق بورڈ کے سامنے آتے تھے بلکہ بیرونی حضرات کے مشوروں کی روشنی میں ان الفاظ کو مزید تنقید و تحقیق کی بھٹی سے گزار کر درج لغت کیا جاتا تھا جس کی واضح تبدیلی اکیسویں صدی اور بیسویں صدی کی لغات میں جابجا نظر آتی ہے۔ بیرونی ماہرین میں شامل دو حضرات میں محمد سلیم الرحمان اور محمد احسن خان سے راقمہ کی ملاقات ہوئی۔ جن کا ذکر سابقہ سطور میں بھی کیا جا چکا ہے۔ جو تقریباً نصف صدی سے زبان کی خدمت پر معمور ہیں۔ دونوں باقاعدہ اردو لغت بورڈ کے ملازمین نہیں بلکہ اپنے ذوق علمی کی خاطر یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ ایک انٹرویو کے دوران محمد احسن خان کے نام ایک خط راقمہ کے سامنے آیا جسے اردو لغت بورڈ کراچی کے مدیر اعلیٰ جناب رؤف پاریکھ نے ستمبر ۲۰۰۴ء کو تحریر کیا تھا، خط کا پہلا حصہ ذاتی نوعیت کا ہے لہٰذا اس کی یہاں ضرورت نہیں۔ اس خط کا آخری اقتباس پیش خدمت ہے۔

> "آپ کو لغت کا ہر مسودہ بھیجا جاتا ہے۔ آپ کا یہ تاثر درست نہیں کہ صرف نمونے کے چند صفحات آپ کو بھجوائے جاتے ہیں خصوصاً بیسویں جلد کے مسودے کا ہر صفحہ آپ کی نظر سے گزرا ہے اور آپ واحد ایسے سکالر ہیں جن کو میں خاص طور پر کراسہ بھجواتا ہوں کیونکہ لغت سے آپ کی لگن اور خلوص نصف صدی کا قصہ ہے۔ میں تو خیر آپ کا کیا شکریہ ادا کر سکتا ہوں، لیکن لغت کی تاریخ جب لکھی جائے گی تو اس میں آپ کا ذکر سرفہرست ہوگا اور اردو دنیا بھی

آپ کا شکریہ ادا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور مسرت کی دولت سے نوازے۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔"۴۰

خط کے اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر محنت اور لگن سے نہ صرف لغت بورڈ کے اراکین کام کرتے رہے بلکہ مسلسل بیرونی حضرات سے رابطے میں رہے اور ان کی آرا کو بھی مدنظر رکھا جاتا رہا۔ لغت پر کام کرنا اور بالخصوص تاریخی حوالے سے کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا کہ دو چار افراد مل کر اس کام کو سرانجام دے سکیں اس کیلئے ماہرین کی جماعت کی ضرورت ہوتی ہے جو مل کر اسے پورا کرتے ہیں۔ اردو لغت بورڈ نے اس ضرورت کے تحت ماہرین کی ایک بہت بڑی جماعت سے رابطہ قائم کر کے منصوبے کی اصل تیاری کو تکمیل کے مراحل میں پہنچایا۔ جو نہایت قابل ستائش ہے۔

اس طرح یہ لغت بائیس جلدوں میں مکمل ہو گئی ہے اور اس عظیم کارنامے کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہے گا۔ وقت کے ساتھ زبان میں ذخیرہ الفاظ کے اضافے کو بھی سمونے کی کوشش کی گئی ہے اور ابتدائی جلدوں کی نسبت آگے چل کر اس پر واضح تبدیلی نظر آتی ہے۔ حافظ صفوان محمد چوہان اپنے مضمون "اردو لغت (تاریخی اصول پر) بدلتے لسانی تناظر میں چند تجاویز" میں لکھتے ہیں:

"خوشی کی بات ہے کہ کلاں اردو لغت میں گزشتہ نصف صدی میں زبان میں ہونے والی تبدیلیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ پہلی جلد (اشاعت ۱۹۷۷ء) میں اگر انگریزی کا اندراج پانچ صفحوں میں ایک کی اوسط سے ملتا ہے تو اکیسویں جلد میں یہ تناسب تخمیناً پچاس فیصد بڑھ گیا ہے۔"۴۱

مزید اس مضمون میں لکھتے ہیں:

"کلاں اردو لغت کے پہلے ایڈیشن پر کام شروع کرنے والے بیشتر لوگ آج دنیا میں نہیں ہیں۔ دوسری اور تیسری نسل کے ہاتھوں یہ ایڈیشن مکمل ہو رہا ہے۔ کل کی زبان یوں سے دوں ہو گئی ہے۔"۴۲

جب کہ یہ لغت تکمیل کے مراحل میں تھی تو محققین مسلسل اس میں پائی جانے والی خوبیوں اور خامیوں کے حوالے سے تحقیق جاری رکھے ہوئے تھے۔ عبدالرشید اپنے مضمون "اردو لغت (تاریخی

اصول پر) چند معروضات" میں لکھتے ہیں:

"کسی لفظ کی ترکیب یا محاورے کے بارے میں یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ یہ لفظ، ترکیب یا محاورہ اردو کے کسی ایک دور سے مخصوص ہے، نہایت مشکل ہے جبکہ امکان یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے بھی وہ لفظ یا محاورہ مستعمل ہو رہا ہو۔ میں پچھلے دس بارہ سال سے فارسی میں اردو محاورات کے تراجم پر مواد اکٹھا کر رہا ہوں اور اس دوران اچھے خاصے محاورات جمع ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنے کام کے آغاز میں اردو کے کلاسیکی متون سے محاورات تلاش کئے اور بعد میں اردو کی معروف اور کم معروف لغات سے مقابلہ کیا تو ان میں بیشتر ان فرہنگوں میں موجود تھے لیکن بعض محاورے ایسے بھی تھے جو کسی لغت میں درج نہیں تھے۔ آخر میں "اردو لغت تاریخی اصول پر" کے مطالعہ کا موقع ملا اور میں نے اپنے مطالعے میں اردو لغت سے بھرپور استفادہ کیا۔ اگر اردو لغت کا مطالعہ نہ کرتا تو شاید بعض محاوروں تک رسائی بھی ناممکن ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو لغت میں ہزاروں کتابوں سے محاورات اخذ کئے گئے ہیں اور ان میں بہت سے نادر مخطوطات اور کتابیں ایسی ہیں جن کے نام بھی پہلی بار "اردو لغت" کے وسیلے سے معلوم ہوئے جب کہ میں نے چند کتابوں کو اپنے مطالعہ کی بنیاد بنایا تھا اور میرے پاس اس اردو لغت کے مقابلے میں مٹھی بھر کارڈ ہیں۔ لیکن جب اردو لغت سے محاوروں کو نقل کرنا شروع کیا تو حیرت ہوئی کہ بعض محاورے اردو لغت میں درج ہونے سے رہ گئے ہیں اور چند ایسے محاورے بھی تھے جو اردو لغت میں درج مثالوں سے قدیم تر تھے۔ اس مضمون میں ایسے ہی بعض محاورات کی قدیم تر مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان مثالوں کو حتمی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تحقیق کی راہیں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں اور اس میں حرف آخر نام کی کوئی چیز نہیں۔ یہاں اردو لغت سے بطور نمونہ

ایک مثال پیش کی جا رہی ہے۔"

اردو لغت (جلد دوم) آنکھ دکھانا: ف مر؛ = آنکھیں دکھانا

ا۔ معالج سے آنکھ کا معائنہ کرانا، آنکھ اس غرض سے سامنے کرنا کہ مخاطب اسے دیکھے، آنکھ کی نمائش کرنا!

باغ میں اس کو بہت دھیان ہے خوش چشمی کا
آنکھ نرگس کو ذرا اپنی دکھاتے جانا

(۱۸۶۱ء: کلیات اختر، واجد علی شاہ)

مگر عبدالرشید نے ان کی قدیم مثال سے بھی زیادہ قدیم مثال پیش کی ہے جو موجود تھی مگر اسے درج لغت نہیں کیا گیا۔ وہ قدیم ترین مثال میں شاہ حاتم کا شعر پیش کرتے ہیں:

اگر تو آنکھ دکھا دے چمن میں نرگس کو
تو ایک آن میں یک دست یک قلم نہ رہے

حاتم (۱۷۴۳ء) ۳۴ع

اردو لغت تاریخی اصول پر، میں خامیاں ضرور ہیں مگر اس کی خوبیاں اس سے کئی زیادہ ہیں، جس کی وجہ سے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ پاکستان کی طرف سے اردو دنیا کیلئے ایک انمول تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اکیسویں صدی میں چند دوسرے لغات بھی شائع ہوئے جن میں مقتدرہ قومی زبان کی طرف سے "جدید اردو لغت طلبہ کیلئے" مرتبہ اشرف ندیم، ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔ یہ لغت ثانوی سطح کے طلبہ کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے بنایا گیا۔ اس میں وہ تمام الفاظ جو طالب علموں کو دوران مطالعہ سمجھنے کی ضرورت پیش آتی ہے، کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جہاں یہ لغت طالب علموں کی اس ضرورت کو پورا کرے گا وہاں معنی کی وضاحت کے حوالے سے اور اندراجات کے حوالے سے ابھی مزید تحقیق طلب ہے۔ بہت سے الفاظ کے ساتھ ذیلی اندراجات ایسے ہیں جن کا ہونا ضروری تھا۔ دوسرے نمبر پر معنی کی وضاحت کرتے ہوئے بھی عبارت کو قدرے بہتر انداز میں لکھا جا سکتا تھا۔

مثال کے طور پر:

آب حیات: ایک ایسا چشمہ جس کا پانی پینے سے لمبی عمر مل جاتی ہے۔ وہ پانی جو اس چشمے سے ملتا ہے۔ ۳۴ع

اس معنی کے ساتھ اگر ایسا معنی اور لکھ دیا جاتا جس سے مزید وضاحت ہو جاتی اور اسے معنی نمبر ۲ لکھ کر درج لغت کر لیا جاتا۔

آب حیات: وہ پانی جسے پی کر انسان زندہ رہتا ہے تو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور طلبہ کے لیے مزید سہولت کا سامان مہیا کر سکتا تھا۔

اسی طرح راشد حمید اپنے مضمون "جدید اردو کا قضیہ" میں اس لغت پر تبصرہ کرتے ہوئے کچھ جیسے انداز میں لغت کے اصول پر اور اس میں انگریزی الفاظ کی بھرمار پر لکھتے ہیں:

> "یہ نیا اصول اردو کو اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے استعمال کیا گیا۔ مقتدرہ کے اس شاہکار لغت میں بچوں کو یہ بتانے کی قطعاً زحمت نہیں کی گئی کہ یہ لفظ عربی، فارسی یا کسی اور زبان کا ہے۔ شاید یہ کام کر دینے سے بچوں کی لسانی بنیاد مضبوط ہو جاتی اور وہ عربی، فارسی کو زیادہ استعمال کرنے کا رجحان اپناتے۔" ۳۵ع

پھر اسی لغت کو نظر ثانی کے بعد اس کی دوبارہ تدوین کی گئی اور اسے "درسی اردو لغت" کے نام ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔ اس نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں ویسے تو کوئی خاص تبدیلی ترتیب اندراج اور معنی کے حوالے سے نہیں کی گئی البتہ جس چیز کا اضافہ ہوا وہ چند تصویری مطالب ہیں۔ جنھیں طلبہ کے سمجھانے کیلئے واضح کر دیا گیا ہے اور اس کی تصویر بھی دی گئی ہے۔ مگر ایسا بہت کم جگہ ہوا ہے۔

۲۰۰۱ء میں اردو سائنس بورڈ نے ایک لغت "تشریحی لغت" کے نام سے شائع کیا جسے اکرام چغتائی، نذیر حق، محمد اسلم کولسری نے مرتب کیا۔ اس میں الفاظ کے مفاہیم کی تشریح کے انداز میں وضاحت کی ہے۔ یہ لغت کا تجربہ بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔

۲۰۰۳ء میں "لغات روزمرہ" از شمس الرحمٰن فاروقی، انجمن ترقی اردو ہند اور پاکستان میں بھی

جولائی ۲۰۰۳ء ہی میں شائع ہوا۔ اس میں زیادہ تر بحث ان ناپسندیدہ الفاظ، فقروں اور لسانی اختراعات سے ہے جو غیر ضروری طور پر، یا لکھنے بولنے والوں کے غیر ذمہ دارانہ رویے کے باعث ہماری زبان میں دراعماز ہو رہے ہیں۔ علاوہ ازیں، بہت سے لغات کے مختلف فیہ تلفظ یا جنس کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ کچھ اندراجات ایسے ہیں جن کا براہ راست تعلق جدید روزمرہ سے شاید نہ ہو، لیکن جو لسانی یا تاریخی حیثیت سے دلچسپی کے حامل ہیں اور زبان کے طالب علم یا اس کے سنجیدہ استعمال کرنے والے کیلئے سودمند ثابت ہو سکتے ہیں۔ ۳۶

جیسے جیسے زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوگا، اسی طرح لغات کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ جاری رہے گا اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ زبان کی ضرورت کے مطابق لغات کی تدوین کا سلسلہ بھی، جاری رہے گا۔

اکیسویں صدی میں پایہ تکمیل کو پہنچنے والا سب سے بڑا منصوبہ "اردو لغت (تاریخی اصول پر)" جو اپنی بائیسویں جلد کے بعد مکمل ہو گیا۔ اس کی حیثیت ایک عظیم لسانی دستاویز کی ہے جو اردو کے تقریباً تمام لسانی سرمایہ پر محیط ہے کیونکہ اس طرز پر اس سے پہلے کوئی کام نہیں ہوا۔ آگے چل کر اسے جدید تقاضوں سے مزید ہم آہنگ کر دیا گیا اور تمام الفاظ جو وقت کے ساتھ ساتھ زبان کا حصہ بن رہے تھے، کو بھی شامل کیا گیا اس طرح یہ عظیم کارنامہ رہتی دنیا تک قائم اور یادگار رہے گا۔ اگر اس میں تمام جدید الفاظ بھی شامل ہو گئے ہیں جو زبان کا حصہ ہیں تو یہ لغت قدیم اور جدید ہی نہیں بلکہ قدیم ترین اور جدید ترین الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ ثابت ہو گی۔ جس سے ہر مکتبہ فکر کے لوگ اپنی اپنی ضرورت کے تحت استفادہ کر سکیں گے۔

حواشی

۱۔ اسٹینڈرڈ اردو ڈکشنری، محمد باقر، آغا، کتاب منزل لاہور، ۱۹۴۹ء

۲۔ فرہنگ اثر، دیباچہ، اثر لکھنوی، ۱۹۶۱ء

۳۔ فرہنگ اثر، دیباچہ، اثر لکھنوی، ص ۵۰-۵۱

۴۔ لکھنو کے چند الفاظ اور محاورے، اثر لکھنوی، رسالہ نیا دور، لکھنو ۱۹۶۲ء مشمولہ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی ڈاکٹر، ص ۱۲۰

۵۔ مہذب اللغات، مہذب لکھنوی، نظامی پریس لکھنو، ۱۹۶۱ء

۶۔ مہذب اللغات (قسط اول) پر ایک سرسری نظر، از ایک واقف کار، مشمولہ اردو ادب، نمبر ۳، دسمبر ۱۹۵۶ء، ص ۲۷، مزید تفصیل کیلئے مضمون دیکھئے۔

۷۔ قول فیصل سے مراد کسی خاص لغت کے متعلق جو کچھ کہنا ہے وہ کہا گیا ہے۔ کہیں مولف کی رائے پر مشتمل ہے اور کہیں صرف ایک نوٹ کا فائدہ دیتا ہے۔ مشمولہ، مہذب اللغات، جلد اول، ص ۳۰

۸۔ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ص ۱۷۰

۹۔ اردو مترادفات، احسان دانش، ۱۹۷۵ء، ص ۵

۱۰۔ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ص ۴۸

۱۱۔ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ص ۱۹۳

۱۲۔ لغت کبیر اردو، عبدالحق، مولوی، ص ۲۱۹-۲۲۰

۱۳۔ راقمہ کا انٹرویو، محمد احسن خان سے، بمقام نرگس بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور، ۵ نومبر ۲۰۰۷ء

۱۴۔ علمی اردو لغت، وارث سرہندی، ص، ل، م، ن

۱۵۔ قدیم اردو کی لغت، جمیل جالبی، ڈاکٹر، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۳ء

۱۶۔ بچوں کی لغت، خلیق احمد، پروفیسر، ص ۵۹۷

۱۷۔ انجمن اور پس انجمن، انجم الہدیٰ، پروفیسر، مشمولہ قومی زبان، انجمن ترقی اردو کا صد سالہ نمبر (جنوری ۱۹۰۳ء۔ ۲۰۰۳ء) جنوری، فروری ۲۰۰۳ء، جلد نمبر ۷۵، شمارہ: ۱، ص ۸۹۔۹۰

۱۸۔ اردو لغت تاریخی اصول پر، جلد اول، الف مقصورہ، ص الف

۱۹۔ گنجینۂ معنی کا طلسم، قدرت نقوی سید، ماہ نو، نومبر ۱۹۶۱ء کراچی

۲۰۔ راقمہ کا انٹرویو، محمد احسن خان سے، بمقام نرگس بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور، ۵ نومبر ۲۰۰۷ء

۲۱۔ نمونہ لغات اردو، مرتبہ ترقی اردو بورڈ، کراچی، ۱۹۶۱ء

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ گنجینۂ معنی کا طلسم، قدرت نقوی، سید، ماہ نو، نومبر ۱۹۶۱ء کراچی۔

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ ہمارے ناقد، شوکت سبزواری، مشمولہ اردو نامہ کراچی، ۱۹۶۱ء

۲۶۔ تحقیق و تنقیح، وارث سرہندی، مشمولہ فنون، نومبر دسمبر، ۱۹۶۹ء، لاہور، ص ۸۹

۲۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بست و دوم، ص۔ vii

۲۸۔ اردو لغات اور لغت نگاری، مشمولہ تنقیدی افکار، شمس الرحمٰن فاروقی، ص ۲۰۲۔۲۰۳

۲۹۔ اردو لغت تاریخی اصول پر، جلد اول، ص ۴۳۹

۳۰۔ راقمہ کا انٹرویو، محمد احسن خاں، بمقام نرگس بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، ۵ نومبر ۲۰۰۷ء

۳۱۔ اردو لغت (تاریخ اصول پر) بدلتے لسانی تناظر میں چند تجاویز، صفوان محمد چوہان، حافظ، مشمولہ اخبار اردو، نومبر ۲۰۰۷ء، ص ۱۷

۳۲۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) بدلتے لسانی تناظر میں چند تجاویز، صفوان محمد چوہان، حافظ، مشمولہ اخبار اردو، نومبر ۲۰۰۷ء، ص ۷۶

۳۳۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) چند معروضات، عبدالرشید، مشمولہ سہ ماہی اردو ادب، انجمن

ترقی اردو ہند، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۱۲۔۲۲۳، مزید تفصیل کیلئے مضمون دیکھئے۔

۳۴۔ جدید اردو لغت کیلئے، مرتبہ اشرف ندیم، ص ۶۲

۳۵۔ جدید اردو لغت کا قضیہ، راشد حمید، مشمولہ روزنامہ نوائے وقت، اسلام آباد/راولپنڈی، ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۰ء

۳۶۔ لغات روزمرہ، شمس الرحمن فاروقی، حرف آغاز، ص ۱۱

☆☆☆

باب ششم:

اردو لغت انٹرنیٹ پر

زبان کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ہر دور کی ضرورت ٹھہرتا ہے۔ وہی زبان زندہ رہتی ہے جس کی آبیاری ہوتی رہے اور جس میں نئے الفاظ کا ذخیرہ محفوظ کر لیا جائے۔ اس کا بہتر ذریعہ اسے تحریری شکل میں محفوظ کرنا اور آئندہ آنے والی نسلوں تک پہنچانا ہے۔

آج کے جدید دور میں الیکٹرانک میڈیا جس تیزی سے ترقی کر رہا ہے زبان کے ذخیرہ الفاظ میں بھی اسی رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ اضافہ زبان میں وسعت پیدا کرتا ہے اور بین الاقوامی سطح پر رابطے میں سود مند ثابت ہوتا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر مختلف کتب، اشعار اور دیگر معلومات کے علاوہ آن لائن لغات بھی دستیاب ہیں۔ ڈیجیٹل لائبریریز پر بھی کام جاری ہے۔

انگریزی زبان کے لغات یعنی آکسفورڈ ڈکشنری اور ویبسٹر کے علاوہ فیلن اور شیکسپیئر کے لغات بھی انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کئی زبانوں کے آن لائن لغات موجود ہیں۔

پاکستان میں بھی چھوٹے بڑے کئی لغات موجود ہیں مگر وہ معلومات کے حوالے سے کم درجہ ہیں۔ پاکستان کا پہلا مفصل اور جامع لغت "آن لائن اردو لغت" ہے۔ یہ لغت اپنی نوعیت کا پہلا لغت ہے جو عام قاری، محقق اور اس کے ساتھ اردو زبان و ادب کے طلبہ اور اساتذہ کی ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اگر اردو لغات کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس قدر وسیع معلومات کا حامل کوئی لغت نظر نہیں آتا۔ اس لغت کی تیاری کا سہرا نیشنل یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز لاہور کے ذیلی ادارہ "مرکز تحقیقات اردو" کے سر ہے۔

دراصل یہ منصوبہ حکومت پاکستان کی وزارت برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی کا تھا جو ایک ٹینڈر کے ذریعے حاصل کیا گیا۔ اس منصوبے کی تکمیل کے وقت وزارت برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی ایک فعال وزارت تھی جو پاکستان میں اقتصادی ترقی کے حصول کے پھیلاؤ کی کاوش میں سرگرم عمل تھی۔

اکتوبر 2002ء کو وفاقی کابینہ کے ایک فیصلہ کی روشنی میں الیکٹرانک گورنمنٹ ڈائریکٹوریٹ (EGD) کا قیام عمل میں آیا اور حکومت نے (EGD) کو سابق "انفارمیشن ٹیکنالوجی کمیشن" میں خصوصی سیل کا درجہ دیا۔ ان کے ذمہ مختلف منصوبوں کا لائحہ عمل بنانا، ان کی تیاری، نفاذ میں تکنیکی مشورے اور رہنمائی کرنا نیز الیکٹرانک گورنمنٹ کے لیے معیاری سافٹ ویئر اور بنیادی ڈھانچہ فراہم کرنا شامل ہے۔ اس منصوبے پر کام کرنے کیلئے لسانیات کے ماہر، تکنیکی ماہرین اور سوفٹ ویئر انجینئرز پر مشتمل ایک مستقل ادارے کی ضرورت تھی جو اس کام کا جائزہ لے کر اس کی ضروریات کے مطابق کام کر سکے۔ ان تمام ضروریات کو پورا کرنے کیلئے نیشنل یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز لاہور کا انتخاب کیا گیا جس نے اس کام کو بطریق احسن ادا کیا۔

"مرکزی تحقیقات اردو"

Center for Research in Urdu Language Processing

میں تین پراجیکٹس پر کام شروع ہوا ہے۔

۱۔ **Lexicon**

۲۔ **Machine Translation**

۳۔ **Text to Speach System**

Lexicon اردو ڈکشنری سے متعلق تھا۔ مشین ٹرانسلیشن **(Machine Translation)** کا مقصد انگریزی سے اردو ترجمے کی سہولت میسر کرنا تھا۔ ٹیکسٹ ٹو سپیچ **(Text to Speach System)** میں متن کو آواز کے ساتھ سنانا شامل تھا۔

اس باب میں ہمارا موضوع آن لائن اردو لغت ہے لہٰذا ہم **Lexicon** کے متعلق تفصیل سے بات کریں گے۔ "آن لائن اردو لغت" کی ابتدا سے تکمیل تک کے مراحل سے گزرنے کیلئے ایک ٹیم تشکیل دی گئی۔ راقمہ کو بطور ایسوسی ایٹ لنگوسٹک ریسرچ اردو اس منصوبے پر کام کرنے کا اتفاق ہوا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- Project Leader: Dr. Sarmad Hussain

2- Project Archtects: Mr. Bilal Muhammad Hashmi

3- Project Manager: Naveed Akhtar Hussain
Talha Javed
Adeel Rafiq

4- Development Team: Muhammad Awais Anwar
Shakeel Nasir
Tahira Khizar

5- Linguists (Urdu): Abida Batool
Asad Mustafa
Humaira Ashraf
Ishba Riasat
Munawar Iqbal
Qasim Mahmood
Raheela Perveen
Razia Ghafoor
Tehseen Ashraf
Zahid Sarfraz

6- Linguists (English): Uzma Waqar

7- Data Entry Operators: Zubair Bhatti (Team Leader)
Aamir Ali Shah, M.Shehbaz
Muhammad Shafiq
Shah Nawaz, M.Kamran ۲

اس منصوبے کی بنیاد ڈاکٹر سرمد حسین نے رکھی اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں حسب ضرورت دیگر ممبران کو شریک کار کیا گیا۔ ان تمام لوگوں نے لغت کی تکمیل تک اپنی خدمات انجام دیں۔ چند افراد ایسے تھے جو ذاتی مصروفیات کی وجہ سے کام جاری نہ رکھ سکے۔

وفاقی وزارت برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی، حکومت پاکستان کے اس منصوبے پر باقاعدہ کام کا آغاز ہوا تو ابتدائی سطح پر منصوبے کے سربراہ ڈاکٹر سرمد حسین کی سرپرستی میں اس منصوبے کے عہدیداران جناب محمد شفیق الرحمٰن اور جناب بلال محمد ہاشمی نے اس کی ساخت یعنی ابتدائی ڈھانچہ تشکیل دیا اور ساخت کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ لسانی ساخت

۲۔ تکنیکی ساخت

۳۔ مواجہی ساخت

۱۔ لسانی ساخت:

جس طرح ماہر تعمیرات کسی بھی مکان کو بنانے سے پہلے اس کا ڈھانچہ تشکیل دیتے ہیں تاکہ اس کے مطابق ساری عمارت بنائی جا سکے اور اندازہ ہو کہ کتنا وقت اور کتنا پیسہ خرچ ہوگا، جگہ کے مطابق کتنے حصوں میں کیسے تقسیم کیا جائے۔ اسی طرح منصوبے کے ان Architects نے بھی اس کی لسانی ساخت تیار کی۔ اس کی تیاری سے قبل پہلے سے موجود انگریزی زبان میں آن لائن انگریزی ڈکشنریز (Online English Dictionaries) کے ڈیزائن کو مدنظر رکھا گیا۔ کیونکہ اردو زبان کے لغات میں اجزائے کلام کی ترتیب درست نہیں۔ "اردو لغت تاریخی اصول پر" میں بہت حد تک اجزائے کلام اور حرف تہجی کی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے۔ آن لائن اردو لغت کی ساخت کی ہرا کی (Hierarchy ۳) درجہ بندی کرتے ہوئے جن لغات کو مدنظر رکھا گیا ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

A Survey of Online English Dictionaries

1 Online Dictionaries

1.1 American Heritage

www.dictionary.com

www.yourdictionary.com

www.bartleby.com/61/

All above web sites use the online version of The American Heritage(R) Dictionary of the English Language, Fourth Edition as their source. The dictionary covers over 200,000 entries with their pronunciation, definition, and brief etymology. Complete template of word dimensions used by all above dictionaries is show below.

1.2 Merriam-Webster`s Collegiate Dictionary

www.m-w.com

The web site searches English words from The Webster`s Third New International Dictionary: Unabridged, containing 470,000 entries. Complete template of word dimensions used by the dictionary is show below.

1.3 WordNet

www.hyperdictionary.com

www.hyperdic.net

WordNet is a lexicon for English language covering morphological, synactic and semantic details, It covers 118,000 different entries. It needs to be further explored.

1.4 Longman Web Dictionary

www.longman.com/dictionaries/webdictionary.html

Official web site for Longman Dictionary contains over 80,000 words and phrases. Words definition is quite brief and important word dimensions are missing.

1.5 Cambridge Dictionary

Dictionary.cambridge.org

Official web site for cambridge Dictionary contains over 17,000 words, phrases and examples with over 10,000 phrasal verbs and idioms. Words definition is quite brief and important word dimensions are missing.

ان تمام لغات کی ایک جیسی معلومات کو اکٹھا کیا گیا اور پھر اس پر مزید تحقیق و تنقید کی گئی اور اس کام کیلئے مزید فنی و لسانی ماہرین کو شامل کیا گیا جسے Development Team کا نام دیا گیا۔ یہ لوگ نیشنل یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز لاہور کے تعلیم یافتہ تھے جو سافٹ ویئر کے حوالے سے بھی مکمل آگاہی رکھتے تھے۔ ان میں محمد اویس انور، شکیل ناصر، سلطان محمود اور طاہرہ خضر شامل ہیں۔ انہوں نے ماہرین کی زیر نگرانی اس پر کام شروع کیا اور ایک لسانی ڈھانچہ ترتیب دیا جس میں وہ تمام معلومات اکٹھی کرنے کی کوشش کی گئی جو کسی ایک لفظ کے متبادل ہو سکتی تھیں جس طرح ہر لفظ اپنی ساخت اور مفہوم کے لحاظ سے مختلف ہے اسی طرح اس کے اجزائے کلام بھی دوسروں کی نسبت مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ معلومات ایسی ہیں جو ہر لفظ کیلئے ایک طرح کی دی جانی ضروری ہوتی ہیں۔ ترتیب کے حوالے سے رسمی اور غیر رسمی ترتیب کو مدنظر رکھا گیا۔ "آن لائن اردو لغت" کیلئے رسمی ترتیب کو مدنظر رکھنا ضروری تھا۔ کمپیوٹر میں رسمی ترتیب کا ہونا لازمی ہے کیونکہ تحریر شدہ مواد اور کمپیوٹر میں درج مواد کے ذخیرہ کرنے میں فرق ہوتا ہے اس لئے اسے صحیح ترتیب کے ساتھ دیا گیا ہے۔ مستثنیٰ الفاظ رسمی ترتیب سے بغاوت کرتے ہیں۔ اس طرح بہت سے مراحل سے گزر کر انگریزی زبان میں

جو درج ذیل ہے

Headword Entry Structure (for Urdu)

- Reference ID
- Headword
- Homonym Indicator
- Pronunciation*
- Variant Forms*
  - String Literal
  - Pronunciation*
- Parent Entry ID
- Root Language
- Word Type
- Word Label
- Syntactic Category*
  - POS Marker
    - Noun:
      - Gender
      - Number
      - Plural*
        - String Literal
        - Pronunciation*
    - Verb:
      - Inflected Forms*
        - String Literal
        - Pronunciation*
      - Transitive/Intransitive
    - Adjective
      - Degrees*
        - String Literal
        - Pronunciation
  - Meaning*
    - Sense*
      - Labels*
      - Sub-sense*
        - Concise Meaning
        - Detailed Meaning
        - Cross Reference
        - Example*
- Idiom*
  - String Literal
  - Idiom Type
  - Meaning
  - Example*
- Derived Words*
  - String Literal
  - Pronunciation*
  - Variant Forms*
    - String Literal
    - Pronunciation*
  - POS Marker
- Synonym*
- Antonym
- Cross Reference*
- Word Usage

Etymology
Animate/Inanimate

NOTE:

* represents *multiple values*

Details of Headword Entry Features

1. **Reference ID**

   Reference ID is a unique identifier to a word entry in the dictionary.

2. **Headword**

   Every entry opens with a headword (i.e. the word) whose meaning, etymology, history, pronunciation, etc., are the subject of the entry. Headword is a Unicode character based string that spells the word entry. To make efficient searching, headword does not specify any kind of diacritics present in the Urdu word.

3. **Homonym Indicator**

   If two or more headwords have the same spelling and part of speech, but each has a different origin or meaning, the headwords are homonyms. A superscript number distinguishes these after the headword [1].

4. **Diacritics**

   Headword does not include any kind of diacritics. Diacritics are separately stored in an entry that specifies diacritics at corresponding positions in the headword. Pronunciation is not stored in headword entry but in fact will be generated computationally using an algo… This pronunciation will be transcribed in International Phonetic Alphabets (IPA).

5. **Variant Forms**

   A word has variant forms if the word assumes difference in its spellings or in its writing style. If a word has more than one variants, the most frequents variant is treated as headword and all remaining variants would be listed in the Variant Forms entry. Each variant form is composed of Literal String and its possible Pronunciations.

   5.1. **Literal String**

   Literal string is a Unicode character based string that spells a particular variant of the word. It also specifies diacritics present in the word where required.

   5.2. **Pronunciation**

   Each variant form under a headword entry has its one or more pronunciations. These are transcribed using International Phonetic Alphabets (IPA).

6. **Parent Entry ID**

   This field stores the Reference ID of root word of the headword being defined. In other words, a derived word keeps record of its root entry in this field.

7. **Root Language**

   It specifies the language from which the headword has been borrowed or taken.

8. **Word Type**

   This field specifies type of the headword. Possible values of the field would be مرکب، ضرب المثل، روزمرہ، محاورہ، etc. Other fields may depend upon this field.

9. **Word Label**

   Word label specifies that the usage of the headword is uncommon. Possible values … Archaic (applied to words and senses that once were common but are now rare) and Obsolete (applied to words no longer in active use, except, for example, in literary quotations).

10. **Syntactic Category**

    As discussed previously, a headword can assume more than one syntactic category. All senses of meaning of a headword are categorized under its different syntactic category.

    10.1 **POS Marker**

This tag specifies the syntactic category of the headword. Possible values for this field are Noun, Verb and Adjective. Addition values need to be found. Following fields are dependent upon this tag.

Noun: In case the headword under consideration is noun, possible fields to be stored are Gender, Number and Plural of the headword. Urdu has a distinctive characteristic that every noun (animate and inanimate) and adjective has some gender that defines way to use that word. For example, اخبار (newspaper) is treated as masculine while (table) is used as feminine. Number of a word is also stored. Plural is given for a headword given only when its form is irregular.

Verb: In case of verb, irregular inflected forms are given. For example, جانا (to go) has irregular past tenses گیا ((he) went) گئی ((she) went).

Adjective: Comparative and superlative degrees of adjectives are mentioned in this field.

10.2. Meaning

This field defines the headword under consideration. Each headword has one or more senses. Each sense can have one or more sub-senses. The entry structure in the dictionary provides facility to specify illustraive example for any sub-sense.

10.2.1. Sense

A word under a single syntactic category can have more than one meaning. Each different meaning is called a sense of the word. Each sense have one or more sub-senses.

10.2.1.1. Label

- Four types of labels are: Domain, Usage, Frequency and Region.

10.2.1.2. Sub-sense

Sub-sense contain following items:

Concise Meaning
Detailed Meaning
Cross Reference
Example*

11. Idioms

Idiom contain following items:

Idiom Type
String Literal
Meaning
Example*

12. Derived Words

Derived forms contain following items:

String Literal
POS Marker
Pronunciation*
Variant Forms*
String Literal
Pronunciation*

13. Synonym*

This field is cross Reference to another headword entry.

14. Antonym

This field is cross Reference to another headword entry. A word can have at most antonym.

15. Cross Reference

16. Word Usage

17. Etymology

18. Animate/Inanimate

۲۔ تکنیکی ساخت:

لسانی ساخت کو تکنیکی ساخت میں تبدیل کرنے کیلئے انگریزی سے اردو ترجمہ کر کے کاغذ پر منتقل کیا گیا جس پر لغت سے متعلقہ معلومات کو تحریر کرنا تھا۔ اس لئے مختلف قسم کے ٹمپلیٹس (Templets[۳]) بنائے گئے تھے۔ جس سے مراد وہ ڈھانچہ تھا جو لسانی ڈھانچہ ہی کی اردو شکل تھا مگر اسے اردو میں ڈھالتے وقت فرق سے دیکھا گیا۔ مثلاً اجزائے کلام کی ترتیب میں لسانی ساخت کی نسبت کچھ تبدیلی کر دی گئی یعنی ایک دوسرے کے برابر اجزا رکھنے کی بجائے کچھ اس کے سامنے بھی لکھ دیئے گئے۔ اس میں اسم، فعل، حرف، صفت، متعلق فعل، مرکب الفاظ اور محاورات کیلئے الگ الگ ڈھانچہ بنایا گیا جو ان کے معنی اور مفاہیم کے لحاظ سے ضروری تھا۔ کچھ بنیادی باتیں ایک طرح کی ہوتی ہیں جن کا ہونا ضروری ہوتا ہے ان کو ایک طرح سے دیا گیا ہے۔ لسانی ساخت کو تکنیکی ساخت میں تبدیل کرنے کیلئے اردو میں ترجمہ کرنے کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے اور اردو زبان کے حوالے سے کار آمد بنانے کیلئے اردو زبان کے ماہرین کی ضرورت پیش آئی جو اس لسانی ڈھانچہ (جو انگریزی زبان میں بنایا گیا تھا) کو اردو میں ڈھال سکیں۔ اس سلسلے میں اردو زبان کو انگریزی اصطلاحات کے ساتھ سمجھنے اور ترجمہ کرنے کی مکمل معلومات رکھنے والے افراد کی ضرورت محسوس ہوئی تو مختلف یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اساتذہ کرام سے رابطہ کیا گیا جو اس حوالے سے کارگر ثابت ہوں اور اردو زبان کی صرفی و نحوی حوالے سے معلومات رکھتے ہوں۔ ان اساتذہ کرام سے رابطہ کیا گیا مگر وہ اپنی ذاتی مصروفیت کی وجہ سے مکمل توجہ نہیں دے سکتے تھے جبکہ لغت کی تیاری مکمل توجہ اور محنت کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا اساتذہ کے بعد ان ماہرین لسانیات کو تلاش کیا گیا جو اس ضرورت کو پورا کر سکیں۔ اس کام کیلئے یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل ایسے ماہرین جو اردو لغت میں مددگار ہو سکتے تھے ان کا تقرر کیا گیا تاکہ وہ مکمل وقت دے سکیں۔[۵]

اب اس ساخت کے مطابق باقاعدہ کام کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے لغت کیلئے جس چیز کی ضرورت پیش آئی وہ الفاظ تھے جن کی مزید معلومات دینا مقصود تھا۔ الفاظ کو اکٹھا کرنے میں انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا گیا اس مرحلے کو Data Collection کا نام دیا گیا۔[۶]

۱۔ عام بول چال کے الفاظ

۲۔ عام فہم الفاظ

۳۔ کلاسیکی

پہلی ترجیح عام بول چال کے الفاظ کو دی گئی اور ان کی ممکنہ حد تک صرفی ونحوی اور معنوی معلومات فراہم کی گئیں۔ یہ الفاظ ابتداء میں تقریباً ایک سال تک ترتیب کے بغیر تیار کیے جاتے رہے۔ پھر اس کے بعد ایک ترتیب وار الفاظ کی فہرست اردو حروف تہجی کے اعتبار سے بنائی گئی اور اس میں وہ تمام الفاظ درج تھے جو مزید لغت میں شامل کرنا ضروری تھے۔

اس لغت سے پہلے ایک پراجیکٹ پر کام ہوا تھا جس کا بنیادی مقصد مائیکروسافٹ پر الفاظ کے جانچ پڑتال کرنا تھا جسے Microsoft Spell Chacker کا نام دیا گیا۔ یہ اردو زبان کیلئے بنایا گیا تھا اس میں صحیح الفاظ کی فہرست بنائی گئی اور ان الفاظ کی شرح استعمال بھی اخذ کی گئی۔

دوسرے نمبر پر عام بول چال کے الفاظ پر کام شروع کیا گیا تو ساتھ ہی عام فہم الفاظ کی معلومات بھی فراہمی کرنا ضروری سمجھا گیا اور ان الفاظ کو شامل کیا گیا جو عام فہم تھے۔

تیسرے نمبر پر کلاسیکی الفاظ جو بہت کم استعمال ہوتے ہیں کو شامل کرنا اس لئے ضروری سمجھا گیا تاکہ پرانی کتابوں میں پائے جانے والے وہ الفاظ جو یا تو اب استعمال نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں تو بہت کم، مگر ہماری مذہبی تہذیبی اور ادبی حوالے سے لکھی جانے والی کتابوں میں درج معلومات کو سمجھنے میں مدد دے سکیں یا کسی شاعر، نثر نگار کی صدیوں پرانی تحریر میں شامل الفاظ کو مفاہیم کے ذریعے سمجھا جا سکے جو کہ مکمل معلومات کے بغیر سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

"آن لائن اردو لغت" پر جب کام کا باقاعدہ تحریری صورت میں آغاز ہوا تو مزید ماہرین زبان و ادب کی ضرورت محسوس ہوئی تو حسب سابق مزید اردو محققین مقرر کئے گئے جو اس کام کو بطریق احسن انجام دے سکیں۔ اس سلسلے میں مزید جن لوگوں نے اردو لسانیات کے حوالے سے کام کیا ان میں قاسم محمود، زاہد سرفراز، اسد مصطفیٰ، عابدہ بتول، اشیا ریاست، منور اقبال، راحیلہ پروین، رضیہ غفور، تحسین اشرف اور حمیرا اشرف شامل ہیں۔ ان تمام لوگوں کے ساتھ ساتھ مختلف لغات اور قواعد کی کتابیں بھی

اکٹھی کی گئیں۔"اردو لغت تاریخی اصول پر" ترقی اردو بورڈ کراچی اس وقت جو ابھی زیر تکمیل تھی، کو بنیاد بنایا گیا اور باقی لغات اور صرف ونحو کی کتابوں سے بھی معاونت لی گئی۔ڈاکٹر سرمد حسین نے ایک مصاحبے میں بتایا کہ اس کام کیلئے ایسی کتابوں کو استعمال کیا گیا ہے۔جن کے جملہ حقوق یا تو گورنمنٹ کے پاس تھے یا ختم ہو چکے تھے۔ ہے

لغت پر کام کا باقاعدہ آغاز تحریری شکل میں شروع ہوا تو پہلے مرحلے میں چھپے ہوئے فارم پر درج اجزائے کلام کی ہر لفظ کے مطابق معلومات دینا تھا۔اردو زبان کے ماہرین ان فارموں پر معلومات تحریر کرتے اور پھر یہ فارم Project Managers کے پاس جمع کروا دیے جاتے جو ان کی تفصیل کا حساب کتاب رکھتے اور دوسرے مرحلے میں یہ فارم Data Entry Operators تک پہنچائے جاتے جو انہیں کمپیوٹر میں درج کرنے کے قابل بناتے۔تیسرے مرحلے میں ان پر دوبارہ نظر ثانی کی جاتی تاکہ کسی جگہ پر غلطی کا امکان نہ ہو اور معلومات درست طریقے سے درج ہو سکیں۔

اس کام کیلئے جو تکنیکی ساخت اردو میں ترجمہ کی گئی تھی ان تمام لغات کی نسبت مفصل اور معیاری تھی جو اس سے پہلے کتابی شکل میں موجود تھے۔کیونکہ اس میں دی جانے والی کچھ معلومات ایسی ہیں جو بول چال میں یا لکھنے میں تو ہم استعمال کرتے ہیں مگر انہیں لغات میں واضح طور پر درج نہیں کیا جاتا مثلاً واحد عدائی، واحد غیر عدائی، جمع عدائی، جمع غیر عدائی، حلقہ، علاقہ، استعمال وغیرہ یا اگر کوئی لفظ بطور فعل استعمال ہو رہا ہے تو اس کیلئے اس کے مفہوم کے مطابق معلومات دی گئی ہیں۔اسی طرح ہر فارم پر صنف واضح کی گئی تاکہ اجزائے کلام کی ترتیب میں تسلسل برقرار رکھا جا سکے۔

ان فارم پر جس لفظ کی معلومات جو دینا ضروری ہے کے ساتھ ☆ کا نشان بنا دیا گیا ہے تاکہ اس پر کام کرنے والوں کو کسی طرح کی الجھن نہ رہے اور کام بھی معیاری ہو۔گرامر کی رو سے جو لفظ جس صنف میں استعمال ہو رہا ہے اس کا علیحدہ علیحدہ فارم بنایا گیا۔اسم، فعل، حرف، ضمیر، صفت، متعلق فعل، فعل ناقص، مرکب لفظ، محاورات انہیں تفصیل سے واضح کیا گیا۔بیس ہزار الفاظ کی مکمل تفصیل اور ساٹھ ہزار الفاظ کی مختصر معلومات دی گئی ہیں۔راقمہ اس منصوبے کی تکمیل تک اس میں شامل رہیں اور بطور ایسوسی ایٹ لنگوئسٹ کام کیا۔اس طرح اس لغت کو تکمیل کے مراحل سے گزرتا ہوا اپنی آنکھوں سے

دیکھا اور تمام مسائل سے بخوبی آگاہ ہوئیں۔ وہ تمام فارم جو لغت پر کام کرنے کیلئے استعمال ہوئے ان فارموں کا نمونہ درج ذیل ہے جو کہ یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز لاہور سے تحقیقی مقالے کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے سربراہ منصوبہ ڈاکٹر سرمد حسین کی اجازت سے حاصل کیا گیا۔

محاورات کی تفصیل کا فارم

تصدیق کنندہ:	تاریخ تصدیق:
حوالہ جات:	
نویسندہ:	LEX/TR/LEX/MCS/ /
(@)راس	
(##=) استعمال(ا=)	
معنی(م=)	
مثال(ما=)	حوالہ(حو=)
رجوع کریں(ر=)	
قسم (ق=)	
حوالہ(ح=)	
نویسندہ:	LEX/TR/LEX/MCS/ /
(@)راس	
(##=) استعمال(ا=)	
معنی(م=)	
مثال(ما=)	حوالہ(حو=)
رجوع کریں(ر=)	
قسم (ق=)	
حوالہ(ح=)	
نویسندہ:	LEX/TR/LEX/MCS/ /
(@)راس	
(##=) استعمال(ا=)	
معنی(م=)	
مثال(ما=)	حوالہ(حو=)
رجوع کریں(ر=)	
قسم (ق=)	
حوالہ(ح=)	

صفت کی تفصیل کا فارم

اسم کی تفصیل کا فارم

فعل کی تفصیل کا فارم

[illegible]

حرف کی تفصیل کا فارم

[illegible]

خمس کی تحصیل کا فارم

[illegible]

حقوق کی تحصیل کا فارم

[illegible]

مرکبات کی تفصیل کا فارم

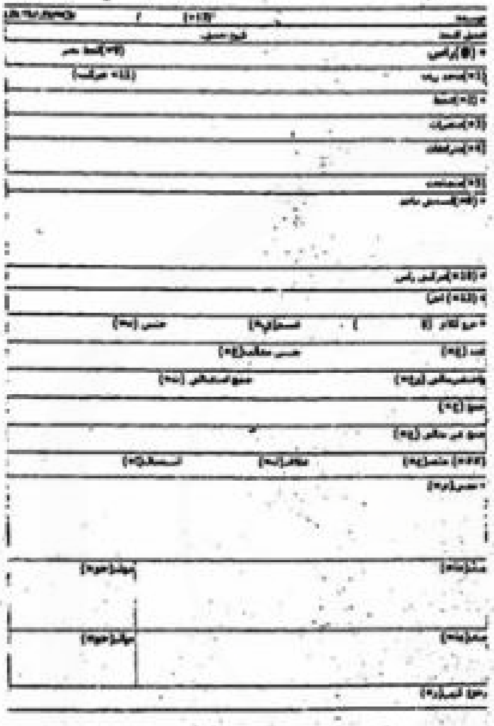

ضمیر کی تفصیل کا فارم

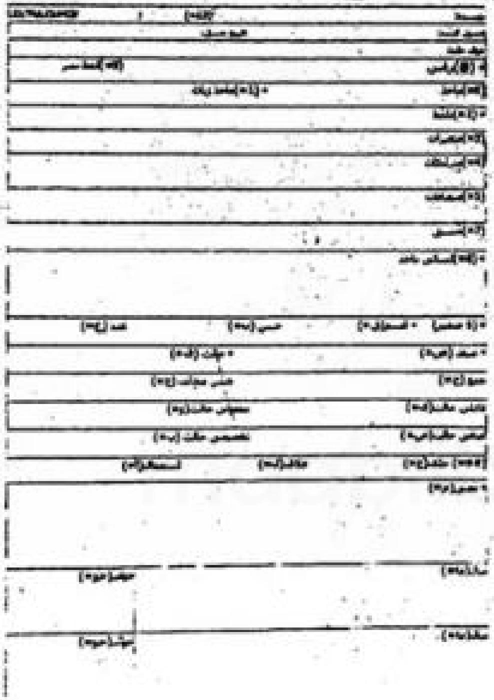

منصوبہ کے ہر قدم پر باقاعدہ تحریری کام کرنے سے پہلے طریقہ اندراج پر عملی کام ہوتا ہے۔ ہم لوگوں نے طے کر لیا کہ Word Data Entry Guidlines یعنی "لسانیاتی تلفظ کا طریقہ اندراج" جس میں A to Z تک حروف کی تفصیل صحیح کی گئی اور اردو زبان میں کام کرنے والوں کیلئے آسانی فراہم کی گئی تاکہ ایک ہی طرح کا معیاری کام کیا جا سکے۔ اسی طرح تلفظ کے اصول بھی بنائے گئے کیونکہ ابتداء میں تلفظ صوتی انداز میں لکھا جاتا رہا اور بعد میں جب زیادہ افراد نے کام کرنا شروع کیا تو ایک طرح کی صحت کیلئے ایک قاعدہ یا ضابطہ بنایا گیا۔ املا، تلفظ، ماخذ زبان، لسانی ماخذ، A to Z اور پیچیدگی کی تفصیل دینے کیلئے ضروری تھا۔ کیونکہ تلفظ کا طریقہ اندراج اور تلفظ کے اصول مرتب کئے گئے ہیں۔ یہ بھی تحقیق کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حاصل کئے گئے جو کہ ویب سائٹ کے ہوتے ہیں۔ "اردو لغت تاریخی اصول پر" میں تلفظ کی کمی تھی ... دی گئی مگر "... ویب سائٹ" میں تلفظ کے ہر اصول کو واضح کر دیا گیا ہے اور تلفظ لکھا رہتا ہے ... یہ ہے وہ ... جو لوگ اردو کو سیکھنا چاہتے ہیں یا تھوڑی بہت اردو زبان جانتے ہیں مگر ... صحیح سیکھنے کا شوق رکھتے ہیں ان لوگوں کیلئے نہایت ہی کارآمد ہے۔ جہاں تلفظ کی تفصیل دی گئی ہے وہاں لسانی ماخذ (Etymology) کی تفصیل بھی اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی نسبت تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

☆☆☆

کوائف لفظ کا طریقۂ اندراج

(Guidelines Entry Data Word)

1۔ اجزائے فارم کی تفصیل

☆ راس:Headword(@)

راس لفظ سے مراد وہ مفرد یا مرکب لفظ ہے جس کی تفصیل فراہم کرنا مقصود ہو۔

راس لفظ مفرد ہونے کی صورت میں "اجزائے کلام" کے لحاظ سے فارم کا انتخاب کریں گے اور اس مفرد لفظ کو "راس" میں لکھیں گے جبکہ راس لفظ مرکب ہونے کی صورت میں اس کی تمام تر تفصیل "مرکب" کے فارم پر فراہم کی جائے گی۔

لفظ نمبر:NumberHomoym(=9)

اگر ایک سے زیادہ الفاظ اعراب اور تلفظ کے لحاظ سے مماثل ہوں لیکن معنی میں مختلف ہوں تو لفظ نمبر کے ذریعے ان الفاظ میں تخصیص کریں گے۔

ماخذ:WordRoot(=0)

یعنی راس لفظ اصلاً کس مادہ سے مشتق ہے جیسے "پوشیدہ" کا ماخذ "پوشیدن" ہے عربی الاصل لفظ ہو تو مذکورہ کالم میں اس کا مادہ بیان ہوگا مثلاً عربی لفظ "افتخار" کا ماخذ "ف خ ر" ہے۔

☆ ماخذ زبان:LanguageRoot(=1)

یعنی راس لفظ اصلاً کس زبان سے متعلق ہے یا ماخوذ ہے اگر راس "مرکب لفظ" ہو اور مرکب میں شامل الفاظ ایک سے زیادہ زبانوں سے متعلق ہوں تو ماخذ زبان نہیں لکھیں گے۔ اگر اردو "لغت" میں "حکایت الصوت" لکھا ہوا ہو تو ماخذ زبان میں "مقامی" لکھیں گے اور "لسانی ماخذ" میں تفصیل بتا دیں گے۔

☆ تلفظ:Pronunciation(=2)

راس لفظ خواہ مفرد ہو یا مرکب تلفظ لازمی لکھا جائے گا اور اس کے اصول "۳۔ تلفظ کے اصول" میں

درج ہیں۔

تغیرات: Variants(=3)

راس لفظ کی املا کے حوالے سے اگر کوئی تحریفی شکل بھی مستعمل ہو تو وہ درج کریں گے اگر محرفہ اشکال ایک سے زیادہ ہیں تو وہ "ا" مذکورہ علامت سے علیحدہ کریں گے۔

☆ لسانی ماخذ: Etymology(=8)

راس لفظ کا لسانی اشتقاق بیان کیا جائے گا کہ اصل زبان میں راس لفظ کی ہیئت یا صورت کیا تھی اور کس حیثیت سے مستعمل تھا اور اردو میں بالواسطہ ماخوذ ہے یا بلاواسطہ۔ نیز اردو زبان میں مستعمل موجودہ صورت اصلی شکل ہے یا کن لسانی قواعد کے تحت اس لفظ میں تخفیف، ادغام یا اضافے کے بعد موجودہ شکل وجود میں آئی اور اب اردو میں اجزائے کلام کے حوالے سے کس حیثیت میں مستعمل ہے اور اگر ایک سے زیادہ اجزا کے تحت مستعمل ہے تو کس کس جزو کلام کے تحت مستعمل ہے۔

راس لفظ مرکب ہونے کی صورت میں ترکیب میں شامل الفاظ کے لسانی اشتقاق کی مکمل تفصیل بیان کی جائے گی۔ یعنی مذکورہ الفاظ کس کس زبان سے کن کن تبدیلیوں کے ساتھ ماخوذ ہیں اور کون سے قواعد کے تحت ترکیب بنا رہے ہیں اور کیا مکمل ترکیب ہی کسی زبان سے ماخوذ ہے اگر ایسا ہے تو اس زبان میں کس تخفیف، ادغام یا اضافے سے ترکیب وجود میں آئی۔ حتی الامکان یہ بتائیں گے کہ مرکب کی کونسی قسم ہے اور اب کس حیثیت سے مستعمل ہے۔ اگر اجزائے کلام ایک سے زیادہ ہوں تو ان کا بھی ذکر کیا جائے گا اور آخر میں بتایا جائے گا کہ "راس لفظ" اردو زبان میں سب سے پہلے کب اور کہاں مستعمل ملتا ہے۔

☆ قسم (ق=)

اجزائے کلام کے حوالے سے ہر جز کی ذیلی اقسام* ۳۔ اجزائے کلام کی ذیلی اقسام* میں درج شدہ چارٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے معنی کے لحاظ سے متعین کردہ قسم لکھی جائے گی۔

واحد عدائی (ود=)

یعنی کسی مفرد اسم یا صفت کی ندائیہ حالت مثلاً ناصح سے ناصحا۔

واحد غیر ندائی (و غ =)

کسی مفرد اسم یا صفت کی مغیرہ حالت جو عام طور پر "یائے امالہ" سے بنتی ہے جیسے دروازہ سے دروازے یا گھوڑا سے گھوڑے۔

جمع استثنائی (ث =)

کسی اسم یا صفت کی ایسی جمع جو اردو قواعد کے مطابق نہ ہو لیکن اردو میں کسی حد تک مستعمل ہو۔

جمع ندائی (د =)

کسی جمع اسم یا صفت کی ندائیہ حالت مثلاً لوگ سے لوگو۔

جمع غیر ندائی (غ =)

کسی اسم یا صفت کی مغیرہ جمع جیسے کتاب سے کتابوں۔

مصغر (صغ =)

یعنی راس میں موجود اسم کی تصغیر جیسے کتاب سے کتابچہ یا دیگ سے دیگچہ۔

مکبر (کب =)

راس میں موجود اس کی تکبیر جیسے چمچی سے چمچا۔

حلقہ (ح =)

معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے حلقہ متعین کیا جائے گا یعنی اگر معنی زرعی امور سے متعلقہ ہو تو حلقہ میں زراعت لکھا جائے گا۔

علاقہ (ل =)

اگر معنی جغرافیائی حدود کے لحاظ سے کسی خاص خطہ سے متعلق ہو تو "علاقہ" میں اس کا اندراج کیا جائے گا۔

استعمال (ا =)

معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے استعمال کا تعین کرنا کہ حقیقتاً استعمال ہو رہا ہے یا مجازاً یا کوئی اور تخصیص ہو تو اس کا ذکر کریں گے۔

مترادفات:Synonyms(=4)

راس لفظ کے عام مستعمل ممکنہ مترادفات اعراب سمیت لکھتے ہیں اور مفرد راس لفظ کے مترادفات بھی مفرد لفظ ہی ہونے چاہئیں جبکہ مرکبات کے مترادفات مرکب ہو سکتے ہیں۔

مندرجہ ذیل علامت سے ہم مترادفات کو علیحدہ علیحدہ لکھیں گے۔

آکاش | آسمان | چرخ

متضادات:Antonyms(=5)

مترادفات کیلئے متعین کردہ اصولوں کے تحت ہی ہم متضادات لکھیں گے۔

مشتق:FromDerived(=7)

مثلاً "انسانیت" اگر راس لفظ ہے تو "مشتق" میں ہم "انسان" لکھیں گے۔ یا "تاریخی" کے مشتق میں ہم "تاریخ" لکھیں گے۔

جنس:Gender(ن=)

راس لفظ کی جنس کا تعین کرنا آیا مذکر ہے یا مونث۔

عدد:Number(ع=)

راس لفظ کے عدد کا تعین کرنا آیا واحد ہے یا تثنیہ ہے یا جمع۔

جنس مخالف:GenderOpposite(خ=)

راس لفظ کی مخالف جنس کیا ہے راس لفظ اگر مونث ہے تو ہم "جنس مخالف" میں اس کا مذکر لکھیں گے اور راس لفظ مذکر ہونے کی صورت میں "جنس مخالف" میں اس کی مونث لکھیں گے۔

جمع:Plural(ج=)

راس لفظ کی اردو قواعد کے تحت بننے والی جمع درج کی جائے گی۔

تقابلی حالت:DegreeComparative(تق=)

راس لفظ صفت ہونے کی صورت میں اس کی تقابلی حالت اگر اردو میں مستعمل ہے تو وہ درج کی جائے گی۔

تفضیلی حالت:DegreeSuperlative(تف)

راس لفظ صفت ہونے کی صورت میں اس کی تفضیلی حالت اگر اردو میں مستعمل ہے تو وہ درج کی جائے گی۔

مرکبی راس:HeadwordCompound(=10)

راس لفظ مرکب ہونے کی صورت میں ایسا مفرد لفظ لکھا جائے گا جس کی ذیل میں راس میں درج شدہ مرکب آ رہا ہے اور لفظ نمبر بھی احتیاط سے لکھا جائے گا۔

اجزا:WordsConstituent(=12)

مرکب راس لفظ ہونے کی صورت میں "اجزاء" میں ترکیب میں شمولہ تمام اجزاء کو علیحدہ علیحدہ لکھیں گے اور "+" سے ملائیں گے۔

صیغہ:Person(ص=)

راس لفظ ضمیر ہونے کی صورت میں صیغہ کا تعین بھی لکھا جائے گا۔

حالت:Case(ف=)

ضمیر کی حالتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے راس لفظ ضمیر ہونے کی صورت میں حالت کا تعین کیا جائے گا۔

فاعلی حالت:CaseNominative(ی=)

یعنی راس لفظ اگر ضمیر ہے تو اس کی فاعلی حالت کیا ہوگی۔

مفعولی حالت:CaseAccusative(و=)

راس لفظ کی مفعولی حالت کیا ہوگی۔

اضافی حالت:CaseGenitive(ض=)

راس لفظ کی اضافی حالت کیا ہوگی۔

تخصیصی حالت:CaseIntensive(پ=)

آیا راس لفظ کی کوئی تخصیصی حالت بھی ہے۔

بے قاعدہ:Irregular(بق=)

راس لفظ اگر فعل ہو تو بتایا جائے گا کہ اپنے استعمال یا حالتوں کے اشتقاق کے حوالے سے مذکورہ فعل بے قاعدہ ہے یا باقاعدہ ہے۔ یعنی اگر بے قاعدہ ہے تو کالم میں "ہاں" لکھیں گے اور اگر باقاعدہ ہے تو کالم خالی چھوڑ دیں گے۔

معنی: Meaning(م=)

راس لفظ کی ذیل میں آنے والے تمام معنی مکمل تفصیل کے ساتھ درج کریں گے۔ ایک کالم میں ایک معنی لکھیں گے اور اگر معنی زیادہ ہوں "صرف معنی کا صفحہ" بھی استعمال کریں گے۔ معنی کے ساتھ اگر اردو لغت میں حوالہ بھی ہے تو وہ بھی معنی کے کالم میں ہی بیان کریں گے اور اگر معنی کیلئے کسی لفظ کی طرف رجوع کروایا گیا ہو تو اس مرجوع لفظ کا معنی بھی لکھا جائے گا۔ اگر معنی کی Senses Sub ہوں تو اردو لغت کی متعین کردہ Senses کو (##) میں سے ایک علامت کراس کر کے لکھا جائے گا۔

مثال: Example(ا=)

راس لفظ کی ذیل میں درج معنی لکھنے کے بعد متعلقہ معنی کی ذیل میں درج شدہ امثلہ میں سے تازہ ترین یعنی قریب ترین دور کی مثال لکھی جائے گی اور (" ") سے تخصیص کی جائے گی۔

حوالہ: Example of Reference(حو=)

درج کردہ مثال کا حوالہ مکمل طور پر لکھا جائے گا۔

رجوع کریں: Reference Cross(ر=)

اگر کسی راس لفظ میں کسی بھی حوالے سے کسی بھی اور لفظ کی طرف رجوع کروانے کی ضرورت ہو تو لفظ نمبر کی احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے "رجوع کریں" میں لکھیں۔

انگریزی ترجمہ: Translation English(e=)

مخصوص کالم میں راس لفظ کی انگریزی ٹرانسلیشن اور مندرجہ ذیل لغت میں دستیاب تمام تفصیل درج کریں۔ اگر راس لفظ معینہ لغت میں نہ ہو تو کوئی اور لغت یا ذریعہ استعمال کریں۔

ریفرنس: Reference(r=)

اگر English and Hindi Classical Urdu, Dictionary of

Platts T.John کے علاوہ کوئی اور لغت استعمال کریں تو اس کا نام درج کریں۔

نوٹ:

ا۔ مندرجہ ذیل کالموں میں درج کردہ الفاظ کے مکمل اعراب اور تلفظ کے بعد "*" کی علامت لگا کر قواعد کے تحت مکمل تلفظ بیان کیا جائے گا۔

1۔ تغیرات

2۔ جنس مخالف

3۔ جمع

4۔ جمع استثنائی

5۔ جمع غیر ندائی

6۔ جمع ندائی

7۔ تقابلی حالت

8۔ تفضیلی حالت

9۔ فاعلی حالت

10۔ مفعولی حالت

11۔ اضافی حالت

12۔ تخصیصی حالت

II۔ مندرجہ ذیل کالموں میں درج کردہ الفاظ مکمل اعراب کے ساتھ لکھیں گے۔

1۔ راس لفظ

2۔ مترادفات

3۔ متضادات

4۔ مشتق

5۔ مرکبی راس

6۔ اجزاء

III۔ کسی بھی فارم پر ستارزدہ کالم میں متعلقہ معلومات لازمی لکھنی ہیں۔

نوٹ:

اگر کسی راس لفظ میں جزو کلام ایک سے زیادہ ہوں تو پہلے جزو کی تفصیل مکمل کرنے کے بعد دوسرے جزو کا فارم لے کر اسے "لسانی ماخذ" تک کراس (X) کرنے کے بعد "قسم" سے شروع کریں گے۔

2۔ محاورات

اردو لغت میں کسی بھی لفظ کی ذیل میں دیئے گئے محاورات کو محاورات کیلئے مخصوص فارم پر درج کریں گے۔

راس:Headword(@)

راس میں مکمل محاورہ بغیر اعراب کے لکھیں گے۔

استعمال:Usage(ا=)

استعمال میں معنی کے لحاظ سے کوئی تخصیص اگر ہو تو درج کریں گے۔

معنی:Meaning(م=)

مندرجہ بالا ہدایات کے مطابق ہی معنی تحریر کریں گے۔

مثال:Example(ا=)

مندرجہ بالا ہدایات کے مطابق ہی مثال تحریر کریں گے۔

مثال کا حوالہ:Reference Example(ح=)

مندرجہ بالا ہدایات کے مطابق ہی مثال کا حوالہ تحریر کریں گے۔

رجوع کریں:Reference Cross(ر=)

معنی کے حوالے سے ضرورت کے مطابق کسی لفظ یا محاورہ کی طرف رجوع کروایا جا سکتا ہے۔

قسم:Category-Sub(ق=)

1. محاورہ
2. روزمرہ
3. ضرب المثل
4. فقرہ
5. مقولہ
6. فعل مرکب

حوالہ:Reference(ح=)

حوالہ میں تلفظ نمبر کی احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ مفرد لفظ درج کریں گے جس کی ذیل میں محاورہ درج ہے اور مکمل اعراب لگائیں گے۔

نوٹ: اگر ایک محاورہ کی ذیل میں ایک سے زیادہ معنی ہوں تو ایک معنی اور مثال لکھنے کے بعد "رجوع کریں" سے "راس" تک کراس (X) لگا کر دوسرا معنی لکھیں گے اور آخری معنی تک ایسے ہی لکھیں گے۔

3۔تلفظ کے اصول

1۔ تلفظ لکھتے وقت مندرجہ ذیل جگہوں پر تلفظ کے ارکان توڑ کر لکھے جائیں گے۔

I۔ کسی لفظ کے درمیان جب کوئی حرف ساکن آئے تو

تلوار ☆ تل + وار / بنیاد ☆ بن + یاد

II۔ کسی لفظ میں کسی حرف پر تشدید ہو تو تلفظ میں اس حرف کو دو مرتبہ لکھتے ہیں اور پہلی مرتبہ ساکن لکھا جاتا ہے اور تشدید ختم کر دی جائے گی۔

محبت ☆ مح + بت / بلی ☆ بل + لی

III۔ تلفظ میں کوئی بھی رکن متحرک حرف سے شروع ہوتا ہے اور ساکن حرف پر ختم ہوتا ہے۔

بلیامیٹ ☆ بل + یا + میٹ (ی مجہول) / منڈوب ☆ مُن + ڈوب

IV۔ اگر دو حرف یا زیادہ اکٹھے ساکن ہیں تو وہ ایک ہی رکن میں لکھے جائیں گے۔

دوست ☆ دوست (وٗ مجہول) / اِحسان ☆ اِح (کسرہ مجہول) + سان

2۔ غیر ملفوظ اور معدولہ حروف تقطیع میں حذف ہو جائیں گے۔ لیکن ملفوظی طور پر بیان ہوں گے۔

بالکل ☆ بل (الف غیر ملفوظ) + کُل ☆ خواہش ☆ خا (وِ معدولہ) + ہش

فی الحال ☆ فِل (ی، ا غیر ملفوظ) + حال

ذوالجلال ☆ ذُل (و، ا غیر ملفوظ) + جلال

3۔ اگر کسی لفظ میں کوئی حرف مخلوط ہے تو وہ تقطیع میں ملفوظی طور پر بیان کیا جائے گا۔

بکھیں ☆ بکھیں (ک ی مخلوط)

4۔ اگر کسی لفظ میں ہمزہ ہے اور تقطیع میں ہمزہ اگر کسی رکن کے شروع میں ہے تو اسے الف سے بدل دیا جائے گا۔

بکنارۂ آب ☆ بکنا + رہ + اے + آب / فرمائش ☆ فرما + اش

5۔ اگر ہمزہ کسی لفظ کے کسی رکن کے درمیان آئے تو تقطیع میں اسے الف سے بدلا نہیں جائے گا۔

گئے ☆ گئے / لکھئو ☆ لکھ + ئو ؟

6۔ کسی لفظ میں اگر کوئی اعراب مجہول ہے تو وہ تقطیع میں ملفوظی طور پر لکھا جائے گا۔

بخت ☆ بَخت (فتح ب مجہول) / مَروِجت ☆ مَر + وِجت (کسرہ ج مجہول)

7۔ کسی لفظ میں اگر "نون غنی" آرہا ہے تو تقطیع میں ملحوظ ہوگا کہ نون غنہ ہے یا مغنونہ۔

منجدھار ☆ منج (ن مغنونہ) + دھار / منجلا ☆ منج (ن غنہ) + لا

8۔ کسی لفظ میں اگر "الف" پر تنوین آرہی ہے تو تقطیع میں الف کو حذف کر کے ماقبل حرف پر تنوین کا ایک اعراب لگا کر "ن" ساکن کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

تقریباً ☆ تق + ری + بن

9۔ کسی لفظ میں اگر "واؤ" یا "ی" بطور Consonant ہو اور ساکن بھی ہو تو تقطیع میں اس پر جزم لگی ہوگی خواہ وہ آخری حرف ہی ہو۔

دیکھنا ☆ دیکھ (ی مجہول) + نا / فوارہ ☆ فو + وا + رہ / لیکن ☆ لے + کن

10۔ کسی لفظ میں اگر واؤ معروف ہو تو تلفظ میں واؤ سے ماقبل حرف پر پیش ہوگی۔

دوسرا ☆ دوس + را / نُیو را + نُو + را

11۔ کسی لفظ میں اگر واؤ مجہول ہے تو تلفظ میں واؤ سے ماقبل حرف پر کوئی اعراب نہیں ہوگا اور ملفوظی طور پر لکھا ہوگا کہ واؤ مجہول ہے۔

سونا ☆ سو (و مجہول) + نا / رکتا ہوں ☆ رکتا + ہوں (و مجہول)

12۔ کسی لفظ میں اگر "واؤ لین" ہو تو تلفظ میں واؤ سے ماقبل حرف پر زبر ہوگی اور ملفوظ طور پر لکھا ہوگا کہ واؤ لین ہے۔

کون ☆ کون (و لین) / قول ☆ قول (و لین)

13۔ کسی لفظ میں اگر "یائے معروف" ہو تو تلفظ میں "ی" سے ماقبل حرف پر زیر ہوگی۔

تدوین ☆ تد + وین

14۔ کسی لفظ میں اگر "یائے مجہول" ہو تو تلفظ میں "ی" سے ماقبل حرف پر کوئی اعراب نہیں ہوگا اور ملفوظی طور پر لکھا ہوگا کہ یائے مجہول ہے۔

آئینہ ☆ آ + ئین (ی مجہول) + نہ / آمیز ☆ آ + میز (ی مجہول)

15۔ کسی لفظ میں "یائے لین" ہو تو تلفظ میں "ی" سے ماقبل حرف پر زبر ہوگی اور ملفوظی طور پر لکھا ہوگا کہ یائے لین ہے۔

فیصل ☆ فے (ی لین) + صل / توسین ☆ تو (و لین) + سین (ی لین)

16۔ تلفظ میں اگر یائے معروف اپنی اصلی حالت میں "ی" کی شکل میں لکھی گئی ہے تو ماقبل حرف پر زیر نہیں لکھی جائے گی۔

قیصیدہ ☆ قصی + دہ / شوری ☆ شو (و مجہول) + ری

17۔ کسی لفظ کے تلفظ میں اگر کسی حرف کے بعد الف ساکن آ رہا ہے تو الف سے ماقبل حرف پر زبر نہیں لکھی جائے گی۔

بات ☆ بات / بلال ☆ بلال

18۔ کسرۂ صفت یا کسرۂ اضافت کو تقطیع میں "یائے مجہول" سے بدل دیتے ہیں۔

درونِ خلد ☆ دَرُو + نے + خلد / آئینۂ سکندر ☆ آ + ای + نہ + اے + سِکن + در

19۔ اگر مرکبات میں دو الفاظ کے درمیان "وٗ" یا "ے" لکھا ہوا ہو اور ماقبل لفظ "ا" یا "ہ" پر ختم ہو رہا ہو تو تقطیع میں "وٗ" یا "ے" سے پہلے "ا" کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ اگر مرکب "وٗ" سے پہلا لفظ "ا" یا "ہ" کے علاوہ کسی اور حرف پر ختم ہو رہا ہو تو تقطیع میں "وٗ" اپنے ماقبل حرف سے مل جائے گا...... مثلاً

شیشہ و جام ☆ شی + شہ + او (و مجہول) + جام

کون و مکاں ☆ کو (ولین) + نو (و مجہول) + مکاں

21۔ تقطیع میں اگر "ں" لکھا ہوا ہو اس سے مراد "ن مغنونہ" ہو گا مثلاً

ماں گا ☆ ماں + گا

22۔ اگر کسی لفظ میں "أ" ہو تو تقطیع میں ہمزہ کو حذف کر دیا جائے گا۔ مثلاً

جُرأت ☆ جُر + أت

23۔ کسی لفظ میں اگر "ن" ساکن ہو اور مابعد حرف "ب" ہو اور بولنے میں "ن" ساکنہ "م" کی آواز دے رہا ہو تو تقطیع میں "ن" ساکنہ کو "م" کی شکل میں لکھیں گے۔ مثلاً

انبار ☆ اَم + بار

24۔ اگر لفظ کی ساخت مندرجہ ذیل ہو تو اس کا تقطیع اس طرح دیا جائے گا...... مثلاً

مئودب ☆ مو + اَد + دب

مئوثر ☆ مو + اَث + ثر

4۔ اجزاء کلام کی ذیلی اقسام

اسم

آلہ　　نکرہ　　معرفہ

کیفیت	مجرد	ظرف
ظرف مکاں	حاصل مصدر	ظرف زماں
کیفیت	ظرف زمان	صوت
جمع	عدد	معاوضہ
اشارہ قریب	اشارہ بعید	مصغر
تصغیر	علم	کنیت
ظرف مکان	مادہ	جامد
مکبر		
حرف		
تابع	تردید	ندا
تاکید	استعجاب	اجمال
تحسین	استثنا	ربط
بیانیہ	جار	علت
اضافت	نفی	صوت
تحقیق	عطف	تخصیص
شرط	جزا	تشبیہ
قسم	استفہام	فجائیہ
ندائیہ	تمنا	دعائیہ
تائیہ	استدراک	ایجاب
تنبیہ	صفت	نسبتی
ذاتی	عددی	مقداری

ضمیر

استفہام — اشارہ قریب — موصولہ

اشارہ — شخصی

فعل

متعدی — لازم — ناقص

امدادی

5۔ ماخذات

1. اردو لغت (اردو لغت بورڈ کراچی)
2. قاموس مترادفات (وارث سرہندی، اردو سائنس بورڈ)
3. Engish and Hindi Classical Urdu Dictionary
Plattes, T.Jon

آن لائن اردو لغت میں تمام متداول، غریب، نادر یا متروک الفاظ درج کر کے ان کے قدیم و جدید، معروف و غیر معروف، لغوی اور اصطلاحی مفاہیم بیان کیے گئے ہیں۔ ان الفاظ کی عہد بعہد اور صوتی و معنوی تبدیلیاں بھی دکھائی گئی ہیں۔ نیز بتایا گیا ہے کہ لفظ کی اصل شکل کیا ہے اور اب کس طرح مستعمل ہے جو کہ اس سے پہلے کسی حد تک ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' میں موجود تھیں مگر اجزائے کلام کی تفصیل کے حوالے سے مکمل معلومات ناکافی تھیں جسے اس لغت کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس میں کسی بھی لفظ کے متبادل استعمال ہونے والے لفظ اصطلاحاً، طنزاً اگر استعمال ہوا ہے تو اسے بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ حلقہ یعنی مضمون یا پیشہ کے لحاظ سے استعمال مثلاً زراعت، سائنس وغیرہ اور علاقہ یعنی جس خطے میں بولا جاتا ہے کو بھی شامل لغت کیا گیا ہے جو اس کی کامیابی کی مکمل دلیل ہے۔ چند الفاظ ایسے پیش کیے جاتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ لغت اگرچہ ابھی مکمل نہیں ہے مگر اتنا معیاری ہے کہ سابقہ تمام کتب لغت کی نسبت مختلف اور معلومات کے حوالے

سے وضع ہے۔ یہ لغت کی اس تعریف پر پورا اترتا ہے جو باب اول میں درج لغت کی تعریف کے پیش نظر وضع کی جا سکتی ہے کہ ایک اچھا لغت وہ ہے جس میں حروف تہجی کی ترتیب (Alphabetically Order)، ہجے (Speeling)، معنی (Meaning)، استعمال (Usage)، تلفظ (Pronunciation)، لسانی ماخذ (Etymology)، گرامر (Grammer)، تصریفی شکلیں (Inflected Forms) وغیرہ ہوں۔ "آن لائن اردو لغت" ان تمام اصولوں پر پورا اترتا ہے۔ معنی اور اس کی ذیل میں درج حوالہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) سے لیا گیا ہے اور انہوں نے جس لفظ کو جتنا قدیم اور جدید بتایا ہے اسے اسی طرح لکھا ہے باقی تمام تفصیل اس سے مختلف اور معیاری ہے۔ چند الفاظ نمونے کے طور پر درج ذیل ہیں۔

لڑکا [لڑ+کا] (سنسکرت)

لٹ+اک+کا.....> لڑکا

سنسکرت کے اصل لفظ "لٹ+اک+ک" سے ماخوذ لڑکا اردو میں بطور اسم اور گاہے بطور صفت استعمال ہوتا ہے۔ ۱۵۶۴ء کو "دیوان حسن شوقی" میں مستعمل ملتا ہے۔

اسم نکرہ (مذکر۔ واحد)

جنسِ مخالف: لڑکی [لڑ+کی]

واحد غیر ندائی: لڑکے [لڑ+کے]

جمع: لڑکے [لڑ+کے]

جمع غیر ندائی: لڑکوں [لڑ+کوں (واؤ مجہول)]

طوطا [طو (واؤ مجہول)+ طا] (فارسی)

توتا.....> طوطا

فارسی زبان میں اسم "توتہ" سے ماخوذ (اردو بنایا گیا) "توتا" کا متبادل املاء "طوطا" اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے اور سب سے پہلے ۱۶۳۹ء کو "طوطی نامہ" میں مستعمل ملتا ہے۔

تغیرات

طوطا [طو (وجہول) + طا] بروزن تا [تو (وجہول) + تا]

اسم نکرہ (مذکر۔ واحد)

جنس مخالف: طوطی [طو (وجہول) + طی]

واحد غیر ندائی: طوطے [طو (وجہول) + طے]

جمع: طوطے [طو (وجہول) + طے]

جمع غیر ندائی: طوطوں [طو (وجہول) + طوں مجہول]

معانی کی تفصیل "اردو لغت تاریخی اصول پر)" اور "آن لائن اردو لغت" میں یکساں ہونے کی وجہ سے درج نہیں کی گئی۔ اس کی تفصیل متذکرہ لغات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۳۔ مواجہی ساخت

لسانی ساخت اور تکنیکی ساخت کے بعد جس ساخت پر کام کیا گیا، وہ مواجہی ساخت ہے۔ یہ ساخت پہلی دونوں ساخت سے ترتیب کے حوالے سے قدرے مختلف ہے۔ اس میں وہ اجزائے کلام درج ہیں جو کسی لفظ کے متبادل صرفی و نحوی جتنی معلومات درج کی جاتی تھیں ان کو شامل کیا گیا۔ تکنیکی ساخت کی طرح مکمل اجزائے کلام درج نہیں کیے گئے۔ صرف وہ اجزا ہیں جن کے متبادل معلومات درج کی گئی ہیں۔ ترتیب بھی کچھ یوں بنائی گئی ہے کہ پڑھنے والے کو کسی طرح کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ تا کہ آنکھوں پر بھی زیادہ بوجھ نہ ہو۔ کیوں کہ عام لکھے ہوئے اور کمپیوٹر کے لکھے ہوئے میں فرق ہوتا ہے۔ عام لغات میں اجزائے کلام کیلئے مختلف استعمال ہوتے ہیں، اس کی ضخامت سے بچنے کیلئے، مگر کمپیوٹر میں یہ مسئلہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے تفصیل سے واضح کیا گیا ہے۔

مواجہی ساخت پر تحقیقی حوالے سے کام اس دوران جاری رہا۔ جب "آن لائن" اردو لغت پر تحقیق و لسانی ماہرین تحریری طور پر کام کر رہے تھے اس وقت "Project Architests" اور "Development Team" نے مواجہی ساخت پر تحقیق شروع کر دی گئی تا کہ اسے ترتیب سے بنایا جائے جس میں تمام معلومات بھی ہوں اور کسی بھی قاری کو استعمال کے دوران زیادہ مشکل بھی

نہ ہو۔ انہیں ایک جگہ اکٹھی تمام معلومات مل سکیں۔ یہ کام دیکھنے میں جتنا اچھا اور آسان نظر آتا ہے اس کی تیاری اتنی ہی مشکل اور پیچیدہ تھی۔ اس میں ایک اور خاص بات یہ ہے کہ معلومات کو رنگوں سے واضح کر دیا گیا ہے۔ رنگوں کا فرق اس لئے کیا گیا ہے تا کہ ضروری معلومات کو اچھے طریقے سے وضاحت کے ساتھ سمجھا جا سکے۔

ہر لفظ کی ضروری معلومات کو پہلے اور قدرے کم ضروری کو بعد میں رکھا گیا ہے تا کہ استعمال کرنے والا ابتدائی جتنی ضروری معلومات چاہتا ہے، اس کو پہلے میسر آ سکیں اور وہ غیر ضروری معلومات میں الجھنے سے بچ سکے۔ اس میں کچھ معلومات اعتراضات سے بچنے کیلئے واضح نہیں دی گئیں۔ جیسا کہ سابق سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ گورنمنٹ الیکٹرانک ڈائریکٹوریٹ کا منصوبہ تھا جس پر کام کیا گیا تو لغت بھی وہ استعمال کیں گئیں جن کے جملہ حقوق گورنمنٹ کے پاس ہیں یا ختم ہو گئے ہیں۔ باقی کتب لغت سے اگر کوئی چیز لی جاتی تو اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس کے معنی اور مثال کی تمام تفصیل "اردو لغت تاریخی اصول پر" ترقی اردو بورڈ کراچی سے لی گئی ہے۔ باقی صرفی ونحوی معلومات اردو کے لسانی ماہرین نے قواعد اردو کی کتابوں اور عربی، فارسی اور انگریزی کی قواعد کتب کو استعمال کرتے ہوئے اور اپنی معلومات کے ذریعے کام کیا۔ جہاں کوئی مشکل پیش آتی وہاں تمام لوگ مل کر اس لفظ پر تحقیق کرتے اور حتمی نتیجہ کے بعد اسے درج کیا جاتا۔ تحقیق ایک مشکل اور دقیق عمل ہے۔ تحقیق کے لئے تمام مطلوبہ تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کیا گیا تا کہ غلطی کا احتمال کم سے کم ہو سکے۔ اس کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ صرفی ونحوی معلومات آپ کو کمپیوٹر کی سکرین پر ایک صفحہ پر ہی مل جائیں گی اور ابتدائی اہم معلومات بھی۔ دیگر معنوی معلومات کیلئے آپ کو مزید صفحات پر صرف ایک انگلی کی جنبش سے تمام معلومات میسر آ سکیں گی۔

پاکستان میں پہلے سے موجود آن لائن لغات اور مواجی ساخت کے حوالے سے "آن لائن اردو لغت" بہت مختلف ہے۔ اردو زبان کے لغت رومن رسم الخط میں ہونے کی وجہ سے بھی استعمال میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ صرف چند لوگ جو رومن رسم الخط کو سمجھ سکتے ہیں اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ باقی صرف اردو زبان کے رسم الخط کو سمجھنے والے اس کے استعمال سے محروم رہتے ہیں۔ اگر

ان کی ساخت کو مد نظر رکھا جائے تو اس میں صرف لفظ اور اس کا معنی درج ہوگا۔ باقی کی صرفی ونحوی معلومات نہیں ملیں گی۔ آکسفورڈ یا اس طرح کے دوسرے بڑے لغات جن پر بیرون ملک کام ہوا، اپنی زبان کی ضرورت کے مطابق معلومات فراہم کرتے ہیں۔ "آن لائن اردو لغت" میں بھی کوشش کی گئی کہ اسے بین الاقوامی معیار کے مطابق بنایا جائے۔ تاکہ زبان کو بھی فروغ مل سکے اور بیرون ملک اردو زبان سیکھنے والے بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔

تکنیکی ساخت کی نسبت مواجہی ساخت میں ترتیب کے حوالے سے تھوڑا فرق یوں ہے کہ تکنیکی ساخت میں پہلے بنیادی لفظ جس کیلئے "راس" لکھا گیا ہے اس کے سامنے وہ لفظ بھی لکھا جاتا ہے۔ جس کے متعلق معلومات درکار ہوں۔ اس کے بعد "ماخذ" کا مطلب ہے کہ جس زبان کا بنیادی طور پر لفظ ہے اس کے کس لفظ سے بنا ہے۔ "مشتق" کے سامنے "ماخذ" سے اگلی شکل میں "کیا" تھا اور پھر یہ لفظ بنا۔ مثلاً ایک لفظ "احترام" ہے یہ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے مگر بنیادی طور پر یہ عربی کا لفظ ہے۔ اس کا ماخذ "ح رم" ہے اور یہ "محترم" سے مشتق ہے۔

مواجہی ساخت میں لفظ ماخذ، مشتق کی معلومات تو دی گئی ہیں مگر ساتھ انہیں لکھ کر واضح نہیں کیا گیا۔ جس سے قاری کو سمجھنے میں مشکل پیش آسکتی ہے۔ جو لوگ اردو زبان کو عربی وفارسی کے حوالے سے سمجھتے ہیں، ان کیلئے تو شاید اتنا مسئلہ نہ ہو مگر جو نہیں جانتے وہ اس مشکل میں گرفتار ہو سکتے ہیں کہ اس کا کیا مقصد ہے۔ جیسے واحد، جمع کے علاوہ ندائی اور استثنائی کو واضح کرنے کیلئے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح اگر مذکورہ بالا بیان کردہ الفاظ کی وضاحت کر دی جائے تو اس کے سمجھنے میں مزید بہتری آسکتی ہے۔ کمپیوٹر میں ضخامت کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی جاسکتی ہیں۔ ابھی اس پر مزید تفصیل سے کام ہونا باقی ہے۔ بیس ہزار الفاظ تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ باقی چند ضروری معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جن کا صرف لفظ موجود ہے مگر کسی قسم کی کوئی تفصیل درج نہیں۔ اگر اس پر مزید کام کیا گیا تو امید ہے کہ اس طرح کے مسائل کو بھی حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ راقمہ نے اس کمی کو اس وقت بھی محسوس کیا تھا جب وہ وہاں اردو لسانیات کے حوالے سے کام کر رہی تھی۔

ہر کام میں تحقیق و اصلاح کی گنجائش رہتی ہے۔ "اردو لغت تاریخی اصول پر" جب تیار ہو کر رسالہ "اردو" میں بااقساط چھپ رہا تھا تو ساتھ ساتھ تنقیدی نقطہ نظر سے جابجا لوگ اس میں پائی جانے والی خامیوں کی نشاندہی کرتے جسے ادارہ نہایت فراخ دلی سے قبول کرتے ہوئے اس کا مزید جواب دیتا۔ جہاں ضرورت ہوتی تو انہیں وہ بات بآسانی سمجھائی جاتی جو پہلے واضح نہ ہو سکی تھی۔ جس کی وجہ سے ابہام پیدا ہوا۔ اسی طرح اس لغت کو بھی لوگ جتنا زیادہ تنقیدی نقطہ نظر سے استعمال کریں گے اس میں مزید بہتری پیدا ہوگی۔ یہ لغت www.crulp.org/oud پر دستیاب ہے۔ اسے گورنمنٹ کی طرف سے بھی باقاعدہ استعمال کیلئے پیش کر دیا گیا ہے۔ جسے www.gov.pk پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اب ہر وہ شخص جو کمپیوٹر کا استعمال جانتا ہے اس لغت سے گھر بیٹھے وہ تمام معلومات حاصل کر سکتا ہے جن کا اس سے پہلے ایک جگہ کا ملنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا تھا۔ "آن لائن اردو لغت" نے اسے اتنا آسان بنا دیا ہے جو اس سے پہلے ممکن نہ تھا۔

تحقیقی نقطہ نظر سے افادیت

تحقیقی نقطہ نظر سے اس کی افادیت دو طرح سے زیادہ اہم ہے۔

۱۔ الفاظ کی تحقیق

۲۔ لسانی ماخذ کی تحقیق

الفاظ پر تحقیق کرتے ہوئے جس بھی لفظ کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہو، وہ فوراً آپ کے کمپیوٹر سکرین پر مل جاتی ہیں۔

سب سے پہلے صفحہ پر تمام حروف تہجی درج ہیں۔ اس کے مطابق آپ ہر لفظ کی فہرست نکال کر مطلوبہ لفظ پر کلک کریں تو اس کی تمام معلومات سامنے آ جاتی ہیں۔ ایک طریقہ فہرست کو نکالنے کا اور بھی ہے۔ آپ کی سکرین پر جہاں حروف تہجی ایک جگہ درج ہیں، اس کے سامنے رہنمائی کی گئی ہے اور ایسے تمام الفاظ کی فہرست جس کا پہلا اور دوسرا حرف لکھنے کے بعد نیچے "دکھائیں" پر کلک کریں تو اس لفظ کے متعلق فہرست سامنے آ جائے گی اور اگر کوئی لفظ جلد تلاش کرنا ہو اور فہرست سے تلاش کی زحمت سے بچنا ہو تو صفحہ کے اوپر بائیں ہاتھ اردو تختی بنی ہے۔ اس پر کلک کرنے سے پوری تختی جس

پر اردو حروف بھی درج ہیں، کی مدد سے لکھ سکتے ہیں۔ اس پر مزید رہنمائی کی گئی ہے۔ اگر کوئی لفظ غلط لکھا جائے تو اسے کیسے درست کرنا ہے اور کمپیوٹر کا "کی بورڈ" بھی استعمال نہیں کرنا پڑتا۔ صرف ماؤس کے ذریعے اردو محقق کی مدد سے لکھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ "تلاش کریں" پر کلک کرنے سے اس لفظ کے متبادل جتنی معلومات ہوں گی کمپیوٹر آپ کو دکھائے گا۔

مزید کوئی دشواری ہو تو اس کیلئے بھی رہنمائی کی گئی ہے۔ جسے فہرست الفاظ، مدد، رابطہ، ہمارے متعلق سے واضح کیا گیا ہے۔ ان کے مطابق جو بھی مشکل ہو رہنما کے طور پر کام کرتے ہیں اور کسی بھی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں ہوتا۔

الفاظ کی تحقیق کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اگر کوئی لفظ ساخت کے اعتبار سے ایک جیسا ہے، مگر تلفظ اور معنی کے حوالے سے مختلف ہے تو اس کے متعلق بھی آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً میں اور میں کا فرق، میل، مَیل اور مِیل کا فرق وغیرہ۔ اس فرق کو مثالوں سے واضح کیا جاتا ہے۔

۱۔ میں بازار گیا۔

۲۔ بازار میں رش تھا۔

۳۔ نہ جانے کتنے مِیل پیدل چلنا پڑا۔

۴۔ آپ کے کپڑوں پر مَیل جما ہے۔

۵۔ جھنگ کے قریب تریمو ہیڈ پر تین دریاؤں کا میل ہوتا ہے۔

ان مثالوں کو اہل زبان یا ماہر زبان تو سمجھ سکتے ہیں مگر وہ لوگ جو کم اردو جانتے ہیں یا اردو کو سیکھنا چاہتے ہیں اور وہ طالب علم جنہوں نے اردو لکھنا اور بولنا شروع کیا ہے، انہیں جب تک وضاحت سے نہیں بتایا جائے گا، ان میں فرق نہیں کر سکیں گے۔ اس فرق کو واضح کرنے اور اس کمی کو دور کرنے میں یہ لغت بہت ہی مفید ثابت ہو گا۔ تمام اہم الفاظ الگ الگ کیے جا سکتے ہیں اسی طرح فعل، حرف، متعلق فعل، مرکب اور ضرب الامثال کو الگ الگ جتنی تعداد میں موجود ہوں، کو ایک ہی فہرست سے دیکھا جا سکتا ہے۔

لسانی تحقیق کا طریقہ بھی کم و بیش اسی طرح کا ہے جس طرح لفظی تحقیق کی جاتی ہے۔ ہے تو یہ بھی

لفظی تحقیق ہی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ اگر کسی لفظ کا لسانی ماخذ معلوم کرنا ہو، یعنی یہ لفظ کس زبان سے اردو زبان میں آیا ہے اور اس میں کس طرح تبدیلیاں کی گئی ہیں یا کون سا لفظ اسی طرح ہماری زبان کا حصہ بن گیا ہے۔ اس طرح کی تحقیق عموماً لسانیات کے طالب علم کی ضرورت ٹھہرتی ہے۔ عام قاری یا ادب کو پڑھنے والا اس بات میں دلچسپی نہیں لیتا کہ لفظ کس زبان سے آیا ہے بلکہ اس کی دلچسپی زیادہ تر معنی اور تلفظ پر ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ صرف معنی کو ہی دیکھتے ہیں اور تلفظ پر بھی اتنی توجہ نہیں دیتے۔ صرف سنے سنائے تلفظ کو ہی درست سمجھ لیتے ہیں۔ عام طور پر جس لفظ کی ادائیگی غلط مستعمل ہو جائے تو اسی کو ہی استعمال کیا جاتا ہے اور اسے درست کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔ اس لغت کے ذریعے لفظوں کی تحقیق درست تلفظ کی ادائیگی میں اہم کردار ادا کرے گی کیونکہ ہر لفظ کا تلفظ اس کی اصل ساخت کے مطابق ان کے سامنے آئے گا تو وہ اس طرح ادا کریں گے اور آئندہ استعمال میں بھی درست ہو جائے گی۔

خوبیاں

"آن لائن اردو لغت" میں بہت سے ابہام بھی یقیناً ہوں گے مگر بہت سی خوبیاں بھی ہیں، ان میں نمایاں درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہمہ وقت دستیابی۔

۲۔ اردو لفظ کی صرفی ونحوی اور معنوی معلومات۔

۳۔ اردو الفاظ کے انگریزی مفاہیم۔

ہمہ وقت دستیابی اس کی سب سے نمایاں خوبی ہے۔ کتب لغت اول تو اتنی آسانی سے میسر ہی نہیں آتیں، اگر آ جائیں تو ان میں کسی بھی لفظ کو تلاش کرنا اتنا مشکل ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ تلاش کی زحمت سے بچنے کیلئے اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ آئندہ اچھا نہیں ہوتا۔ دوسرا لائبریریاں بہت بڑا ذریعہ ہیں کتب کی فراہمی کا۔ مگر ان کے اوقات کار مقرر ہوتے ہیں یا وہاں تک رسائی مشکل بنا دی جاتی ہے۔ کتب لغت لائبریریوں میں حوالے کی کتابوں میں شامل ہوتی ہیں۔ انھیں گھر لا کر استعمال نہیں کیا جا سکتا وہاں مقررہ وقت میں کام مکمل کرنا پڑتا ہے۔ جامعات میں صرف طالب علموں کیلئے یہ سہولت

میسر آتی ہے اور پبلک لائبریریوں میں جانے اور ان سے استفادہ کرنے کیلئے کارڈ بنوانا اور پھر انہیں مقررہ وقت سے پہلے دوبارہ اجازت لینا بہت حد تک پیچیدہ عمل ہے۔ کچھ لائبریریاں لائف ممبر شپ دیتی ہیں مگر یہ سہولت وہ چند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں جنہیں مستقل لائبریری سے واسطہ رہتا ہے۔

الیکٹرانک میڈیا نے گھر گھر کمپیوٹر کے ذریعے جتنی سہولیات فراہم کردی ہیں، اس کی وسعت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ آج کل کے دور میں بہت کم گھرانے ایسے ہوں گے جہاں کمپیوٹر نہیں یا وہ اس کا استعمال نہیں جانتے۔ جو لوگ کمپیوٹر کا استعمال تو جانتے ہیں مگر کمپیوٹر کی سہولت گھر پر موجود نہیں تو وہ نیٹ کیفے جا کر اس ضرورت کو پورا کر لیتے ہیں اور کمپیوٹر پر ملنے والی معلومات سے استفادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اردو زبان کو پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اپنی بہت سی مشکلات حل کر سکتے ہیں۔

جدید تعلیمی نظام میں جس طرح کمپیوٹر کی تعلیم اہم ترین ہوتی جا رہی ہے اسی رفتار سے اس سے ملنے والی معلومات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ قاری، محقق، طلبہ کو گھر بیٹھے ہر طرح کی معلومات میسر آتی ہیں۔ جب بھی کوئی لفظ معلومات کے حوالے سے مسائل پیدا کرے تو اسی وقت کمپیوٹر سے اس کا حل تلاش کر لیا جانا اب کوئی مشکل بات نہیں رہی۔ دن ہو یا رات، جس وقت چاہیں اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

اردو الفاظ کی صرفی ونحوی اور معنوی معلومات کے حوالے سے بھی یہ لغت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جب بھی کسی لفظ کی صرف ونحو کے حوالے سے معلومات چاہیں یا معنی کے حوالے سے، ہر طرح کی معلومات کا ایک جگہ ملنا خوش آئند بات ہے اور اس لغت کو استعمال کرنے کیلئے زیادہ مشکل بھی پیش نہیں آتی۔ اردو لفظ کے انگریزی مفاہیم بھی موجود ہیں گو کہ ان کی تعداد بھی کم ہے مگر بہت حد تک اس مسئلے کا حل مل جاتا ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے کوئی لفظ انگریزی کا آ جائے یا اردو لفظ ایسا جس کی وضاحت کیلئے انگریزی کا لفظ جاننا ضروری ہے تو یہ مشکل بھی اسی لغت کے ذریعے بہت حد تک حل ہو جاتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ ہر طرح کی معلومات فراہم ہوتی ہیں بلکہ ہمہ وقت فراہمی زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

خامیاں

کسی چیز کی جہاں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں، وہاں کچھ خامیوں کا ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔ اسی سے اصلاح کا پہلو نکلتا ہے اور مزید بہتری کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔ "آن لائن اردو لغت" بھی بہت سی نئی معلومات کا تقاضا کرتی ہے جس کا ہونا آج کے دور کی اہم ضرورت ہے۔ چند اہم معلومات جن کا ہونا ضروری ہے، درج ذیل ہیں:

۱۔ چند اضافی معلومات کی کمی۔

۲۔ آواز کی کمی۔

۳۔ تصاویری مطالب کی کمی۔

چند اضافی معلومات کی کمی سے مراد ایسی کچھ معلومات جن کا صرفی و نحوی حوالے سے ہونا ضروری ہے۔ ان میں متضاد لفظ کو لسانی اور تکنیکی ساخت میں شامل کیا گیا مگر متضادات کا لغت الگ سے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے درج نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ بتاتے ہوئے ڈاکٹر سرمد حسین نے کہا کہ لسانیات کے ماہرین کو اپنی طرف سے کوئی بھی ایسی معلومات درج کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تاکہ اس پر اعتراضات نہ ہوں۔ اعتراضات سے بچنے کیلئے ایسا نہیں کیا گیا کیونکہ اگر کوئی اس پر تنقید کرتا ہے اور حوالے کیلئے کسی مستند لغت کا مطالبہ کرتا ہے۔ جس میں یہ تمام معلومات درج ہوں اور ہم اس کے کسی جواب کے لیے لغت کا حوالہ نہ دے سکیں۔

لکھی ہوئی چیز کی جو اہمیت ہوتی ہے وہ زبانی باتوں کی نہیں ہوتی۔ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کے متضاد موجود ہیں، گرامر کی کتابوں میں لکھے جاتے ہیں، الگ سے کوئی ایسی کتاب موجود نہ تھی جو اس کمی کو پورا کر سکتی۔ ہے

آواز کے حوالے سے بھی اسے جدید اصولوں کے مطابق بنایا جا سکتا تھا تاکہ وہ لوگ جو اردو زبان کا تلفظ پڑھ کر بھی ادا نہیں کر سکتے، انہیں آواز کے ذریعے سنایا جاتا کہ صحیح تلفظ سن کر درست ادائیگی کی جا سکے۔ آواز کی بہت بڑی ضرورت ان لوگوں کیلئے بھی ہے جو بصارت سے محروم ہیں۔ دیکھ کر پڑھنا ان لوگوں کیلئے ممکن نہیں۔ مختلف اخبارات اور دوسری معلومات ایسی ہیں جو بصارت سے محروم لوگ کمپیوٹر

کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔ کمپیوٹر کی تعلیم بھی ان لوگوں کیلئے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی عام لوگوں کیلئے۔ کمپیوٹر کیلئے ایسے سوفٹ ویئر تیار کرنا آج کے جدید دور میں کوئی مشکل بات نہیں۔

اس منصوبے پر اگر مزید کام ہوتا ہے تو امید کی جاسکتی ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش ضرور کی جائے گی تاکہ آواز کے ذریعے معلومات حاصل کرنے والے لوگ بھی اس سے اتنا ہی استفادہ کرسکیں جتنا دوسرے لوگ کرسکیں گے۔ اس منصوبے پر کام کرتے ہوئے یقیناً اس کمی کو محسوس کیا گیا ہوگا مگر وسائل اور وقت کے تقاضے نے اسے پھر کسی وقت کیلئے اٹھا رکھا ہوگا۔ اگر الیکٹرانک گورنمنٹ ڈائریکٹوریٹ کی طرف سے اس طرف سنجیدگی سے توجہ دی گئی تو اس کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

"آن لائن اردو لغت" کی بے شمار خوبیوں کے علاوہ ایک خامی ایسی ہے جس کا پورا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ کچھ الفاظ اور نام ایسے ہیں جنہیں باتصویر واضح کرنے سے اس کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ دوسری زبان کے سیکھنے والوں کیلئے آسانی رہتی ہے۔ کچھ جانوروں کے نام اور درختوں کے نام، سازوں کے نام، آلات کے نام ایسے ہیں جنہیں اگر تصویر کی مدد سے بتایا جائے تو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگی۔ پہلے سے موجود کتب لغت میں اس کمی کو محسوس کیا جاتا رہا ہے مگر کسی نے بھی اس پر توجہ نہیں دی۔ پرانی مثنویوں کو سمجھنے کیلئے باتصویر کتب لغت کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے ایک منصوبہ بنایا تھا مگر وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ ان کی صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ اس پر محنت کریں یا اس کام کی نگرانی کریں۔ وہ اس منصوبے کی تکمیل کا خواب اپنی آنکھوں میں ہی سجائے اس فانی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ یہ کام عام لغت تیار کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ پرانے دور میں استعمال ہونے والے آلات کی نشاندہی کرنا اور ان تصویروں کو تلاش کرنا الگ منصوبے کا تقاضا کرتا ہے۔

انٹرنیٹ پر موجود آن لائن لغات میں سے چند بڑے لغات جو انگریزی زبان میں ہیں، ان میں اس کمی کو بہت حد تک پورا کیا گیا ہے۔ جس لفظ کو تصویر سے واضح کرنا ضروری تھا، اسے واضح کر دیا گیا ہے۔ مگر "آن لائن اردو لغت" میں اس کمی کو بھی اگر پورا کر دیا جائے تو اس کی اہمیت دو چند ہو جائے گی۔

اس کی خوبیاں اور خامیاں اپنی جگہ، لیکن جب اس کا موازنہ دوسری کتب لغت یا اردو کے لغات جو انٹرنیٹ پر موجود ہیں، سے موازنہ کیا جائے تو ان میں سب سے زیادہ محنت سے تیار کردہ یہ لغت ہے۔ جہاں الیکٹرانک گورنمنٹ ڈائریکٹوریٹ کو اس منصوبے پر کام کروانے کا اعزاز حاصل ہوا اور وہ تعریف کے مستحق ہیں، وہاں ادارہ نیشنل یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ امرجنگ سائنسز لاہور جس کا پرانا نام (FAST) تھا، کا ذیلی ادارہ "مرکز تحقیقات اردو" بھی اس اعزاز کا مستحق ہے۔ ڈاکٹر سرمد حسین اور شفیق الرحمٰن و بلال محمد ہاشمی صاحب نے جس طرح محنت اور لگن سے اس منصوبے کو مکمل کروایا اور پوری ٹیم کو منظم طریقے سے چلایا اور اتنا عمدہ کام کیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ اردو زبان کی ایسی خدمت ہے جو اسے مردہ ہونے سے بچائے گی نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا گھر بیٹھے اس سے استفادہ کرے گی۔ جہاں جہاں اردو کو سمجھنے اور بولنے والے موجود ہیں، وہ کسی بھی مشکل کی صورت میں اس کا حل چند منٹ میں تلاش کر لیں گے۔ جنھیں اس سے پہلے اس زبان کو سمجھنا مشکل اور کچھ لوگوں کو ناممکن نظر آتا تھا۔ اس میں حروف تہجی کی ترتیب کا خاص خیال رکھا گیا جو اس سے پہلے کتب لغت میں کم دکھائی دیتا ہے۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں حروف تہجی کے حوالے سے ترتیب باقی تمام لغات کی نسبت معیاری ہے مگر دوسرے بہت سے لغات حروف تہجی کی ترتیب کے حوالے زیر بحث آتے رہتے ہیں۔ ان کو نئے سرے سے تیار کروا کر اور ترتیب کو درست کرنے کی ذمہ داری اگر کوئی بطریق احسن ادا کرے تو یہ مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔

اس سے پہلے کمپیوٹر پر لغت نویسی کی ضرورت کو محسوس کیا جاتا رہا ہے بلکہ ایک امید کے ساتھ یہ بھی کہا جاتا رہا کہ لغت مرتب کرنے والے اداروں نے اس فن کو خاصا فروغ دیا ہے مگر وہ دن دور نہیں جب کمپیوٹر کے کرشمے لغت نویسی کے قائم مقام ہو جائیں گے۔ آج ان سب لوگوں کی اس کمی کو بھی پورا کیا جا چکا ہے اور آئندہ اس میں اضافہ کی بھی امید ہے۔ مولوی عبدالحق نے جس لغت کی ضرورت کو محسوس کیا تھا کہ "ایک کامل لغت میں ہر لفظ کے متعلق یہ بتانا ضروری ہوگا کہ کب، کس طرح، کس شکل میں اردو زبان میں آیا اور اس کے بعد سے اور اس وقت سے تا حال اس کی شکل و صورت اور معانی میں کیا کیا تغیرات ہوئے۔" اسے بہت حد تک اردو لغت تاریخی اصول پر نبھایا گیا مگر "آن لائن

اردو لغت" میں تلفظ کی وضاحت اور لسانی ماخذ (Etymology) کی وضاحت زیادہ واضح ہے جس سے ابہام بہت حد تک ختم ہو گیا ہے جو "اردو لغت تاریخی اصول پر" میں محسوس کیا جاتا تھا۔

حواشی

1- www.crulp.org/oud

2- www.crulp.org./search results.aspx

۳۔ نظام مراتب، ترتیب وجود، درجہ بندی

۴۔ چھپے ہوئے فارم جن پر ساخت کا اردو ترجمہ تحریر ہے

۵۔ راقم کا انٹرویو، ڈاکٹر سرمد حسین سے، بمقام یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز (فاسٹ) لاہور، ۱۰ / مارچ ۲۰۰۷ء

۶۔ راقم کا انٹرویو، شکیل ناصر سے، بمقام یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز (فاسٹ) لاہور، ۱۸ / اکتوبر ۲۰۰۷ء

۷۔ راقم کا انٹرویو، ڈاکٹر سرمد حسین سے، بمقام یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمرجنگ سائنسز (فاسٹ) لاہور، ۱۰ / مارچ ۲۰۰۷ء

کتابیات

۱۔ آزاد، محمد حسین، آب حیات، شیخ مبارک علی تاجران کتب، لاہور (بار شانز دہم)، ۱۹۵۴ء

۲۔ آمنہ صدیقی (مرتب)، افکار عبدالحق، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ۱۹۶۲ء

۳۔ ابو سلمان شاہجہان پوری، ڈاکٹر، (مرتب)، کتابیات اردو املا اور دوسرے مسائل، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، اسلام آباد، مارچ ۱۹۸۶ء

۴۔ ابو سلمان شاہجہاں پوری، ڈاکٹر، (مرتب) کتابیات قواعد اردو، قومی زبان، پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

۵۔ ابو سلمان شاہجہان پوری، ڈاکٹر، (مرتب) کتابیات اردو اصطلاحات سازی، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

۶۔ ابو سلمان شاہجہان پوری، ڈاکٹر، (مرتب) کتابیات لغات اردو، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

۷۔ ابو سلمان شاہجہان پوری، ڈاکٹر، برصغیر پاک و ہند کے علمی، ادبی اور تعلیمی ادارے۔ گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، ۱۹۷۳ء

۸۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر ادب و لسانیات، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۰ء

۹۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، جامع القواعد (حصہ صرف) مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء

۱۰۔ اثر لکھنوی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد چہارم، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، طبع اوّل، مارچ ۱۹۸۷ء

۱۱۔ احتشام حسین سید، اردو ادب کی تنقیدی تاریخ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، طبع پنجم، ۲۰۰۳ء

۱۲۔ احتشام حسین سید، ہندوستانی لسانیات کا خاکہ، دانش محل لکھنو، بار اوّل، ۱۹۴۸ء

۱۳۔ اسلم فرخی، ڈاکٹر محمد حسین آزاد، حیات اور تصانیف، انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۶۵ء

۱۴۔ اشرف علی، تحفظ دستاویزات و کتب خانہ، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، اسلام آباد، طبع اوّل، ۱۹۹۳ء

۱۵۔ اشرف علی کتب اور کتب خانوں کی تاریخ، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد،

طبع اول ۲۰۰۲ء

۱۶۔ اعجاز راہی، املا، رموز اوقاف کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

۱۷۔ افتخار حسین آغا، یورپ میں اردو، مرکزی اردو بورڈ لاہور، باراول ۱۹۶۸ء

۱۸۔ افتخار حسین آغا، یورپ میں تحقیقی مقالے، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۷ء

۱۹۔ امداد صابری، فرنگیوں کا جال، امداد صابری، پبلشرز، چوڑی والا، دہلی، ۱۹۳۹ء

۲۰۔ انجمن ترقی اردو حیدرآباد، اردو کے رومن خط ۱۹۵۰ء

۲۱۔ انصار اللہ، محمد، ڈاکٹر، سنسکرت اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۳ء

۲۲۔ انشاء اللہ خاں، انشاء، دریائے لطافت (ترجمہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی) انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد (دکن)، ۱۹۵۵ء

۲۳۔ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، بیرونی ممالک میں اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، طبع اول، ۱۹۹۶ء

۲۴۔ انور جمال، ادبی اصطلاحات، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، طبع دوم، ۱۹۹۸ء

۲۵۔ انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی ۱۹۸۵ء

۲۶۔ ایف فیلن و کریم الدین، تذکرۂ طبقات الشعراء ہند، طبقہ دوم مع تعلیقات، مرتبہ عطا الرحمٰن عطا کاکوروی، عظیم الشان بک ڈپو، پٹنہ، ۱۹۷۱ء

۲۷۔ ایف فیلن و کریم الدین، تذکرۂ طبقات الشعراء ہند، طبقہ سوم، مرتبہ عطا الرحمٰن عطا کاکوروی، ریسرچ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ، ۱۹۶۷ء

۲۸۔ ایف فیلن و کریم الدین، تذکرۂ طبقات الشعراء، ہند، طبقہ چہارم، مرتبہ عطا الرحمٰن عطا کاکوروی، دائرہ ادب، پٹنہ، ۱۹۶۳ء

۲۹۔ ایم سلطانہ بخش، اردو میں اصول تحقیق (جلد اول) مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۳۰۔ ایم سلطانہ بخش، اردو میں اصول تحقیق (جلد دوم) مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۳۱۔ ایوب صابر، پروفیسر (مرتبہ) پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

۳۲۔ بشیر الدین احمد، واقعات دارالحکومت، دہلی، تالیف (۱۳۷۷ھ) جلد دوم، شمسی مشین

پریس، آگرہ، ۱۹۱۹ء
۳۳۔ انجمن شلزے، ہندوستانی گرامر، (ترتیب و ترجمہ و تعلیمات ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر) مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اول ستمبر ۱۹۷۷ء
۳۴۔ بیمز جان، ہندوستانی لسانیات کا خاکہ، (اردو ترجمہ سید احتشام حسین) لکھنو، بار سوم، جولائی ۱۹۶۳ء
۳۵۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، (چھٹی جلد۔ ۱۲۷ء تا ۱۷۰۷ء) (اردو ادب اوّل) طبع اوّل، ۱۹۷۱ء
۳۶۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، (ساتویں جلد۔ ۱۷۰۷ء تا ۱۸۰۳ء)، (اردو ادب دوم)، طبع اوّل، ۱۹۷۱ء
۳۷۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، (آٹھویں جلد۔ ۱۸۰۳ء تا ۱۸۵۷ء)، اردو ادب، سوم) طبع اوّل، ۱۹۷۱ء
۳۸۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، (نویں جلد۔ ۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء)، (اردو ادب، چہارم) طبع اوّل، ۱۹۷۲ء
۳۹۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، دسویں جلد۔ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۷۲ء)، (اردو ادب، پنجم) طبع اوّل، ۱۹۷۲ء
۴۰۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، جعفر بلوچ، یادنامۂ داؤدی (ترتیب)، دوارالتذکیر، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار لاہور، سال اشاعت جنوری ۲۰۰۳ء
۴۱۔ ترقی اردو بورڈ، نمونۂ لغات اردو، انجمن ترقی بورڈ، کراچی، ۱۹۶۱ء
۴۲۔ تنہا، محمد یحیٰی، سیر المصنفین (جلد اوّل) عالمگیر الیکٹرک پریس، لاہور ۱۹۳۸ء
۴۳۔ جرجی زیدان، الفلسفۃ اللغویہ فی الالفاظ العربیہ، جلد اوّل، مطبع الہلال، قاہرہ، مصر، ۱۹۶۴ء
۴۴۔ جابر علی سید، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی مطالعہ، جلد اوّل، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۴ء
۴۵۔ جابر علی سید، لسانی و عروضی مقالات، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، مارچ ۱۹۸۹ء
۴۶۔ جلال لکھنوی، ضامن علی، سرمایہ زبان اردو، ادارہ فروغ اردو لکھنو، ۱۳۰۳ھ
۴۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، (جلد اوّل) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۴ء
۴۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، (جلد دوم) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۷ء
۴۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، (جلد سوم) مجلس ترقی ادب، لاہور ۲۰۰۶ء

۵۰۔ جوش ملیح آبادی، الہام وافکار، مکتبہ جوش اکیڈمی، کراچی، طبع اول، ۱۹۶۶ء

۵۱۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، تیسرا ایڈیشن، ۱۹۶۶ء

۵۲۔ حبیب خیال، ڈاکٹر، "دکنی زبان کے قواعد"، کراچی، بار اول، ۱۹۶۹ء

۵۳۔ حمید الدین خواجہ، اردو میں سائنسی ادب ۱۵۹۱ تا ۱۹۰۰ء ایوان اردو کتاب گھر، کراچی ۱۹۶۹ء

۵۴۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، اردو لغت (رسالہ ہندوستانی الٰہ آباد، ۱۹۳۱ء۔
۱۹۳۸ء سے انتخاب) مرتب: ع رب، پٹنہ، ۱۹۹۳ء

۵۶۔ خلیق انجم، متنی تنقید، سنگت پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء

۵۷۔ خلیق انجم (مرتب) پروفیسر مسعود حسین خان (ایک جامع حیثیات شخصیت)، انجمن ترقی
اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء

۵۸۔ خلیل صدیقی، زبان کا ارتقاء، زمرد پبلی کیشنز، کوئٹہ، طبع دوم، ۲۰۰۰ء

۵۹۔ خلیل صدیقی، لسانی مباحث، زمرد پبلی کیشنز، کوئٹہ، اشاعت ۱۹۹۱ء

۶۰۔ خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ، قلات پبلشرز، مستونگ (قلات ڈویژن)، ۱۹۶۳ء

۶۱۔ ڈائمنڈ ایم۔ ایس "مسلمانوں کے فنون" (اردو ترجمہ ڈاکٹر عنایت اللہ)، لاہور، ۱۹۶۳ء

۶۲۔ ذکاء اللہ، مولوی، تاریخ ہندوستان، مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڑھ، ۱۹۲۶ء

۶۳۔ ذوالفقار، غلام حسین، ڈاکٹر، اردو شاعری کا سیاسی وسماجی پس منظر، سنگ میل پبلی کیشنز،
لاہور، ۱۹۸۹ء

۶۴۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، نامی پریس، لاہور، ۱۹۶۳ء

۶۵۔ رشید حسن خان، اردو املاء، نیشنل بک اکادمی، دریا گنج، دہلی، ۱۹۷۴ء

۶۶۔ رشید حسن خان، ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ الفیصل ناشران کتب، لاہور، نومبر ۲۰۰۳ء

۶۷۔ رشید حسن خان، تفہیم، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، طبع اول، ۱۹۹۱ء

۶۸۔ رضیہ نور محمد، ڈاکٹر، اردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی
جائزہ، مکتبہ خیابان ادب، لاہور، پہلا ایڈیشن، اپریل ۱۹۸۵ء

۶۹۔ رضی الدین صدیقی، محمد، ڈاکٹر، بہادر یار جنگ اکادمی، سراج الدولہ روڈ، کراچی، طبع اول،
جون ۱۹۸۴ء

۷۰۔ رفاقت علی شاہد، تحقیق شناسی (ترتیب وتحشیہ)، القمر انٹرپرائزز، لاہور، طبع اول، ۲۰۰۳ء

۷۱۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، زاہد منیر عامر ڈاکٹر (مرتبین) ارمغان شیرانی، شعبہ اردو، پنجاب

یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، اشاعت اوّل، فروری ۲۰۰۲ء

۷۲۔ زور، قادری، ڈاکٹر سید محی الدین، ہندوستانی لسانیات، لکھنؤ، مارچ ۱۹۶۰ء

۷۳۔ زور، محی الدین قادری، ڈاکٹر، گارساں دتاسی اور اس کے بہی خواہان اردو، (طبع ثانی) سب رنگ، حیدر آباد، دکن، ۱۹۳۱ء

۷۴۔ زور، محی الدین قادری، سید، ڈاکٹر، چند شخصیات چند تاثرات، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، جون ۱۹۶۲ء

۷۵۔ سبزواری شوکت، ڈاکٹر، "اردو لسانیات"، کراچی، اشاعت، اوّل، ۱۹۶۶ء

۷۶۔ سبزواری شوکت، ڈاکٹر، "اردو زبان کا ارتقاء"، پاک گھر، ۳۹ پٹواٹولی، ڈھاکہ، ۱۹۵۶ء

۷۷۔ سبزواری شوکت، ڈاکٹر، "اردو زبان کا ارتقاء"، ڈھاکا، اشاعت اوّل، ۱۹۵۶ء

۷۸۔ سبزواری شوکت، ڈاکٹر، "داستان زبان اردو" کراچی، بار اوّل، ۱۹۶۰ء

۷۹۔ سر سید احمد خان، مکتوبات سر سید مرتبہ اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء

۸۰۔ سکسینہ رام بابو، تاریخ ادب اردو (ترجمہ محمد حسن عسکری)، (مرتب تبسم کاشمیری)، علمی بک ہاؤس، اردو بازار لاہور، جدید ایڈیشن، ۱۹۸۳ء

۸۱۔ سلطان محمد حسین، تعلیقات خطبات گارساں دتاسی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۷ء

۸۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، چودھواں ایڈیشن، ۱۹۸۹ء

۸۳۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، فروری ۱۹۹۱ء

۸۴۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو رسم الخط کے بنیادی مباحث، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۸ء

۸۵۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، نظامیات اردو، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۹ء

۸۶۔ سلیمان ندوی، سید، نقوش، سلیمانی، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۳۹ء

۸۷۔ سید احمد دہلوی، رسوم دہلی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۳ نومبر ۱۹۶۳ء

۸۸۔ سید ہاشمی فرید آبادی، پنجاہ سالہ، تاریخ انجمن ترقی اردو، انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۵۳ء

۸۹۔ شاہاں، ذکاؤ الدین، ڈاکٹر، مقدمہ اٹھارھویں صدی کی اردو شاعری کی فرہنگ (حصہ اوّل)، ناشر (مصنف) علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۹ء

۹۰۔ شبیر بخاری، سید، میکالے اور برصغیر کا نظام تعلیم، مخدوم جہانیاں اکادمی، علامہ اقبال

ناولز، لاہور، طبع دوم ۱۹۸۴ء
۹۱۔ شفقت رضوی، اردو کے یورپین شعراء، ماڈرن پبلشرز، کراچی، اشاعت اوّل، جون ۱۹۸۱ء
۹۲۔ شفقت رضوی، اہل یورپ کی اردو خدمات، ماڈرن پبلشرز، کراچی، س ن
۹۳۔ شمس الرحمن فاروقی، تنقیدی افکار، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، حکومت ہند، نئی دہلی، طبع دوم، ۲۰۰۴ء
۹۴۔ شمس اللہ قادری، حکیم، اردوئے قدیم، علیمیہ کا پرنٹنگ پریس، کراچی، ۱۹۶۳ء
۹۵۔ شوکت مغل، قدیم اردو کی لغت اور سرائیکی زبان، مجلس ادب، ملتان، طبع اول ۱۹۸۷ء
۹۶۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، داستان زبان اردو، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، طبع دوم ۱۹۸۷ء
۹۷۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، تاریخ تبلیغ اسلام در ہند، عبدالعظیم تاجر کتب منیجر احمدیہ بک ڈپو قادیان (مشرقی پنجاب) طبع اوّل، ۱۹۵۷ء
۹۸۔ شیرانی، حافظ محمود، پنجاب میں اردو (مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی)، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع سوم، ۱۹۶۳ء
۹۹۔ شیرانی، حافظ محمود، مقالات حافظ محمود شیرانی (جلد اوّل)، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع دوم، فروری ۱۹۸۷ء
۱۰۰۔ شیرانی، حافظ محمود، مقالات حافظ محمود شیرانی (جلد دوم)، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل، دسمبر ۱۹۶۶ء
۱۰۱۔ شیرانی، حافظ محمود، مقالات حافظ محمود شیرانی (جلد سوم)، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل، جون ۱۹۶۹ء
۱۰۲۔ شیرانی، حافظ محمود، مقالات حافظ محمود شیرانی (جلد ششم)، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل، جون ۱۹۶۹ء
۱۰۳۔ شیرانی، حافظ محمود، مقالات حافظ محمود شیرانی (جلد ہفتم)، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل، فروری ۱۹۷۰ء
۱۰۴۔ شیرانی، حافظ محمود، مقالات حافظ محمود شیرانی (جلد نہم)، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل، جون ۱۹۹۸ء
۱۰۵۔ صدیق الرحمن قدوائی، ماسٹر رام چندر، ادبی پرنٹنگ پریس، بمبئی، اشاعت اوّل ۱۹۶۱ء
۱۰۶۔ عابد علی عابد، سید، اسلوب، مجلس ترقی ادب لاہور، طبع دوم، جون ۱۹۹۶ء

۱۰۷۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، مباحث، مجلس ترقی ادب لاہور، طبع اوّل، ۱۹۶۵ء
۱۰۸۔ عبدالحق، ڈاکٹر، تنقیدات عبدالحق، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۳۹ء
۱۰۹۔ عبدالحق، ڈاکٹر، مولوی، بابائے اردو، قواعد اردو، لاہور اکیڈمی، لاہور، س ن
۱۱۰۔ عبدالحق، ڈاکٹر، مولوی، مقدمات عبدالحق، کراچی، ۱۹۶۳ء
۱۱۲۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، بابائے اردو، مقدمات عبدالحق (مرتبہ عبادت بریلوی) اردو مرکز لاہور، ۱۹۶۴ء
۱۱۳۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، بابائے اردو (مولف)، لغت کبیر، (جلد اوّل) انجمن ترقی اردو، کراچی، اشاعت اوّل، ۱۹۷۳ء
۱۱۴۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، (نوشتہ) انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، طبع ششم، ۱۹۹۳ء
۱۱۵۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، بابائے اردو، اردو صرف ونحو، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، پہلی بار جنوری ۱۹۶۱ء
۱۱۶۔ عبدالحق، ڈاکٹر، مہر، ملتانی اور اس کا اردو سے تعلق، بہاولپوری، پہلی بار ۱۹۶۷ء
۱۱۷۔ عبدالحمید صدیقی، انگریزی نظم تعلیم کا اساسی تخیل (لارڈ میکالے کی تاریخی یادداشت کا ترجمہ اور اس پر تبصرہ) روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۶۴ء
۱۱۸۔ عبدالمجید میمن، سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، طبع اوّل، مارچ ۱۹۹۲ء
۱۱۹۔ عبداللہ یوسف علی، انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، ہندوستانی اکیڈمی، یو۔پی، الہ آباد، ۱۹۳۶ء
۱۲۰۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، اردو ادب، ۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۶ء تک، مکتبہ خیابان ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء
۱۲۱۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، مباحث، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۵ء
۱۲۲۔ عبداللہ سید، ڈاکٹر، وجہی سے عبدالحق تک، مکتبہ خیابان ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء
۱۲۳۔ عبیدہ بیگم، امتیاز علی خان، اسد علی یکتا، (مرتب)، دستور الفصاحت، ہندوستانی پریس، رام پور، ۱۹۴۳ء
۱۲۴۔ عزیز، محمد، اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، طبع دوم، ۱۹۸۹ء
۱۲۵۔ عصمت جاوید، نئی اردو قواعد، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، طبع دوم، ۱۹۸۵ء

۱۲۶ـ عطش درانی، مغربی پاکستان میں ترجمے کے قومی اور عالمی مراکز، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

۱۲۷ـ عطش درانی، ڈاکٹر، پاکستانی اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۲ء

۱۲۸ـ عطش درانی، ڈاکٹر، اصطلاحی مباحث، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء

۱۲۹ـ عطش درانی، ڈاکٹر، اردو اصطلاحات سازی، انجمن شرقیہ علمیہ، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء

۱۳۰ـ عنایت اللہ شیخ، ڈاکٹر، تحقیق اللغات، ربن پریس لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۳، ۵، ۷، ۸، ۱۱

۱۳۱ـ علی حیدر، پروفیسر، نقد ادب، کتاب منزل، ۱۹۶۰ء

۱۳۲ـ عملہ ادارت مرکزی اردو بورڈ (مرتب) اردو کے خوابیدہ الفاظ، مرکزی اردو بورڈ لاہور، طبع اوّل اپریل ۱۹۷۲ء

۱۳۳ـ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، تاریخ اورینٹل کالج، جدید اردو ٹائپ پریس، لاہور، ۱۹۶۲ء

۱۳۴ـ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، جامع القواعد (حصہ نحو) مرکزی اردو بورڈ، لاہور ۱۹۷۳ء

۱۳۵ـ فدا علی خان، پروفیسر، خان بہادر، قواعد اردو، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء

۱۳۶ـ فرخندہ لودھی، اردو اور فارسی میں نقل حرفی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل، جون ۱۹۸۶ء

۱۳۷ـ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۲ء

۱۳۸ـ فرمان فتح پوری، ہندی اردو تنازعہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۷۷ء

۱۳۹ـ فرمان فتح پوری، زبان اور اردو زبان، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء

۱۴۰ـ فرمان فتح پوری، اردو نثر کا فنی ارتقاء، اردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۹ء

۱۴۱ـ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو املاء اور قواعد (مسائل و مباحث)، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، طبع اوّل، ۱۹۹۰

۱۴۲ـ قاضی عبدالودود، فرہنگ آصفیہ پر تبصرہ، خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ، ۱۹۸۱ء

۱۴۳ـ قدرت نقوی، سید، لسانی مقالات (حصہ اوّل) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۸ء

۱۴۴ـ قدرت نقوی، سید، لسانی مقالات (حصہ دوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۸ء

۱۴۵ـ قرآن مجید، سورۃ الرحمٰن، آیت نمبر ۳،۴

۱۴۶ـ قمر رئیس، ترجمہ فن اور روایت، تاج پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، جون ۱۹۷۶ء

۱۴۷ـ قومی کتاب مرکز پاکستان، اردو میں حوالے کی کتابیں، ایسٹ پریس کراچی، مارچ ۱۹۶۵ء

۱۴۸۔ کریم الدین احمد، مولوی، امیر مینائی اور ان کے تلامذہ، عقیل آرٹ پریس، لاہور، ۱۹۸۲ء

۱۴۹۔ کریم الدین احمد، مولوی، گلدستہ نازنیناں، اینگلو پرنٹرس، الٰہ آباد، ۱۸۳۵ء

۱۵۰۔ گارسین دتاسی، خطبات گارسین دتاسی حصہ دوم مع مقدمہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق انجمن ترقی اردو پاکستان، بابائے اردو بورڈ، کراچی، اشاعت ثانی ۱۹۷۳ء

۱۵۱۔ گارسین دتاسی، مقالات دتاسی، جلد اول، انجمن ترقی اردو، کراچی، طبع دوم، ۱۹۶۴ء

۱۵۲۔ گارسین دتاسی، مقالات گارسین دتاسی، ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۳ء تک، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی، ۱۹۴۳ء (پہلا ایڈیشن)

۱۵۳۔ گل کرسٹ، جان، ڈاکٹر، قواعد اردو مشہور بہ رسالہ گل کرسٹ (مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی) مجلس ترقی ادب لاہور، طبع اول، دسمبر ۱۹۶۲ء

۱۵۴۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر (مرتب) لغت نویسی کے مسائل، ماہنامہ کتاب نما، جامعہ نگر، نئی دہلی، ایڈیشن پہلا، ستمبر ۱۹۵۸ء

۱۵۵۔ گوہر نوشاہی (مرتب)، اردو املاء اور رموز اوقاف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول، جون ۱۹۸۶ء

۱۵۶۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، لسانی رشتے، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۳ء

۱۵۷۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، لسانی مطالعے، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، طبع سوم، ۱۹۹۱ء

۱۵۸۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، طبع دوم، ۲۰۰۲ء

۱۵۹۔ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، طبع اول ۱۹۸۵ء

۱۶۰۔ لالہ سری رام، خم خانہ جاوید، (جلد اول) منشی نول کشور پریس، لاہور ۱۹۰۸ء

۱۶۱۔ لالہ سری رام، خم خانہ جاوید (جلد دوم، سوم، چہارم) منشی نول کشور پریس، ۱۹۰۸ء

۱۶۲۔ مالک رام، قدیم دہلی کالج، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی ۱۹۷۶ء

۱۶۳۔ محمد انصاری، ابوالقاسم فلسفہ لغت، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت اول

۱۶۴۔ محمد افضل الدین، اقبال فورٹ سینٹ جارج کالج، معین پبلی کیشنز، حیدرآباد، ۱۹۷۹ء

۱۶۵۔ محمد سرفراز علی، تذکرہ یورپین شعراء اردو، ادارہ اشاعت اردو، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۴۳ء

۱۶۶۔ محمد سعید، ارباب نثر اردو، مکتبہ ابراہیمی، حیدرآباد دکن، ۱۹۳۷ء

۱۶۷۔ محمد عتیق صدیقی، ڈاکٹر، گل کرسٹ اور اس کا عہد، انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ اشاعت پہلی، ۱۹۶۰ء
۱۶۸۔ محمد عزیز، ڈاکٹر، مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ، انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، ۱۹۵۵ء
۱۶۹۔ محمود ناصر و مقصود ہ ہاتو، شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، زاہد بشیر پریس، لاہور، ۱۹۸۷ء
۱۷۰۔ محمود ہاشمی، برطانیہ میں اردو کی تعلیم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء
۱۷۱۔ محی الدین قادری زور، سید، ہندوستانی لسانیات، عزیز پبلشرز، اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۴ء
۱۷۲۔ مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، پہلا ایڈیشن ۲۰۰۰ء
۱۷۳۔ مصباح العثمان (مرتب) اردو ڈکشنری بورڈ، کراچی، ۱۹۹۷ء
۱۷۴۔ مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات (جلد اول)، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اول، جون ۱۹۹۳ء
۱۷۵۔ مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات (جلد دوم)، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اول، جون ۱۹۹۵ء
۱۷۶۔ معراج نیر سید، ڈاکٹر، بابائے اردو، ڈاکٹر مولوی عبدالحق (فن اور شخصیت)، ابلاغ، اردو بازار لاہور، اشاعت اول، اکتوبر ۱۹۹۵ء
۱۷۷۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، تحریک آزادی میں اردو کا حصہ، انجمن ترقی اردو کراچی، اشاعت اول، ۱۹۷۶ء
۱۷۸۔ معین الرحمٰن سید، توبۃ النصوح پر پہلی تنقید، صحیفہ، مجلس ترقی ادب، لاہور، شمارہ ۵۱، اپریل ۱۹۷۰ء
۱۷۹۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر، عبدالحق، احوال و آثار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۶ء
۱۸۰۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر، نقد عبدالحق، نذر سنز، لاہور، ۱۹۶۷ء
۱۸۱۔ مقیت الحسن، سید، کلکتہ کے قدیم اردو مطابع اور ان کی مطبوعات، عثمانیہ بک ڈپو، کلکتہ ۱۹۸۲ء
۱۸۲۔ منصف خان سحاب، نگارستان، دار التذکیر، لاہور ۲۰۰۳ء
۱۸۳۔ میر حسن، ایم۔ اے۔، مغربی تصانیف کے اردو تراجم، ادارہ ادبیات اردو مکتبہ، ابراہیمیہ مشین پریس، (حیدر آباد دکن)، ۱۹۳۹ء
۱۸۴۔ نادم سیتاپوری، فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی، ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ، ۱۹۵۹ء
۱۸۵۔ نثار احمد قریشی (مرتب)، ترجمہ فن اور روایت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۶ء
۱۸۶۔ نجیب اشرف ندوی (مرتب) لغات گجری، ادبی پبلشرز، شیفرڈ روڈ، بمبئی طبع اول ۱۹۶۲ء

۱۸۷۔ نذیر احمد، پروفیسر، یادگار نامۂ قاضی عبدالودود، غالب انسٹیٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۲۰۰۰ء

۱۸۸۔ نذیر احمد، پروفیسر (مرتب) قاضی عبد الودود، (تحقیقی و تنقیدی جائزے)، غالب انسٹیٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت دسمبر ۱۹۹۱ء

۱۸۹۔ نذیر احمد، پروفیسر (مرتب) حافظ محمود شیرانی (تحقیقی مطالعے) غالب انسٹیٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت دسمبر ۱۹۹۱ء

۱۹۰۔ نسیم قریشی، اردو ادب کی تاریخ، آزاد کتاب گھر، کلاں محل دہلی، کمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۵۵ء

۱۹۱۔ نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر، دلی کا دبستان شاعری، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۶۶ء

۱۹۲۔ نور اللہ نائک، سید، تاریخ تعلیم ہند (۱۸۰۰ء تا ۱۹۶۵ء)، (ترجمہ مسعود الحق) مکتبہ جامع دہلی، ۱۹۷۳ء

۱۹۳۔ وارث سرہندی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی مطالعہ، جلد ششم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد طبع اول، اگست ۱۹۸۷ء

۱۹۴۔ وارث سرہندی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد ہفتم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول، ۱۹۹۵ء

۱۹۵۔ وارث سرہندی، زبان و بیان (لسانی مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

۱۹۶۔ وحیدالدین سلیم، سید، وضع اصطلاحات، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، طبع دوم، ۱۹۸۸ء

۱۹۷۔ وحید قریشی، کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ، مکتبہ ادب جدید، لاہور، ۱۹۶۵ء

۱۹۸۔ وقار راشدی، بنگال میں اردو، اردو پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۵۳ء

۱۹۹۔ وقار عظیم، سید، فورٹ ولیم کالج (تحریک و تاریخ) یونیورسل بکس لاہور، ۱۹۶۶ء

۲۰۰۔ ہاشمی، نصیرالدین، دکنی کلچر، مجلس ترقی ادب، لاہور، دسمبر ۱۹۶۳ء

۲۰۱۔ یوسف بخاری، سید، خطاطی اور ہمارا رسم الخط، ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی، نقش اوّل مئی ۱۹۵۹ء مطابق شوال ۱۳۷۸ھ

مقالات

۱۔ انجم رحمانی، فقیر محمد، برطانوی دور میں اردو کے فروغ میں پنجاب کے نظم تعلیم کا حصہ، (مقالہ پی ایچ ڈی) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۸۰ء

۲۔ انور علی سید، اردو لغت کا ارتقاء (مقالہ پی ایچ ڈی) سندھ یونیورسٹی جامشورو، ۱۹۷۶ء

۳۔ حامد بیگ مرزا، اردو ادب میں انگریزی سے نثری تراجم، (مقالہ پی ایچ ڈی)، شعبہ اردو،

پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۸۶ء

۴۔ رخشندہ گل، اردو ادب میں عیسائیوں کی خدمات، (مقالہ پی ایچ ڈی) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۱ء

۵۔ رضیہ نور محمد، اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات تحقیقی و تنقیدی جائزہ، (مقالہ پی ایچ ڈی) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۵ء

۶۔ روشن آرا راؤ، ادبیات اردو کے ارتقاء میں رسائل کا کردار (مقالہ پی ایچ ڈی) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۱ء

۷۔ شائستہ بٹ، اردو کے یورپین شعراء (مقالہ ایم اے، اردو) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۳ء

۸۔ عبدالحفیظ، فورٹ ولیم کالج (۱۸۰۰ء تا ۱۸۵۴ء)، (مقالہ پی ایچ ڈی)، شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۸۸ء

۹۔ عطش درانی، عطاء اللہ، اردو میں اصطلاحات سازی کی کوششوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، (مقالہ پی ایچ ڈی) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۱ء

۱۰۔ عفیرہ حامد علی، اردو زبان و ادب کی ترقی میں صحافت کا حصہ (۱۸۲۲ء تا ۱۹۴۷ء)، (مقالہ پی ایچ ڈی) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۷ء

۱۱۔ فوزیہ زیدی، سیدہ، اردو لغات کا تقابلی جائزہ (مقالہ ایم اے، اردو) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۲۔ فیضان دانش محمد، صرف و نحو، اردو اصلاح زبان کی کتابیں، (مقالہ ایم اے، اردو) شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۶۳ء

لغات

۱۔ آرزو، سراج الدین علی خاں، نوادر الفاظ مع غرائب اللغات، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۵۱ء

۲۔ آفاق بنارسی، منشی غلام حسین، معین الادب معروف بہ معین الشعراء، صدیقی بک ڈپو لکھنؤ ۱۳۵۲ھ

۳۔ آل انڈیا ایجوکیشنل لٹریری بک سوسائٹی، اصول لغت اردوئے معلیٰ، آل انڈیا ایجوکیشنل لٹریری بک سوسائٹی، لاہور (پہلا ایڈیشن)، ۱۹۳۵ء

۴۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، بنیادی اردو، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، بار اوّل، ۱۹۶۵ء

۵۔ اثر لکھنوی، فرہنگ اثر، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، ۱۹۶۱ء

۶۔ احسان دانش، اردو مترادفات، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، طبع اول، مارچ ۱۹۷۰ء

۷۔ احسان دانش، لغات الاصلاح، مکتبۂ دانش، مزنگ، لاہور، ۱۹۵۲ء

۸۔ احمد دہلوی، سید، فرہنگ آصفیہ (جلد اول تا چہارم) مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۷۴ء

۹۔ احمد دہلوی، سید، فرہنگ آصفیہ (جلد اول تا چہارم) اردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع چہارم، ۲۰۰۳ء

۱۰۔ احمد دہلوی، سید، لغات النساء، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۸ء

۱۱۔ احمد دہلوی، سید، لغات اردو، مطبع گلزار شملہ، ۱۸۸۸ء

۱۲۔ اردو سائنس بورڈ، لاہور، فرہنگ اصطلاحات (جلد اول)، طبع اول، مئی ۱۹۸۴ء

۱۳۔ اردو سائنس بورڈ، لاہور، فرہنگ اصطلاحات (جلد دوم)، طبع اول، مئی ۱۹۸۵ء

۱۴۔ اردو سائنس بورڈ، لاہور، فرہنگ اصطلاحات (جلد سوم)، طبع اول، نومبر ۱۹۸۵ء

۱۵۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد اول)، سال اشاعت ۱۹۷۷ء

۱۶۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد دوم)، سال اشاعت ۱۹۷۹ء

۱۷۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد سوم)، سال اشاعت ۱۹۸۱ء

۱۸۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد چہارم)، سال اشاعت ۱۹۸۲ء

۱۹۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد پنجم)، سال اشاعت ۱۹۸۳ء

۲۰۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد ششم)، سال اشاعت ۱۹۸۴ء

۲۱۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد ہفتم)، سال اشاعت جون ۱۹۸۶ء

۲۲۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد ہشتم)، سال

اشاعت دسمبر ۱۹۸۷ء
۲۳۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد نہم)، سال اشاعت دسمبر ۱۹۸۸ء
۲۴۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد دہم)، سال اشاعت جنوری ۱۹۹۰ء
۲۵۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد یازدہم)، سال اشاعت مئی ۱۹۹۰ء
۲۶۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد دوازدہم)، سال اشاعت جنوری ۱۹۹۱ء
۲۷۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد سیزدہم) سال اشاعت جون ۱۹۹۱ء
۲۸۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد چہاردہم)، سال اشاعت جنوری ۱۹۹۲ء
۲۹۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد پانزدہم)، سال اشاعت جون ۱۹۹۳ء
۳۰۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد شانزدہم)، سال اشاعت جون ۱۹۹۴ء
۳۱۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد ہفدہم)، سال اشاعت دسمبر ۲۰۰۰ء
۳۲۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد ہژدہم)، سال اشاعت جون ۲۰۰۲ء
۳۳۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد نوزدہم) سال اشاعت، جون ۲۰۰۵ء
۳۴۔ اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی، اردو لغت تاریخی اصول پر (جلد بیست وکیم)، سال اشاعت مارچ ۲۰۰۷ء
۳۵۔ اثر لکھنوی، فرہنگ اثر، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

۳۶۔ اسحاق جلالپوری، محمد (فنی تدوین) درسی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول، ۲۰۰۱ء

۳۷۔ اشرف علی، مولوی، مصطلحات اردو، مطبع نامی، لکھنو ۱۸۹۰ء

۳۸۔ اشرف محمد، حکیم لغات الشعراء، جلال دین ٹرسٹ بلڈنگ، چوک اردو بازار لاہور، طبع اول ۱۹۷۹ء

۳۹۔ اشرف کریم (مرتب)، جدید اردو لغت (طلبہ کیلئے)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول ۲۰۰۱ء

۴۰۔ اشفاق احمد، اکرام چغتائی، ہفت زبانی لغت، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، جنوری ۱۹۷۳ء

۴۱۔ اکرام چغتائی، نذیر حق، محمد اسلم کولسری، تشریحی لغت، اردو سائنس بورڈ، لاہور ۲۰۰۱ء

۴۲۔ الٰہی بخش اختر اعوان، ڈاکٹر، کشاف اصطلاحات لسانیات، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، طبع اول ۱۹۹۵ء

۴۳۔ امیر مینائی، منشی امیر احمد، امیر اللغات، جلد اول و دوم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۹ء

۴۴۔ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، فرہنگ اصطلاحات علمیہ، جلد دوم، مطبع مفید عام پریس، آگرہ ۱۸۹۲ء

۴۵۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، قاموس الکتب (جلد اول، زیر نگرانی مولوی عبدالحق) اشاعت اول، جون ۱۹۶۱ء

۴۶۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، قاموس الکتب (جلد دوم، زیر نگرانی مولوی عبدالحق) اشاعت اول، ۳۔۷۔۱۹۷۵ء

۴۷۔ ایچ ایچ ولسن، اصطلاحات، عدلیہ و مالگزاری (مترجم، طبع نو) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۵۸ء

۴۸۔ باقر، محمد آغا، اسٹینڈرڈ اردو ڈکشنری، کتاب منزل، لاہور، اگست ۱۹۴۸ء

۴۹۔ تصدق حسین رضوی، سید، مولوی، لغات کشوری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۶ء

۵۰۔ تصدق حسین رضوی، سید، مولوی، لغات کشوری، مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۹۶۳ء (اکیسواں ایڈیشن)

۵۱۔ جاوید وشسٹ، ڈاکٹر، بحر المعانی، دکنی اردو کا لغت، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۸۷ء

۵۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر (مولف)، قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، (طبع سوم)، ۱۹۹۶ء

۵۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر (مرتب) فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول، فروری ۱۹۹۱ء

۵۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر (مولف)، قدیم اردو کی لغت، مرکزی اردو بورڈ، لاہور ۱۹۷۳ء

۵۵۔ چمن لال بدایونی، منشی، لغات ہیرا، پی۔ سی۔ دروش شرتی اینڈ کو، علی گڑھ، س ن

۵۶۔ چرنجی لال، منشی، مخزن المحاورات، مطبع محب ہند، دہلی، ۱۸۸۶ء

۵۷۔ حقی، شان الحق (مولف)، آکسفورڈ، اردو انگریزی ڈکشنری، آکسفورڈ، یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۳ء

۵۸۔ حقی، شان الحق، فرہنگِ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء

۵۹۔ خلیق احمد، صدیقی، پروفیسر، بچوں کی لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل، ۱۹۹۵ء

۶۰۔ دل محمد، خواجہ، لغات اردو معروف بہ گلزار معانی، خواجہ بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، س ن

۶۱۔ ذوالفقار احمد تابش، اعجاز اللغات، سنگ میل پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۷ء

۶۲۔ رام کشن، لالہ، امیر چند، منشی، اردو لغات، منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز، گورنمنٹ پبلشر، ۱۸۹۳ء

۶۳۔ رشک لکھنوی (مولف)، نفائس اللغہ، حصہ اوّل، نیر پریس، لکھنؤ، س۔ن

۶۴۔ رضی عثمان، محمد، ودیگر المنجد (عربی اردو)، دارالاشاعت، کراچی، طبع یازدہم، ۱۹۹۴ء

۶۵۔ رفیق خاور، (مرتب) اردو تھیسارس، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل، ۱۹۹۴ء

۶۶۔ رفیع محمد مولانا، فاضل دیو بند، منشی کامل، وکیع، محمد، صدیقی، مولانا، جامع اللغات اردو، دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی، س ن

۶۷۔ سرور لاہور، علامہ مفتی، جامع اللغات، مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۸۸۲ء

۶۸۔ سید احمد دہلوی، لغات النساء، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۸ء

۶۹۔ شاکر، عبدالحکیم، مفید الاشتقاق، مطبع احمدی، بمبئی، ۱۸۹۳ء

۷۰۔ شاہینہ تبسم، فرہنگ کلام میر، عزیز پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۹۳ء

۷۱۔ شریف احمد قریشی، فرہنگ نظیر (ناشر شریف احمد قریشی، پونم، لائبریری، صدر بازار، گھاٹم پور، یوپی)، جنوری ۱۹۹۱ء

۷۲۔ شمس الرحمٰن فاروقی، لغات روزمرہ، سٹی پریس بک شاپ، کراچی، جولائی ۲۰۰۳ء

۷۳۔ شمس الرحمٰن فاروقی، لغات روزمرہ، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، ۲۰۰۳ء

۷۴۔ ضامن علی جلال، سید حکیم، سرمایہ زبان اردو، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، پہلا اکادمی ایڈیشن، ۱۹۸۷ء

۷۵۔ طاہر محمد آغا، نبیرہ حضرت آزاد (مرتب) لغت آزاد، کریمی پریس، لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء

۷۷۔ ظفر الدین، قاضی، (بہ اشتراک آر بلڈ) سواء السبیل الی المعرفت والدخیل (عربی

لغت)، مطبع رفاہ عام، لاہور،۱۹۰۳ء

۷۸۔ ظفر الرحمان عباسی، اصطلاحات پیشہ وراں، انجمن ترقی اردو، لاہور،۱۹۳۲ء

۷۹۔ عبد الرؤف عشرت، محمد، لکھنوی، خواجہ، مولانا، لغات اردو (جلد اوّل)، میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنو،۱۹۲۲ء

۸۰۔ عبد الرؤف عشرت، محمد، لکھنوی، خواجہ، مولانا، لغات اردو (جلد دوم) میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنو،۱۹۲۲ء

۸۱۔ عبد الرؤف عشرت، محمد، لکھنوی، خواجہ، مولانا، لغات اردو (جلد سوم)، نامی پریس، لکھنو،۱۹۲۳ء

۸۲۔ عبد الرؤف عشرت، محمد، لکھنوی، خواجہ، مولانا، لغات اردو (جلد چہارم)، نامی پریس، لکھنو،۱۹۲۳ء

۸۳۔ عبد اللہ خان، خویشگی، فرہنگ عامرہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد،۱۹۸۹ء

۸۴۔ عبد اللہ خان، خویشگی، فرہنگ عامرہ، اعتقاد پبلشنگ، سوئیلان، دہلی نمبر ۲، طبع دوم،۱۹۳۶ء

۸۵۔ عبد الحفیظ بلیاوی، مولانا، ابو الفضل، مصباح اللغات (عربی اردو ڈکشنری مع ضمیمہ لغات جدیدہ)، دار الاشاعت کراچی،۱۹۹۷ء

۸۶۔ عبد القوی دسنوی، قادر نامۂ غالب، سیفیہ کالج، بھوپال،۱۹۷۱ء

۸۷۔ عبد المجید خواجہ، جامع اللغات، جامع اللغات کمپنی، لاہور، (جلد اوّل تا جلد چہارم، ۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء)

۸۸۔ عبد الحق، مولوی، بابائے اردو، لغت کبیر اردو، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۷۳ء

۸۹۔ عتیق اللہ، ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ، اردو مجلس، دہلی، س ن

۹۰۔ عشرت لکھنوی، خواجہ محمد عبد الرؤف، جان، اردو، نول کشور پریس لکھنو، (بار اوّل)،۱۹۲۰ء

۹۱۔ علی شائق، دہلوی، سید، میر، شائق اللغات، سید پبلی کیشنز، کراچی ۱۹۶۱ء

۹۲۔ فرمان فتح پوری، رافع اللغات، الفیصل ناشران کتب، لاہور،۲۰۰۵ء

۹۳۔ فوقی بدایونی، میر، لغات مہر (اردو) بزم ارتقائے ادب، او۔۳۰۰، کورنگی نمبر ۳، کراچی،۱۹۸۲ء

۹۴۔ فیروز الدین، مولوی (مرتب) اردو لغات فیروزی، منشی رحیم اینڈ سنز، دفتر انوار السلام، سیالکوٹ،۱۹۳۸ء

۹۵۔ فیروز ڈسکوی، (مرتب) پرائمری لغات اردو، مطبع مفید عام، سیالکوٹ،۱۸۹۳ء

۹۶۔ فیروز الدین مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور،۱۹۶۳ء

۹۷۔ فضل الٰہی عارف (مرتب) فرہنگ کارواں، مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، انارکلی، لاہور،۱۹۶۲ء

۹۸۔ فہمیدہ بیگم، شہاب الدین، سید، جامع اردو لغت، بک کارنر شو روم، بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم، س ن

۹۹۔ قیوم ملک، پروفیسر (مولف) اردو میں عربی اور فارسی مرکبات، مکتبہ کارواں، لاہور، اشاعت اوّل ۱۹۹۵ء

۱۰۰۔ کریم الدین، مولوی، کریم اللغات، مطبع نامی گرامی، منشی نول کشور، ۱۸۹۳ء

۱۰۱۔ کلیم الدین احمد، فرہنگ ادبی اصطلاحات، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء

۱۰۲۔ گوہر نوشاہی، فرہنگ مشترک، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل، ۱۹۹۷ء

۱۰۳۔ کنھیا لال، منشی، مخزن الترتج، رہنمائے تعلیم پرنٹنگ پریس لاہور، س۔ن

۱۰۳۔ کنھیا لال، منشی، مفید اللغات، مطبع مفید عام، لاہور، س۔ن

۱۰۵۔ لالہ پرشاد، شفق، لکھنوی منشی، فرہنگ شفق، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، طبع اوّل ۱۹۸۲ء

۱۰۶۔ لالہ پرشاد، شفق لکھنوی، فرہنگ شفق، نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۱۹ء

۱۰۷۔ مجلس زبان دفتری حکومت پنجاب، لاہور، دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت (انگریزی۔ اردو) ناشر: مجلس زبان دفتری حکومت پنجاب لاہور، بار اوّل، جون ۱۹۷۶ء

۱۰۸۔ مجیب الرحمٰن مفتی، دفتری ترکیبات، محاورات اور فقرات کا لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد

۱۰۹۔ محمود شیرانی، حافظ، حفظ اللسان معروف بہ خالق باری، انجمن ترقی اردو، ہند، دہلی، ۱۹۴۴ء

۱۱۰۔ مختار احمد، سید، مولانا، علامۃ الدہر، قاموس الالفاظ، مکتبہ ابراہیمیہ (امداد باہمی) اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن، س ن

۱۱۱۔ منہاج الدین شیخ، پروفیسر، قاموس الاصطلاحات، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، بار اوّل، اکتوبر ۱۹۶۵ء

۱۱۲۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنوی، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنؤ، (جلد اوّل) ۱۹۵۸ء

۱۳۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنؤ، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنؤ، (جلد دوم)

۱۴۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنؤ مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنؤ، (جلد سوم)، جولائی ۱۹۶۲ء

۱۱۵۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنؤ، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنؤ، (جلد چہارم)، ستمبر ۱۹۶۶ء

۱۱۶۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنؤ، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنؤ، (جلد پنجم) فروری ۱۹۶۸ء

۱۱۷۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنؤ، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنؤ، (جلد ششم)، اگست ۱۹۶۹ء

۱۱۸۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنؤ، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنؤ، (جلد ہفتم)، نومبر ۱۹۷۰ء

۱۱۹۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنو، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنو، (جلد ہشتم)، ستمبر ۱۹۷۲ء

۱۲۰۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنو، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنو، (جلد نہم)، جولائی ۱۹۷۵ء

۱۲۱۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنو، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنو، (جلد دہم)، جولائی ۱۹۷۷ء

۱۲۲۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنو، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنو، (جلد یازدہم)، اکتوبر ۱۹۷۸ء

۱۲۳۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنو، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنو، (جلد دوازدہم)، جنوری ۱۹۸۱ء

۱۲۴۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنو، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنو، (جلد سیزدہم)، جولائی ۱۹۸۲ء

۱۲۵۔ مہذب، محمد میرزا، سید لکھنو، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنو، (جلد چہاردہم)، اپریل ۱۹۸۹ء

۱۲۶۔ میر محمدی، عشرت، کمال عشرت، (مرتبہ) عارف نوشاہی، ڈاکٹر، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد طبع اوّل ۱۹۹۹ء

۱۲۷۔ ناظر حسن زیدی، ڈاکٹر، لغات نظامی اردو، گلوب پبلشرز، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۵ء

۱۲۸۔ نشتر جالندھری، عبدالحکیم، ابونعیم، قائد اللغات، ایم آر برادرز، ایجوکیشنل پبلشرز اینڈ بک سیلرز، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۶۹ء

۱۲۹۔ نسیم امروہوی، نسیم اللغات، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، لاہور جولائی ۱۹۵۱ء

۱۳۰۔ نسیم امروہوی، فرہنگ اقبال، اظہار سنز، لاہور، اشاعت اوّل ۱۹۸۳ء

۱۳۱۔ نورالحسن نیر کاکوروی، مولوی، نوراللغات (جلد اوّل ودوم) سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۳۲۔ نورالحسن نیر کاکوروی، مولوی، نوراللغات (جلد سوم وچہارم)، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۳۳۔ نیاز علی بیگ، نکہت دہلوی (تالیف) مخزن فوائد، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۸ء

۱۳۴۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت (جامع) علمی کتاب خانہ، لاہور، طبع اوّل ۱۹۷۶ء

۱۳۵۔ وارث سرہندی، (مولف) قاموس مترادفات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۸۶ء

۱۳۶۔ وحیدالدین سلیم، مولوی، وضع اصطلاحات، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی (تیسرا ایڈیشن)، ۱۹۶۵ء

۱۳۷۔ وحیدالزمان قاسمی، کیرانوی، مولانا، القاموس الوحید، ادارۂ اسلامیات، لاہور، اشاعت اوّل، جون ۲۰۰۱ء

۱۳۸۔ ہادی، محمد مرزا، عزیز لکھنوی، عزیز اللغات، مطبع انوار احمد، الٰہ آباد، س ن

دائرۃ المعارف

۱۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اوّل، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، اشاعت اوّل، ۱۹۸۷ء

۲۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، اشاعت اوّل، ۱۹۸۸ء

۳۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لاہور (تیسرا ایڈیشن)، جنوری ۱۹۸۴ء

۴۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، اردو دائرۃ المعارف، اسلامیہ، جلد اوّل، ناشر پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (طبع اوّل ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء)

۶۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، اردو دائرۃ المعارف، اسلامیہ، جلد ۱۴/۱، ناشر پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (طبع اوّل ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)

۷۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، اردو دائرۃ المعارف، اسلامیہ، جلد ۱۷، ناشر پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (جلد اوّل ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)

رسائل و جرائد

۸۔ ماہنامہ، آج کل، دہلی، مئی ۱۹۴۷ء

۹۔ ماہنامہ، آج کل، دہلی، مئی ۱۹۵۴ء

۱۰۔ ماہنامہ، آج کل، دہلی، دسمبر ۱۹۶۰ء

۱۱۔ اخبار اردو، کراچی، جنوری ۱۹۸۳ء

۱۲۔ اخبار اردو اسلام آباد، مارچ ۲۰۰۳ء

۱۳۔ اخبار اردو اسلام آباد، نومبر ۲۰۰۳ء

۱۴۔ اخبار اردو اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۷ء

۱۵۔ اخبار اردو اسلام آباد، مئی ۲۰۰۷ء

۱۶۔ اخبار اردو اسلام آباد، جون ۲۰۰۷ء

۱۷۔ اخبار اردو اسلام آباد، ستمبر ۲۰۰۷ء

۱۸۔ اخبار اردو اسلام آباد، اکتوبر ۲۰۰۷ء

۱۹۔ اخبار اردو اسلام آباد، نومبر ۲۰۰۷ء

۲۰۔ اخبار اردو اسلام آباد، دسمبر ۲۰۰۷ء

۲۱۔ اردو ادب، علی گڑھ، مارچ ۱۹۵۷ء

۲۲۔ اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۱، ۱۹۶۳ء

۲۳۔ اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۳، ۱۹۶۳ء

۲۴۔ اردو ڈائجسٹ، لاہور، اگست ۱۹۶۵ء

۲۵۔ اردو نامہ، کراچی، جنوری ۱۹۵۱ء

۲۶۔ اردو میگزین (دلی کالج)، کالج نمبر ۱۹۵۳ء

۲۷۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل تا جون ۱۹۶۱ء

۲۸۔ اردو نامہ، کراچی: اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۱ء

۲۹۔ اردو نامہ، کراچی: جنوری ۱۹۶۲ء

۳۰۔ اردو نامہ، کراچی: اکتوبر ۱۹۶۲ء

۳۱۔ اردو نامہ، کراچی: جنوری ۱۹۶۳ء

۳۲۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل ۱۹۶۳ء

۳۳۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۶۳ء

۳۴۔ اردو نامہ، کراچی: دسمبر ۱۹۶۳ء

۳۵۔ اردو نامہ، کراچی: اکتوبر ۱۹۶۴ء

۳۶۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۶۵ء

۳۷۔ اردو نامہ، کراچی: اکتوبر ۱۹۶۵ء

۳۸۔ اردو نامہ، کراچی: جنوری، اپریل ۱۹۶۶ء

۳۹۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۶۶ء

۴۰۔ اردو نامہ، کراچی: اکتوبر ۱۹۶۶ء

۴۱۔ اردو نامہ، کراچی: دسمبر ۱۹۶۶ء

۴۲۔ اردو نامہ، کراچی: مارچ ۱۹۶۷ء

۴۳۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل ۱۹۶۷ء

۴۴۔ اردو نامہ، کراچی: جون ۱۹۶۷ء

۴۵۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۶۷ء

۴۶۔ اردو نامہ، کراچی: جنوری ۱۹۶۸ء

۴۷۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل ۱۹۶۸ء

۴۸۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۶۸ء

۴۹۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل ۱۹۶۹ء

۵۰۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۶۹ء

۵۱۔ اردو نامہ، کراچی: اکتوبر ۱۹۶۹ء

۵۲۔ اردو نامہ، کراچی: جنوری ۱۹۷۰ء

۵۳۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل تک جون ۱۹۷۰ء

۵۴۔ اردو نامہ، کراچی: جنوری ۱۹۷۱ء

۵۵۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل ۱۹۷۱ء

۵۶۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۷۱ء

۵۷۔ اردو نامہ، کراچی: جنوری ۱۹۷۲ء

۵۸۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل ۱۹۷۲ء

۵۹۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۷۲ء

۶۰۔ اردو نامہ، کراچی: مارچ ۱۹۷۳ء

۶۱۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۷۳ء

۶۲۔ اردو نامہ، کراچی: اکتوبر ۱۹۷۳ء

۶۳۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل ۱۹۷۴ء

۶۴۔ اردو نامہ، کراچی: جولائی ۱۹۷۴ء

۶۵۔ اردو نامہ، کراچی: مارچ ۱۹۷۵ء

۶۶۔ اردو نامہ، کراچی: اکتوبر ۱۹۷۵ء

۶۷۔ اردو نامہ، کراچی: دسمبر ۱۹۷۵ء

۶۸۔ اردو نامہ، کراچی: اپریل ۱۹۷۶ء

۶۹۔ اردو نامہ، کراچی: جون ۱۹۷۶ء

۷۰۔ اردو نامہ، کراچی: مارچ ۱۹۸۳ء

۷۱۔ اردو (سہ ماہی) کراچی، جولائی تا دسمبر (دو شمارے) ۱۹۴۴ء

۷۲۔ اردو (سہ ماہی) کراچی، جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ء، (لغت نمبر حصہ اوّل)

۷۳۔ اردو (سہ ماہی) کراچی، جولائی تا دسمبر ۱۹۹۷ء، (لغت نمبر حصہ دوم)

۷۴۔ اردو ادب (سہ ماہی)، انجمن ترقی اردو، ہند، جولائی اگست، ستمبر ۲۰۰۷ء

۷۵۔ اردو، اورنگ آباد: جنوری ۱۹۶۳ء

۷۶۔ اردو، اورنگ آباد: جنوری ۱۹۳۱ء

۷۷۔ اردو، اورنگ آباد: جنوری ۱۹۳۳ء

۷۸۔ اردو، اورنگ آباد: اکتوبر ۱۹۳۸ء

۷۹۔ اردو دنیا، ترقی اردو بیورو، ہند، جلد نمبر ۲، شمارہ ۵، جنوری تا مارچ ۱۹۸۱ء

۸۰۔ اردو، دہلی: اپریل ۱۹۳۳ء

۸۱۔ اردو، دہلی: جنوری ۱۹۳۵ء

۸۲۔ اردو، دہلی: اکتوبر ۱۹۳۵ء

۸۳۔ اردو، دہلی: جولائی ۱۹۳۷ء

۸۴۔ اردو، دہلی: جولائی ۱۹۳۹ء

۸۵۔ اردو، دہلی: اکتوبر ۱۹۳۹ء

۸۶۔ اردو، دہلی: جنوری ۱۹۳۱ء

۸۷۔ اردو، دہلی: اکتوبر ۱۹۳۳ء

۸۸۔ اردو، دہلی: جولائی ۱۹۳۹ء

۸۹۔ اردو، دہلی: اکتوبر ۱۹۵۱ء

۹۰۔ اردو، دہلی: اکتوبر ۱۹۵۹ء

۹۲۔ اردو، دہلی: جولائی ۱۹۷۵ء

۹۳۔ اردو، دہلی: ستمبر ۱۹۸۲ء

۹۴۔ افکار، کراچی: فروری، مارچ ۱۹۶۶ء (غالب نمبر)

۹۵۔ افکار، کراچی، جوبلی نمبر، ۱۹۷۰ء

۹۶۔ افکار، کراچی، اپریل ۱۹۸۱ء (برطانیہ میں اردو نمبر)

۹۷۔ الحق، اکوڑہ خٹک: جنوری ۱۹۷۳ء

۹۸۔ الحق، اکوڑہ خٹک: اپریل ۱۹۷۳ء

۹۹۔ الحق، اکوڑہ خٹک: جون ۱۹۷۳ء

۱۰۰۔ الحق، اکوڑہ خٹک: فروری ۱۹۷۶ء

۱۰۱۔ الحق، اکوڑہ خٹک: نومبر ۱۹۷۶ء

۱۰۲۔ الحق، اکوڑہ خٹک: دسمبر ۱۹۷۶ء

۱۰۳۔ الحق، اکوڑہ خٹک: مارچ ۱۹۷۷ء

۱۰۴۔ الحق، اکوڑہ خٹک: اپریل ۱۹۷۷ء

۱۰۵۔ الحق، اکوڑہ خٹک: جون ۱۹۷۷ء

۱۰۶۔ الحق، اکوڑہ خٹک: اکتوبر ۱۹۷۷ء

۱۰۷۔ الحق، اکوڑہ خٹک: دسمبر ۱۹۷۹ء

۱۰۸۔ الحق، اکوڑہ خٹک: اگست ۱۹۸۱ء

۱۰۹۔ الحمراء، لاہور: جون ۱۹۳۲ء

۱۱۰۔ الحمراء، لاہور: اگست ۱۹۵۲ء

۱۱۱۔ الحمراء، لاہور: نومبر ۱۹۵۲ء

۱۱۲۔ الحمراء، لاہور: دسمبر ۱۹۵۲ء

۱۱۳۔ الحمراء، لاہور: جنوری ۱۹۵۳ء

۱۱۴۔ الحمراء، لاہور: فروری ۱۹۵۳ء

۱۱۵۔ الحمراء، لاہور: مارچ ۱۹۵۳ء

۱۱۶۔ الحمراء، لاہور: اپریل ۱۹۵۳ء

۱۱۷۔ الحمراء، لاہور: مئی ۱۹۵۳ء

۱۱۸۔ الحمراء، لاہور: جولائی ۱۹۵۳ء

۱۱۹۔ الحمراء، لاہور: ستمبر ۱۹۵۳ء

۱۲۰۔ الحمراء، لاہور: اکتوبر ۱۹۵۳ء

۱۲۱۔ الحمراء، لاہور: جنوری تا دسمبر ۱۹۵۳ء

۱۲۲۔ الحمراء، لاہور: جنوری تا ستمبر ۱۹۵۵ء

۱۲۳۔ الحمراء، لاہور: اگست، ستمبر، اکتوبر، دسمبر ۱۹۵۶ء

۱۲۴۔ الحمراء، لاہور: جنوری، جون ۱۹۵۷ء

۱۲۵۔ الشجاع، کراچی سالنامہ ۱۹۷۰ء

۱۲۶۔ العلم، کراچی، جولائی ۱۹۷۹ء

۱۲۷۔ المعارف، لاہور، مئی ۱۹۷۱ء

۱۲۸۔ المعارف، لاہور، مارچ، اپریل ۱۹۷۲ء

۱۲۹۔ المعارف، لاہور، فروری ۱۹۸۲ء

۳۰۔ انجام، کراچی، ۸ فروری ۱۹۶۵ء

۳۱۔ انجام، کراچی، فروری ۱۹۷۱ء

۳۲۔ انسٹیٹیوٹ گزٹ، علی گڑھ، ۱۲ نومبر ۱۸۹۳ء

۳۳۔ انصاف، راولپنڈی، ۳ دسمبر ۱۹۷۸ء

۳۵۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، مئی ۱۹۳۳ء

۳۶۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، مئی ۱۹۳۹ء

۳۷۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، نومبر ۱۹۵۰ء

۳۸۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، مئی ۱۹۵۲ء

۳۹۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، نومبر ۱۹۵۳ء

۱۴۰۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲ء

۱۴۱۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، اکتوبر ۱۹۶۳ء

۱۴۲۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، فروری ۱۹۶۸ء

۱۴۳۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، جلد ۵۰، عدد ۱، ۲، ۳، ۴، شمارہ مسلسل ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، سال ۱۹۷۴ء

۱۴۴۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۵۲، شمارہ ۳، ۴، شمارہ مسلسل ۲۰۶، ۲۰۷، اگست، نومبر ۱۹۷۶ء

۱۴۵۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۵۳، عدد ۲، شمارہ مسلسل ۲۰۴، ۲۰۵، فروری تا مئی ۱۹۷۶ء

۱۴۶۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۴۳، شمارہ مسلسل ۱۷۳، مئی ۱۹۶۸ء

۱۴۷۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۵۵، عدد ۱، ۲، شمارہ مسلسل ۲۱۶، ۲۱۷، فروری تا مئی ۱۹۷۹ء

۱۴۹۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۴۶، شمارہ ۱، ۲، ۳، شمارہ مسلسل ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، فروری، مئی، ستمبر ۱۹۷۰ء

۱۵۰۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۴۸، عدد ۱، ۲، شمارہ مسلسل ۱۸۸، ۱۸۹، مارچ تا جون ۱۹۷۲ء

۱۵۱۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۵۸، شمارہ ۱، ۲، شمارہ مسلسل

۲۲۸، ۲۲۹، ۱۹۸۲ء

۱۵۲۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۵۸، ۵۹، شمارہ مسلسل ۲۳۱، ۲۳۲، ۱۹۸۳ء

۱۵۳۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۷۱، عدد ۱، ۲، عدد مسلسل ۲۶۵، ۲۶۶، ۱۹۹۸ء

۱۵۴۔ اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جلد ۸۱، عدد ۱، ۲، عدد مسلسل ۲۹۹، ۳۰۰، ۲۰۰۶ء

۱۵۵۔ برگ گل، کراچی، مارچ ۱۹۵۳ء

۱۵۶۔ برہان، دہلی، جون ۱۹۶۹ء

۱۵۷۔ برہان، دہلی، دسمبر ۱۹۸۳ء

۱۵۹۔ پیام حق، کراچی، جون ۱۹۷۳ء

۱۶۰۔ تہذیب الاخلاق، لاہور، اگست ۱۹۲۳ء

۱۶۱۔ تہذیب (لکھنو)، اپریل ۱۹۵۳ء

۱۶۲۔ تہذیب، پٹنہ، اپریل ۱۹۳۲ء۔ ۱۹۵۳ء

۱۶۳۔ ثقافت، لاہور، اکتوبر ۱۹۶۵ء

۱۶۴۔ جامعہ، دہلی، جون ۱۹۷۹ء

۱۶۵۔ جرنل خدا بخش لائبریری، پٹنہ، شمارہ ۲، ۳، ۱۹۷۷ء

۱۶۶۔ جرنل خدا بخش لائبریری، پٹنہ، شمارہ ۳، ۵، ۱۹۷۸ء

۱۶۷۔ جرنل خدا بخش لائبریری، پٹنہ، شمارہ ۷، ۸، ۹، ۱۹۷۹ء ۹۰

۱۶۸۔ جرنل خدا بخش لائبریری، پٹنہ، شمارہ ۱۹، ۱۹۸۱ء

۱۶۹۔ جنگ روزنامہ، کراچی، ۲۸ جنوری ۱۹۷۳ء

۱۷۰۔ چٹان، لاہور (سالانہ نمبر)، ۱۹۵۵ء

۱۷۱۔ دریافت (اشاعت سالانہ، شمارہ چار)، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ستمبر ۲۰۰۵ء

۱۷۲۔ دریافت (اشاعت سالانہ، شمارہ پانچ)، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

۱۷۳۔ سات رنگ، ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۱ء

۱۷۴۔ سب رس، حیدرآباد، دکن: جون ۱۹۶۶ء

۱۷۵۔ سب رس، حیدرآباد، دکن: جون ۱۹۶۷ء

۱۷۶۔ سب رس، کراچی: اگست ۱۹۸۰ء

۱۷۷۔ سب رس، کراچی: جنوری ۱۹۸۳ء

۱۷۸۔ صحیفہ، لاہور: دسمبر ۱۹۵۷ء

۱۷۹۔ صحیفہ، لاہور: جنوری ۱۹۶۱ء

۱۸۰۔ صحیفہ، لاہور: جنوری ۱۹۶۶ء

۱۸۱۔ صحیفہ، لاہور: اکتوبر ۱۹۶۶ء

۱۸۲۔ صحیفہ، لاہور: اپریل ۱۹۶۷ء

۱۸۳۔ صحیفہ، لاہور: جولائی ۱۹۶۷ء

۱۸۴۔ صحیفہ، لاہور: جنوری ۱۹۶۹ء

۱۸۵۔ صحیفہ، لاہور: اکتوبر ۱۹۷۲ء

۱۸۶۔ صحیفہ، لاہور: اپریل تا جون ۱۹۹۷ء

۱۸۷۔ طلوعِ افکار، کراچی، فروری ۱۹۷۰ء

۱۸۸۔ طلوعِ افکار، کراچی، مارچ ۱۹۷۲ء

۱۸۹۔ فاران، کراچی: ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

۱۹۰۔ فاران، کراچی: نومبر ۱۹۷۵ء

۱۹۱۔ فاران، کراچی: نومبر ۱۹۸۰ء

۱۹۲۔ فاران، کراچی: فروری ۱۹۸۳ء

۱۹۳۔ فروغِ اردو، لکھنؤ، جون ۱۹۶۹ء

۱۹۴۔ فنون، لاہور، فروری ۱۹۶۶ء، نومبر دسمبر ۱۹۶۹ء، فروری ۱۹۷۰ء

۱۹۵۔ قومی زبان، کراچی: یکم مارچ تک یکم جون ۱۹۶۱ء

۱۹۶۔ قومی زبان، کراچی: اگست ۱۹۶۶ء (بابائے اردو نمبر)، اگست ۱۹۶۷ء

۱۹۷۔ قومی زبان، کراچی: دسمبر ۱۹۶۷ء

۱۹۸۔ قومی زبان، کراچی: جون ۱۹۶۸ء

۱۹۹۔ قومی زبان، کراچی: ستمبر ۱۹۶۸ء

۲۰۰۔ قومی زبان، کراچی: اگست ۱۹۷۰ء

۲۰۱۔ قومی زبان، کراچی: ستمبر ۱۹۷۱ء

۲۰۲۔ قومی زبان، کراچی: دسمبر ۱۹۷۲ء

۲۰۳۔ قومی زبان، کراچی: اکتوبر ۱۹۷۳ء

۲۰۴۔ قومی زبان، کراچی: اگست ۱۹۷۷ء

۲۰۵۔ قومی زبان، کراچی: اگست ۱۹۷۸ء

۲۰۶۔ قومی زبان، کراچی: دسمبر ۱۹۷۹ء

۲۰۷۔ قومی زبان، کراچی: مئی ۱۹۸۰ء

۲۰۸۔ قومی زبان، کراچی: جون ۱۹۸۰ء

۲۰۹۔ قومی زبان، کراچی: جولائی ۱۹۸۰ء

۲۱۰۔ قومی زبان، کراچی: ستمبر ۱۹۸۰ء

۲۱۱۔ قومی زبان، کراچی: اکتوبر ۱۹۸۰ء

۲۱۲۔ قومی زبان، کراچی: مارچ ۱۹۸۱ء

۲۱۳۔ قومی زبان، کراچی: جون ۱۹۸۱ء

۲۱۴۔ قومی زبان، کراچی: اگست ۱۹۸۱ء

۲۱۵۔ قومی زبان، کراچی: اگست ۱۹۸۲ء

۲۱۶۔ قومی زبان، کراچی: دسمبر ۱۹۸۲ء

۲۱۷۔ قومی زبان، کراچی: اپریل ۱۹۸۳ء

۲۱۸۔ قومی زبان، کراچی: مئی ۱۹۸۳ء

۲۱۹۔ قومی زبان، کراچی: اگست ۱۹۸۳ء

۲۲۰۔ قومی زبان، کراچی: اکتوبر ۱۹۸۳ء

۲۲۱۔ قومی زبان، کراچی: دسمبر ۱۹۸۳ء

۲۲۲۔ قومی زبان، کراچی: جون ۱۹۹۷ء

۲۲۳۔ قومی زبان، کراچی: جون ۱۹۹۷ء

۲۲۴۔ قومی زبان، کراچی: فروری ۲۰۰۳ء

۲۲۵۔ قومی زبان، کراچی: جون ۲۰۰۳ء

۲۲۶۔ انجمن ترقی اردو کا صد سالہ نمبر: جنوری ۱۹۰۳ تا ۲۰۰۳ء

۲۲۷۔ انجمن ترقی اردو کا صد سالہ نمبر: جنوری۔ فروری ۲۰۰۳ء

۲۲۸۔ انجمن ترقی اردو کا صد سالہ نمبر: اگست ۲۰۰۳ء

۲۲۹۔ ماہِ نو، کراچی: مئی ۱۹۶۰ء

۲۳۰۔ ماہِ نو، کراچی: اگست ۱۹۶۰ء

۲۳۱۔ ماہِ نو، کراچی: ستمبر ۱۹۶۰ء

۲۳۲۔ ماہِ نو، کراچی: اکتوبر ۱۹۶۱ء

۲۳۳۔ ماہِ نو، کراچی: مارچ ۱۹۶۱ء

۲۳۴۔ ماہِ نو، کراچی: مارچ ۱۹۶۷ء

۲۳۵۔ ماہِ نو، کراچی: جولائی ۲۰۰۲ء

۲۳۶۔ مجلس (سہ ماہی) عبدالحق نمبر، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۱ء

۲۳۷۔ مجلّہ (غالب)، جنوری ۱۹۸۸ء

۲۳۸۔ معارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۶۹ء

۲۳۹۔ معاصر، پٹنہ: دسمبر ۱۹۵۷ء

۲۴۰۔ معاصر، پٹنہ: جون ۱۹۵۸ء

۲۴۲۔ معاصر، پٹنہ: (انتخاب) ۱۹۹۸ء

۲۴۳۔ نصرت، لاہور، جون ۱۹۶۳ء

۲۴۴۔ نقوش، لاہور، نومبر ۱۹۶۳ء

۲۴۵۔ نقوش، لاہور (شخصیات نمبر)، اکتوبر ۱۹۵۶ء

۲۴۶۔ نقوش، لاہور، مئی ۱۹۵۴ء

۲۴۷۔ نگار پاکستان، کراچی، اگست ۱۹۶۲ء

۲۴۸۔ نگار پاکستان، کراچی، ستمبر ۱۹۶۲ء

۲۴۹۔ نگار پاکستان، کراچی، اکتوبر ۱۹۶۲ء

۲۵۰۔ نگار لکھنؤ، ستمبر ۱۹۵۹ء

۲۵۱۔ نوائے ادب، بمبئی، جنوری ۱۹۵۸ء

۲۵۲۔ نوائے وقت، روزنامہ، اسلام آباد/ راولپنڈی، ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۰ء

۲۵۳۔ نوادر (سہ ماہی) شمارہ ہشتم، نومبر ۲۰۰۳ء تا مارچ ۲۰۰۴ء

۲۵۴۔ نئی قدریں، حیدرآباد، سندھی ادب نمبر، ۱۹۷۳ء

۲۵۵۔ نئی قدریں، حیدرآباد (سندھ)، اگست ۱۹۶۲ء

۲۵۶۔ نئی قدریں، حیدرآباد (سندھ)، نمبر ۱۲، ۱۹۷۷ء

۲۵۷۔ نیا دور، لکھنؤ: اگست ۱۹۶۰ء

۲۵۸۔ نیا دور، لکھنؤ: فروری ۱۹۶۹ء

۲۵۹۔ نیا دور، لکھنؤ: اکتوبر ۱۹۷۳ء

۲۶۰۔ ہماری زبان، دہلی: ۱۵ مئی ۱۹۷۸ء

۲۶۱۔ ہماری زبان، دہلی: ۲۲ اگست ۱۹۷۸ء

۲۶۲۔ ہماری زبان، دہلی: ۲۲ دسمبر ۱۹۸۰ء

۲۶۳۔ ہماری زبان، دہلی: ۲۲ ستمبر ۱۹۸۳ء

۲۶۴۔ ہماری زبان، علی گڑھ: ۲۲ اپریل ۱۹۶۰ء

۲۶۵۔ ہماری زبان، علی گڑھ: ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

۲۶۶۔ ہماری زبان، علی گڑھ: ۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء

۲۶۷۔ ہماری زبان، علی گڑھ: یکم جون ۱۹۶۷ء

۲۶۸۔ ہماری زبان، علی گڑھ: ۸ جون ۱۹۶۷ء

۲۶۹۔ ہماری زبان، علی گڑھ: ۲۲ جون ۱۹۶۷ء

یہ ۲۰۰۶ء کی بات ہے جب میں یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور میں ایم۔فل کی ایک کلاس کو پڑھا رہا تھا۔ میری اس کلاس میں عابدہ بتول بھی موجود تھی۔ اس دور میں وہ کچھ سیکھنے اور آگے بڑھنے میں بہت سنجیدہ نظر آتی تھی۔ میں ان دنوں اسے ہمہ وقت لکھنے پڑھنے کے کاموں میں مصروف دیکھتا تھا۔ ڈگری کی طلب ہر طالب علم میں ہوتی ہے۔ یہ طلب عابدہ میں بھی تھی مگر وہ صحیح معنوں میں علم کی طلب میں سرشار رہتی تھی۔ یہی فرق ڈگری کے طالب اور علم کے طالب میں ہوتا ہے۔ ایم۔فل میں تحقیقی مقالہ لکھنے کا وقت آیا تو وہ میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا کس موضوع پر کام کرو گی جواب ملا کہ "لغت" پر۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا۔ ہمارے پاس سکالرز آتے ہیں اور تقاضا کرتے ہیں کہ ہمیں ناول یا افسانے پر کوئی موضوع دیجیے۔ جوں ہی ہم کہتے ہیں کہ تنقید یا تحقیق پہ کام کرو تو ان کے منہ لٹک جاتے ہیں۔ عابدہ نے پورے عزم کے ساتھ لغت پہ مقالہ لکھا اور بہت خوب لکھا۔ اس دوران میں اس کی مزید تحقیقی صلاحیتوں کا اندازہ بھی ہوتا رہا۔ ایم۔فل کے بعد اس نے ایک تحقیقی موضوع پر ڈاکٹریٹ کے لیے کام کیا۔ بعد ازاں جب وہ فارغ تھی تو میری ہدایت پر اس نے تدوین کے فن پہ ایک قابلِ قدر کتاب مرتب کی جسے دانش گاہوں نے قبولیت بخشی۔ میں اسے برس ہا برس یہ کہتا رہا ہوں کہ لغت والا کام شائع کرو، اب اس نے لغت والے مقالے پہ نظرِ ثانی کی ہے اور اس کی اشاعت ہو رہی ہے۔ اس کام کی اشاعت سے لغت پہ ایک مربوط تحقیقی کام سامنے آ رہا ہے۔ اس نے بڑی محنت، جستجو اور عرق ریزی سے یہ کام کیا ہے۔ مجھے پوری توقع ہے کہ ڈاکٹر عابدہ بتول کے اس کارنامے کو علمی حلقوں میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

تبسم کاشمیری

شعبہ اردو۔ جی سی یو

۱۵۔۳۔۲۰۱۹

مکتبہ اضوت

اردو بازار لاہور 0333-4298184